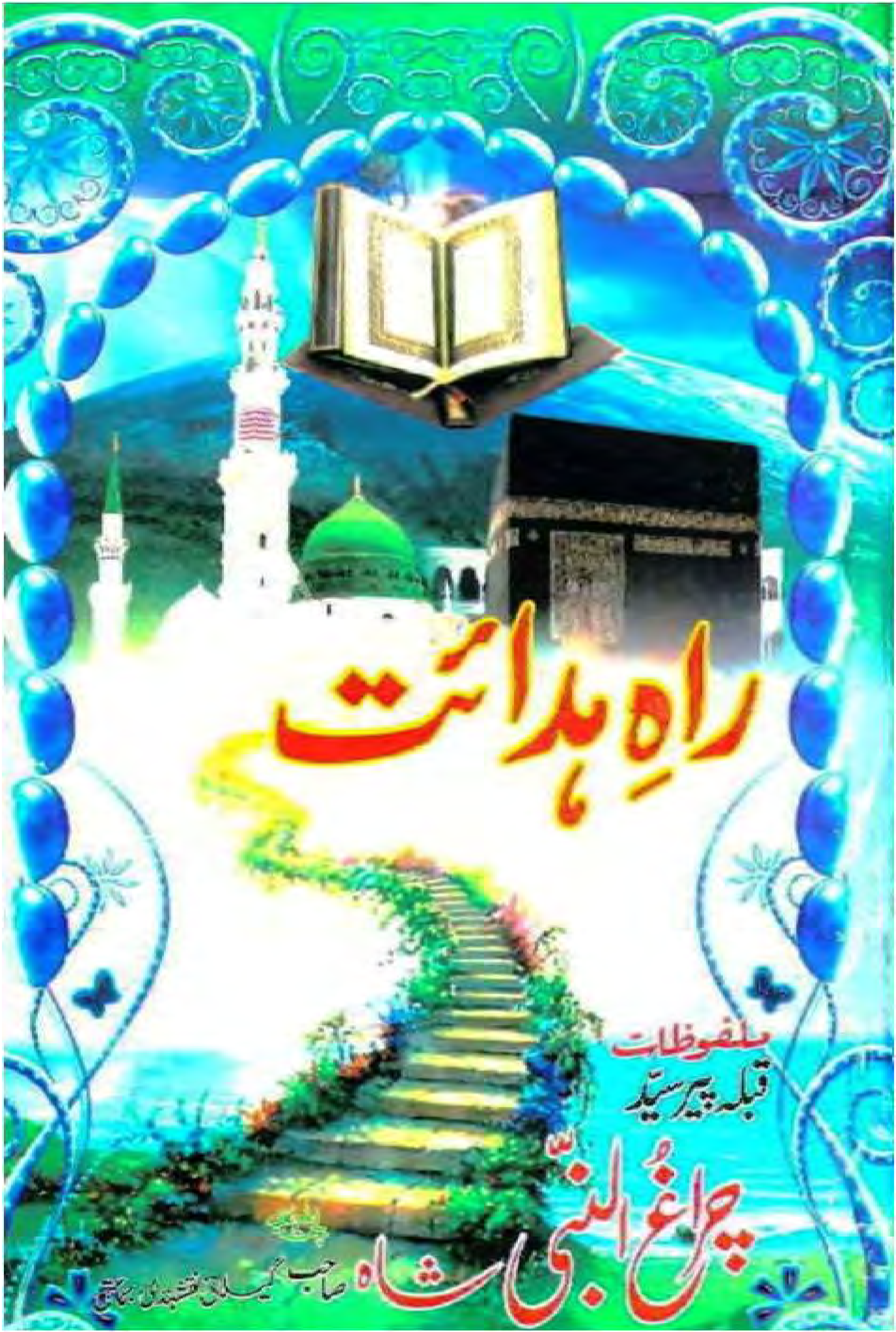


راہِ ہدائت

ملفوظات

قبلہ پیر سید

چراغ النبی شاہ صاحب گیلانی نقشبندی

بسم الله الرحمن الرحيم

کتاب: راہِ ہدایت

ملفوظات: قبلہ پیر سید چراغ النبی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ناشر: صاحبزادہ قبلہ پیر سید زمرد حسین شاہ گیلانی نقشبندی جماعتی

سجادہ نشین دربار عالیہ نقشبندیہ جماعتیہ نذیریہ چراغیہ کہروڑ پکا شریف

مصنف: حاجی محمد اکرم نقشبندی چراغوی

تعداد: 1100

طبع: بار اوّل 2012

ہدیہ: -/250 روپے

کمپوزنگ: ماجد حسین منہاس 0321-6915120

ملنے کا پتہ

آستانہ عالیہ نقشبندیہ چراغیہ وارڈ نمبر 7/4 چاندنی چوک کہروڑ پکا شریف ضلع لودھراں

فون نمبر: 0608-342782، موبائل نمبر: 0300-6903299

آستانہ عالیہ پیر سید زمرد حسین شاہ صاحب گیلانی نقشبندی جماعتی

مکان نمبر 9۔ ڈبلیو بلاک گلی نمبر 1 طارق بن زیاد کالونی ساہیوال

فون نمبر: 040-4465753، موبائل نمبر: 0300-6903299

جامعہ چراغیہ زمردیہ نقشبندیہ ماڈل کالونی، جہاز گراؤنڈ ساہیوال

فون نمبر: 040-4554753

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

راہِ ہدایت

ملفوظات

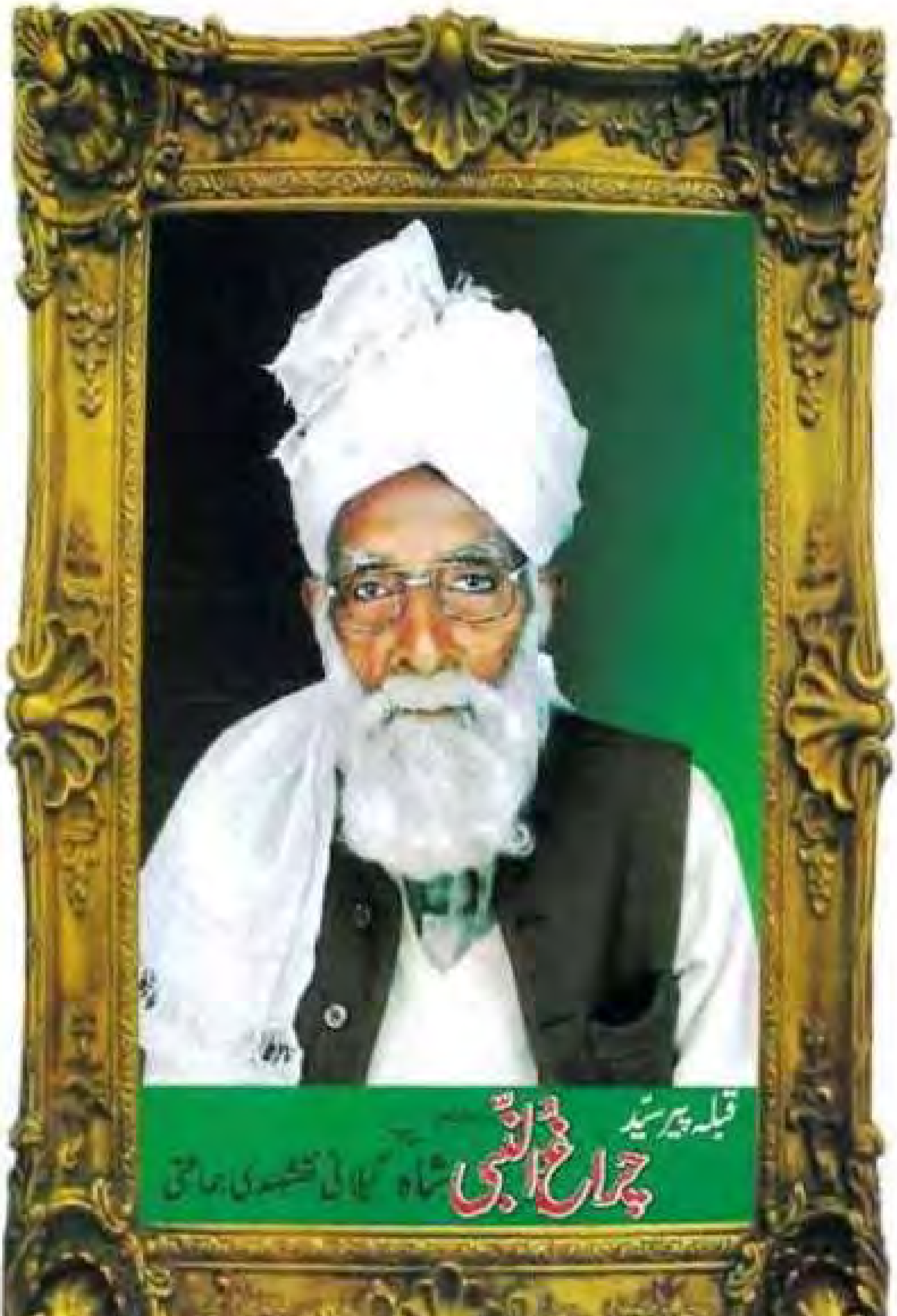
حضور قبلہ

پیر سیّد چراغ النبی شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

گیلانی نقشبندی مجددی جماعتی

درود شریف ہزارہ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ کُلِّ ذَرَّةٍ مِّائَةَ اَلْفَ اَلْفِ مَرَّةٍ ط


قبلہ پیر سید
چراغ النبی شاہ گیلانی نقشبندی جماعتی


قبلہ پیر سید
زمرد حسین شاہ

انتساب

احقر اپنی اس عاجزانہ کوشش کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نور مجسم، صاحب لولاک فخر موجودات محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم احمد مجتبیٰ کی بارگاہِ اقدس میں پیش کرتے ہوئے

اپنے پیر و مرشد

اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، کوکب شریعت، شہنشاہِ طریقت، شیخ الامت، امام المعرفت، مرشدِ حقیقت، حبیب خیر الانام، مقرر شیریں کلام، شیخ الاسلام، شیخ المشائخ، امام الاولیاء

حضرت قبلہ پیر سیّد **چراغُ النّبی شاہ** صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

گیلانی نقشبندی مجددی جماعتی

سے منسوب کرتا ہے۔

عرض حال

بندہ ناچیز نہ ہی کوئی ادیب ہے اور نہ کوئی خاص علمیت کا دعویٰ ہے۔ یہ چند اوراق جو ''راہِ ہدایت'' لکھے ہیں یہ سب اللہ تبارک وتعالیٰ کا فضل وکرم اور میرے پیرو مرشد امام لاولیاء سیّد چراغُ النّبی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ گیلانی نقشبندی جماعتی کا وسیلہ ہے ورنہ میں کیا اور میری بساط کیا۔ احقر حاجی محمد اکرم نقشبندی چراغوی تقریباً 1996-97 حضور قبلہ پیر سیّد چراغُ النّبی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ گیلانی نقشبندی جماعتی کہڑوی کا بیعت ہوا۔ اور کچھ اس طرح سلسلہ چلتا رہا کہ نماز عصر کے بعد آستانہ عالیہ پر تین سال مسلسل حاضری رہی اور آپ کے ملفوظات -ارشادات- اور معیت کا شرف و اعزاز کمترین کو نصیب ہوا۔ عصر اور مغرب کے درمیان جو ملفوظات ارشاد بیان ہوا کرتے تھے۔ ان میں سے اکثر قلمبند کر لیا کرتا تھا۔ اور خوش قسمتی سے آپ کے ملفوظات کا ایک عظیم مجموعہ قلمبند ہو گیا۔

احقر نے اس کے مختلف عنوان کے تحت حضور قبلہ پیر سیّد چراغُ النّبی شاہ صاحب کے ارشادات کی ترتیب دی اور صاحبزادہ حضور قبلہ پیر سیّد زمرد حسین شاہ صاحب کی خدمت اقدس میں پیش کی تو آپ نے ارشاد فرمایا کے اس میں کچھ اور ارشادات لکھ لو جس کے لکھنے سے آپ کے ارشادات کا بہت بڑا مجموعہ بن گیا۔

تعارفی خاکہ

اے برادر۔ مجھے اس بات کا اعتراف ہے کہ میں اس قابل نہیں کے آپ کا تعارف لکھ سکوں لیکن آپ یعنی پیرومرشد امام لاولیاء سیّد چراغُ النّبی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ گیلانی نقشبندی جماعتی کے ساتھ جو دلی عقیدت اور محبت ہے اُس رشتے نے مجھے سعادت بخشی ہے۔

حضرت قبلہ پیر سیّد چراغ النبی شاہ صاحب گیلانی نقشبندی جماعتیؒ

کہروڑ پکا والی سرکار

نقشبندیہ عجب قافلہ سالار انند

برند از رہ پنہاں بحرم قافلہ را

ترجمہ: نقشبندی حضرات عجیب قافلہ سالار ہیں کہ پوشیدہ راستے سے قافلے کو حرم پاک لے جاتے ہیں۔

پیدائش

حضرت قبلہ پیر سیّد چراغ النبی شاہ صاحب گیلانی نقشبندی جماعتیؒ تقریباً 1918ء میں موضع بروالہ سیّداں ضلع حصار (ہندوستان) میں پیدا ہوئے آپ کے والد گرامی کا اسم مبارک سیّد کرم حسین شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ آپ کا سلسلہ نسب سیّد عبدالقادر جیلانیؒ کے فرزند اکبر سیّد عبدالرزاقؒ سے ملتا ہے۔

خاندان

آپ کا خاندان ایک مدت سے بروالا سیّداں میں گوراپا نہ ٹھلہ صوفیاں میں آباد تھا۔

آپ کے جدِّ امجد سیّد قادر بخش رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں نرینہ اولاد حضرت خواجہ غریب نواز خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے فیض سے ہوئی۔ اس طرح غوث اعظمؒ کے خاندان میں چشتی فیض پہنچا۔ اس خاندان میں ہمیشہ کوئی نہ کوئی ولی اللہ رہے۔ مرد وزن سب ہی زہد و تقویٰ میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ نبی ﷺ کا یہ چراغ ایک نہایت ہی پاکیزہ خاندان میں روشن ہوا۔

ایک فقیر نے سیّد قادر بخش کے گھر سوال کیا جب کوئی بچہ باہر نہ آیا اور اہلیہ محترمہ نے خیرات دینا چاہی تو فقیر نے کہا کہ ہم آئندہ سال آکر بچے کے ہاتھ سے لیں گے ہم خواجہ اجمیریؒ کے دربار سے آئے ہیں آئندہ سال فقیر نے آکر دو لڑکوں کی خوشخبری سنائی اور کہا کہ بچے کو اجمیر شریف سلام کروائیں کیونکہ یہ انہی کا فیض ہے۔ چنانچہ سید قادر بخشؒ نے سیّد غلام رسولؒ کو اجمیر شریف حاضری دلا کر اس حکم پر عمل کیا۔

آپ کے والد گرامی سیّد کرم حسینؒ شاہ صاحب پٹواری تھے اور تینوں بھائیوں کے ہاں یہ پہلی نرینہ اولاد تھی لہٰذا بہت زیادہ خوشی منائی گئی۔

تایا سیّد مقبول حسینؒ کی خواہش کو مدنظر رکھتے ہوئے رات کی تاریکی دور کرتے ہوئے نبی ﷺ کا یہ چراغ بڑی دھوم دھام سے ننھیال سے ددھیال میں لایا گیا۔

ابتدائی زندگی

آپ کا بچپن دیہاتی ماحول میں بسر ہوا۔ ذکرِ الٰہی کی دولت اور عشق مصطفیٰ ﷺ آپ کو ورثہ میں عطا ہوا۔ آپ کے تایا سیّد مقبول حسینؒ گیلانی میلاد پاک منانے اور چراغاں کرنے

میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ چچا سیّد نذیر حسینؒ ایک بلند پایہ ولی اللہ تھے اور قبلہ عالم امیر ملت پیر سیّد جماعت علی شاہ صاحبؒ محدث علی پوری کے خلفاء میں سے تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ اور خالہ بھی ذکر و فکر کرنے والی پاکباز خواتین تھیں اور شب زندہ دار تھیں۔

الحاج حضرت قبلہ پیر سیّد نذیر حسین گیلانی نقشبندی جماعتیؒ

الحاج حضرت قبلہ پیر سیّد نذیر حسین گیلانی نقشبندی جماعتیؒ حضور قبلہ پیر سیّد چراغ النبی گیلانی نقشبندی جماعتیؒ کے حقیقی چچا تھے۔ آپ قبلہ عالم امیر ملت سیّد جماعت علی شاہ محدث علی پوریؒ کے خلیفہ مجاز تھے۔ آپ نے اپنے بھتیجے کی تربیت فرمائی اور اپنی زندگی میں انہیں اپنا جانشین مقرر فرمایا۔ آپ کے کوئی نرینہ اولاد نہیں تھی۔ آپ کو ہندوستان میں ہی قبلہ عالمؒ نے خلافت سے نوازا تھا۔ تحریک پاکستان میں حضور قبلہ عالمؒ کے سپاہی کے طور پر خدمات سرانجام دیں۔ پاکستان بننے کے بعد ہجرت کر کے کہروڑ پکا شریف میں سکونت اختیار فرمائی۔ 1956ء میں وصال فرمایا اور کہروڑ پکا شریف میں پیلی کوٹھی والے قبرستان میں مدفون ہیں آپ کا مزار مرجع خلائق ہے اور بے شمار لوگ حاضر ہو کر فیض یاب ہوتے ہیں۔ تبرکاً چند کرامات عرض کی جا رہی ہیں۔

کرامت نمبر 1

آپ بطور سیکنڈ ہیڈ ماسٹر موضع کوتھ کلاں میں متعین ہوئے

پیر و مرشد قبلہ امیر ملتؒ کے فرمان کے مطابق غیر مسلم کے گھر کا کھانا منع تھا۔ گاؤں میں ایک ہی کنواں تھا آپ اس سے پانی نکالنے کیلئے اپنا ڈول اور رسی استعمال کرتے تھے۔ یہ بات گاؤں کے ہندو باشندوں کو ناگوار گزری۔ انہوں نے کہا کہ آپ نے پانی لینا ہے تو ہمارے

ڈول سے لیں ورنہ آپ پانی لینا بند کردیں۔آپ نے پانی لینا بند کیا تو اُسی دن کنویں کا پانی کڑوا ہوگیا۔ پورے گاؤں میں ایک کہرام مچ گیا۔گاؤں کے بڑے بوڑھوں نے کہا کہ تم نے اللہ کے ایک ولی کامل کو پانی سے روک کر اس کی ناراضی مول لی ہے جس وجہ سے تم نے اللہ کو ناراض کیا ہے اور تمام گاؤں والوں کو تکلیف ہوئی ہے اب تم اس سے جا کر معافی مانگو اور انہیں خوش کرو۔ گاؤں کے ہندوؤں کا ایک نمائندہ وفد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے کیئے پر نادم ہوکر معافی کا خواستگار ہوا اور عرض کیا کہ آپ اپنی مرضی سے جس طرح چاہیں کنویں سے پانی لیں۔آپ نے ان کی معافی قبول فرمائی اور اسی وقت کنویں کا پانی میٹھا ہوگیا۔

کرامت نمبر 2

آپ بطور استاد موضع لاندھڑی میں متعین تھے

آپ اپنے شاگردوں کو تعلیم دینے کے علاوہ ان کی تربیت بھی فرماتے تھے اور ان کی تعمیر کردار میں خاص دلچسپی لیتے تھے چنانچہ تبلیغ کے اس کام کی وجہ سے بچے اور ان کے والدین آپ کی بہت عزت کرتے تھے۔اسی دوران سکول میں ایک سکھ ہیڈ ماسٹر آگیا اس کو آپ کی یہ عزت اور تبلیغ پسند نہ آئی کیونکہ ان دنوں ہندوؤں نے شدھی کی تحریک چلائی ہوئی تھی اور راجپوتانہ میں وہ خصوصی توجہ دے رہے تھے قبلہ عالم امیر ملت ؒ کے غلام تبلیغ میں خصوصی دلچسپی لیتے ہوئے مسلمانوں پر خصوصی وقت صرف کرر ہے تھے۔

سکھ ہیڈ ماسٹر نے آپ کے خلاف ایک رپورٹ لکھ کر حکام بالا کو بھیجی کہ یہ شخص تعلیم کی بجائے تبلیغ کرتا رہتا ہے اس قسم کے الزامات لگا کر آپ کی شکایت کی۔

یہ رپورٹ جب حکام بالا کو گئی تو اس میں آپ کی مخالفت کی بجائے آپ کی تعریف لکھی ہوئی تھی۔جب سکھ ہیڈ ماسٹر کو اس حقیقت کا پتہ چلا تو وہ فوراً آپ سے معافی کا خواستگار ہوا کیونکہ

اسے پتہ چل گیا کہ یہ تو اللہ کے نیک بندے اور ولی کامل ہیں اس لئے ان کی مخالفت کرنا حماقت اور اپنا نقصان کرنے کے مترادف ہے۔

کرامت نمبر 3

مقدمہ ختم ہو گیا

سلیمان رحمانی ساکن ساہیوال محلہ محمد پورہ کے والد نتھو رحمانی بیان کرتے ہیں کہ تقسیم ہند کے بعد ہم لوگ بروالہ سیداں سے ہجرت کر کے ساہیوال میں مقیم ہوئے اور ہم پر ایک ناجائز قتل کا مقدمہ ڈال دیا گیا، ہم نے اپنی پوری تگ و دو کی کہ ہم مقدمہ سے چھوٹ جائیں لیکن ہم لوگ جیل میں پڑے تھے اور ہماری کوئی شنوائی نہیں ہو رہی تھی۔ ہماری ضمانت ہی نہیں ہو رہی تھی؛ آخر ہم نے قبلہ الحاج سید نذیر حسین شاہ صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور ہماری مدد فرمائیں ہم بے قصور ہیں اور مدد کے طالب ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کرم فرمائے گا چنانچہ جلد ہی ہم ضمانت پر رہا ہو کر گھر آ گئے اور اس کے بعد مقدمہ بھی ختم ہو گیا۔

کلام الحاج پیر سید نذیر حسین گیلانی نقشبندی جماعتیؒ

رباعی 1

پیر پکڑا اس لئے بن رہنما کے کچھ نہیں
بن محمد ﷺ کے جہاں میں کچھ نہ تھا اور کچھ نہیں
یہ توسل ان سے جاری ہے جہاں میں اے نذیر
شاہ جماعتؒ کے بناء حاصل تجھے بھی کچھ نہیں

رباعی 2

میرے اللہ میرے مولا یہ دعا کیجیو قبول
پیر کی زیارت ہو مجھ کو اور ہو صحبت حصول
یہاں سے کر کے سفر پہنچوں میں مدینہ پاک میں
ساتھ ہوں مرشد مرے اور ہو مجھے زیارت رسول ﷺ

رباعی 3

حرص و شہوت چھوڑ دے اور بندہ خالق تو بن
عمر تیری ہے میعادی ہوش کے کانوں سے سن
شاہ جماعتؒ پیر کامل ہیں ملے تجھ کو نذیر
کر رضا ان کی تو حاصل ، پھر فنا فی الشیخ بن

رباعی 4

شاہ جماعتؒ آپ کا کتنا مبارک نام ہے
والدہ نے سوچ کر کیسا دھرا یہ نام ہے
اسم بھی ہے صفت بھی ہے ، ہے یہ خوبی آپ میں
ہو نہ ہو اس نام رکھنے میں خدا کا کام ہے

شعر

مرشد ملے جب سے مجھے بے فکر ہوں آزاد ہوں
ان کی توجہ کے سبب خوشحال ہوں دلشاد ہوں

آپ جب تھوڑے بڑے ہوئے تو والد گرامی کا تبادلہ ہانسی ہوگیا۔ شہری ماحول کا

اثر ہونے لگا تو آپ کے عم محترم (سید نذیر حسین شاہ صاحبؒ) لاندھڑی جاتے ہوئے ہانسی رکے، رات کا پچھلا مبارک پہر تھا۔عم محترم کو آپ کی والدہ ماجدہ نے شربت کا ایک گلاس پیش کیا یہ وقت تھا جب خاصان امت اپنے رب کی بارگاہ میں حاضر ہوتے ہیں۔عم محترم نے شربت کے گلاس سے ایک گھونٹ نوش فرما کر اسے جام معرفت بنا کر اپنے پیارے بھتیجے کو پیش کر دیا شربت کے چند گھونٹوں نے اپنا اثر دکھایا تو آپ پر رقت طاری ہوگئی اور سوز و گداز کے تار حرکت میں آگئے آنکھوں سے لامتناہی آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی عم محترم نے نماز کی باقاعدہ تلقین فرمائی اور فرمایا کہ کچھ روز بعد قبلہ عالمؒ کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔کچھ دنوں بعد قبلہ سید نذیر حسینؒ سکول سے چھٹی لے کر آئے اور قبلہ چراغ اولیاؒ کو ساتھ لے کر علی پور شریف میں قبلہ عالمؒ سرکار علی پوری کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے پیارے بھتیجے کو قبلہ عالمؒ کی غلامی میں دینے کے لئے پیش کیا۔بیعت ہونا انسان کی زندگی میں ایک اہم موڑ ہوتا ہے۔تمام اولیائے عظام کسی نہ کسی بزرگ کے بیعت ہوتے رہے ہیں بعض نے اسے فرض اور بعض نے واجب قرار دیا ہے۔جو لوگ بیعت نہی ہوتے اور اس کا انکار کرتے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔چراغ اولیاء فرماتے ہیں کہ قبلہ عالمؒ نے ایک ہی نظر میں میری کایا پلٹ دی۔میرے کانوں میں سونے کی بالیاں تھیں۔آپ نے وہ بالیاں اپنے دست اقدس سے اتارتے ہوئے فرمایا شاہ جی آپ اور سونے کی بالیاں۔حضورﷺ نے مرد کے لئے سونا حرام قرار فرمایا ہے۔اس کے بعد مجھے توبہ کروا کے بیعت کیا اور سبق پڑھائے۔حلقہ ذکر و مراقبہ ہوا۔مراقبہ کے دوران قبلہ عالمؒ کا اللہ فرمانا جسم و روح پر بجلی کی طرح اثر کرتا تھا۔

بیعت کے بعد میری زباں کی لکنت ختم ہو چکی تھی دل و دماغ میں انقلاب رونما ہو چکا تھا۔روح ایک عجیب لطف اور سکون محسوس کر رہی تھی۔اللہ والوں کی صحبت اور نظر اسی طرح انسان کی زندگی بدلتی ہے۔اس لئے علامہ اقبالؒ نے فرمایا۔

صحبت اہل صفا نور و سرور و حضور

سر خوش و پر سوز ہے لالہ لب آبجو

یہ سرور تمام زندگی حاصل رہا اور کیفیت ایسی تھی کہ وصال کے وقت نبض بند ہوگئی لیکن قبلہ عالمؒ نے جس دل کو زندہ کیا تھا وہ دل تقریباً ایک گھنٹہ تک ذکر الٰہی کرتے ہوئے حرکت کرتا رہا۔ اس کا مشاہدہ صاحبزادہ سیّد زمرد حسین گیلانی، ڈاکٹر غلام حیدر اور تمام حاضرین نے کیا۔ اس طرح یہ سوز و گداز اور آہ سحر گاہی تا دم آخریں قائم رہے۔

آپ علم طب سے شغف خاص رکھتے تھے ایک جوگی سے سانپ کے ڈسے کا علاج بھی سیکھا۔ 36-1935 میں طبیہ کالج دہلی میں دو سال کے لئے داخلہ لیا اور زبدۃ الحکماء کی ڈگری حاصل کی۔

ایک عجیب واقعہ

ریاست دجانہ جو کہ ضلع حصار کے قریب ہی واقع تھی والئی ریاست کے جواں سال اکلوتے بیٹے کو سانپ نے ڈس لیا۔ آپ کی شہرت کے پیش نظر فوراً آدمی آپ کی طرف روانہ کیا گیا لیکن نوجوان جلد فوت ہوگیا اور آپ کے وہاں پہنچنے سے پہلے ہی اس کو دفن کر دیا گیا۔ آپ نے فرمایا آپ میرا انتظار تو کرتے! اس کے باپ (والئی ریاست) کو پتہ چلا تو اس نے قبر کشائی کے لیے حکم دیا۔ علاج کے لیے آپ نے اس کے سر میں نشتر لگایا تو زندگی کے آثار موجود تھے درحقیقت وہ نوجوان سکتے کے عالم میں تھا۔ اسے علاج کے طور پر نسوار دی گئی تو اس نے فوراً سر کو جھٹکا دیا اور دوسری خوراک پر اٹھ گیا۔

پاکستان آمد

حضرت قبلہ چراغِ اولیاؒ نے اپنی تصنیف سچی لگن میں میری اپنی کہانی کے عنوان سے مختصراً اپنے حالات زندگی قلمبند کئے ہیں۔ان میں قارئین کی دلچسپی کے لئے چند مزید حقائق پیش خدمت ہیں۔

پاکستان آتے وقت ہندوملٹری نے مسلمان مہاجرین کو بالکل نہتا کردیا تھا اور ہاتھ میں معمولی چھڑی رکھنے کی بھی اجازت نہیں تھی۔حضرت قبلہ نے نہایت قلق کے ساتھ بیان فرمایا کہ ہمارے خاندانی تبرکات جو کہ پشت ہاپشت ہمارے بزرگوں میں منتقل ہورہے تھے وہ بھی ساتھ نہ آسکے۔ہمارے بزرگوں کی کتب کا عظیم خزینہ ہمارے پاس نہ رہا۔خصوصاً ہمارے جدامجد محبوب سبحانی،غوث صمدانی،شہباز لامکانی،پیرانِ پیر دستگیر،شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تبرکات عالیہ میں ایک عصا مبارک ایک پیالہ اور کھرکھرا (گھوڑے کی مالش کا آلہ) تھا یہ تمام تبرکات بادل نخواستہ زمین میں دفن کردیئے گئے۔صرف ایک چیز اپنے سینے سے لگا کر پاکستان لایا اور وہ ہے حضرت قبلہ سیّد غلام رسولؒ گیلانی کے ہاتھ سے تحریر کردہ آیات قرآنی۔

(ان کا وصال حضورﷺ پر صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہوئے قیام کی حالت میں ہوا) اب یہ آیات مجلد صورت میں صاحبزادہ قبلہ سیّد زمرد حسین گیلانی مدظلہ العالی کی ذاتی لائبریری کی زینت بن کر کہروڑ پکا شریف آستانہ عالیہ نقشبندیہ چراغیہ پر موجود ہیں۔آپ ایک لٹے پٹے قافلے کی صورت میں پاکستان پہنچے تو بورے والا میں باقی برادری کے ساتھ رہائش اختیار کرنے کا ارادہ تھا لیکن بعد میں وہاڑی میں قیام پذیر ہوئے۔اس طرح وہاڑی کو یہ شرف حاصل ہوا اور اللہ کے اس عظیم ولی نے اس جگہ پر فیض کے موتی بکھیرنے کا فیصلہ کیا۔

گیلانی مطب ریل بازار وہاڑی

آپ چونکہ ایک مستند طبیب تھے اور طبیہ کالج دہلی سے زبدۃ الحکما کی سند حاصل کی تھی اس لئے طبابت کو ذریعہ معاش بنایا اس مطب سے مخلوق خدا کو جسمانی اور روحانی بیماریوں سے شفا ملتی تھی درحقیقت یہ بھی خدمت خلق کا ایک بہانہ تھا۔ اس شفا خانے سے وہاڑی کے غریب عوام نے بہت فائدہ اٹھایا۔ چونکہ آپ لوگوں سے بہت کم پیسے لیتے تھے اور بہت سے لوگوں کو مفت دوائی بھی عطا فرماتے تھے۔ صوفی بشیر بسمل کھوکھر مرحوم آپ کا نائب اور خادم کی حیثیت سے حاضر ہوتے تھے۔ یہ شفا خانہ ختم خواجگان اور گیارہویں شریف کی صورت میں عوام الناس کی روحانی تربیت کا مرکز تھا۔ اسی دوران اللہ تعالیٰ نے اپنے اس عظیم دوست کی شان کا مظاہرہ کیا۔

یہ ایک مصدقہ حقیقت ہے کہ حضرت قبلہ چراغ اولیاؒ سے انسانوں کے علاوہ بے شمار جنات نے بیعت ہو کر فیض حاصل کیا۔

وہاڑی میں قیام کے دوران گرمیوں کی چلچلاتی دھوپ میں حضرت قبلہ مطب میں تشریف فرما تھے۔ بشیر بسمل بھی حاضر خدمت تھے کہ ایک دراز قد عورت اپنے بچے کو گود میں لئے علاج کے لئے حاضر ہوئی۔ قبلہ نے اس مریض کے بارے میں پوچھنا شروع کیا۔ اس دوران اچانک حضرت کی نظر بسمل پر پڑی تو آپ نے دیکھا کہ بشیر بسمل کا رنگ اڑا ہوا ہے اور وہ تھر تھر کانپ رہا ہے۔ آپ نے جب وجہ پوچھی تو بشیر بسمل صاحب کچھ بول تو نہ سکے لیکن خوف سے عورت کی طرف اشارہ کیا۔ عورت نے تانبے کا وزنی زیور پہنا ہوا تھا اور اس کے پاؤں الٹے تھے۔ حضرت قبلہؒ اس عورت کو ناراض ہونے لگے کہ تم اس طرح کیوں آئی ہو۔

وہ عورت (جن) معافی مانگنے لگی اور منت سماجت کرنے لگی کہ حضرت بیٹے کی بیماری اور تکلیف کی وجہ سے میں اپنے آپ کو چھپانے سے قاصر رہی جس کی معافی چاہتی ہوں۔

چنانچہ حضرت قبلہ نے اسے رخصت کر دیا اور فرمایا پھر آنا کیونکہ تم نے تو میرے خادم کو ڈرا دیا۔
اس عورت کے جانے کے بعد حضرت قبلہؒ نے بشیر بسمل کو تسلی تشفی دی اس نے ہوش سنبھالا لیکن اس کے بعد وہ دو تین دن بیمار رہا۔

وہاڑی میں بجلی کا چراغ روشن ہوتا ہے

مندرجہ بالا واقعہ سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ نبی ﷺ کا چراغ وہاڑی میں نور افشانی کر رہا تھا اور اس نور سے جن و انس، اپنے پرائے سبھی فیض یاب ہو رہے تھے آپ نے اپنے فیض کے متعلق فرمایا ہے۔

آیا جو در فقر پہ کوئی بھی سوالی
مانگا وہی پایا لوٹا نہ کبھی خالی
دامن کے چراغ ان کے لپٹ جاتا ہے جو بھی
ہو جاتی ہے شان اس کی فرشتوں سے بھی عالی

اسی دوران وہاڑی میں بجلی کی تنصیب کا کام شروع ہوا۔ یعنی اب یہاں پر بجلی کے چراغ روشن ہونے کا وقت آ گیا اور بجلی والوں کے دلوں تک نبی ﷺ کے نور کی روشنی کا وقت بھی آن پہنچا۔

واقعہ کچھ اس طرح ہے کہ محکمہ بجلی والوں نے سروے مکمل کر کے کھمبے لگانے شروع کئے تو ایک کھمبا بالکل حضرت قبلہ کے مطب (گیلانی مطب) کے سامنے لگانے لگے۔ حضرت نے محکمہ برقیات کے عملے کو فرمایا کہ بھئی میری چھوٹی سی دکان ہے آپ براہ مہربانی کھمبے کو تھوڑا سا دائیں بائیں کر دیں مہربانی ہوگی۔ لائن مین کہنے لگا کہ یہ سرکاری کام ہے ہم تو مقررہ جگہ پر ہی کھمبا نصب کریں گے۔ چنانچہ انہوں نے گڑھا کھود کر دکان کے عین سامنے کھمبا نصب کر دیا۔

صبح جب لائن مین آئے تو انہوں نے دیکھا کہ کھمبا دکان کے سامنے سے ایک طرف کو ہو گیا ہے۔ وہ کہنے لگے کہ آپ سرکاری کام میں مداخلت کر کے اچھا نہیں کر رہے حضرت نے فرمایا کہ بھئی دیکھو کوئی نیا گڑھا نہیں کھودا گیا میں نے کھمبے کو نہیں چھیڑا۔

محکمہ بجلی کے عملے نے نیا گڑھا کھودا اور کھمبے کی جگہ تبدیل کر دی لیکن دوسری صبح کھمبا پھر اپنی جگہ تبدیل کر چکا تھا۔ اب تو وہ بہت غصے میں آ گئے کہنے لگے ہم یہ کریں گے وہ کریں گے یعنی دھمکیاں دینے لگے مگر حضرت قبلہ ان سے پیار سے گفتگو فرماتے رہے۔ انہوں نے پھر کھمبے کی جگہ بدلی کی۔ اس پر تار لگائے اور ان کے افسران نے فیصلہ کیا کہ ایک پہرے دار رات کو یہیں رہے تا کہ کھمبے کو چھیڑا نہ جا سکے۔ ان کی حیرانگی کی انتہا نہ رہی جب انہوں نے صبح کو دیکھا کہ کھمبا تاروں سمیت اپنی جگہ تبدیل کر چکا تھا اور پہرے دار کو کچھ پتہ نہیں تھا۔ دراصل اللہ تعالیٰ نے تو نبی ﷺ کے چراغ کی خواہش کو پورا کرنا تھا۔ یہ کرامت دیکھ کر محکمہ برقیات کے عملے کی سمجھ میں آیا کہ ہم غلط سوچ رہے تھے حضرت قبلہؒ سے معافی کے طلب گار ہوئے اور بیعت ہونے کی درخواست کی؛

حضرت قبلہ نے معاف کرتے ہوئے انہیں بیعت کر لیا۔ نذر محمد شجاع آبادی بھی ان بیعت ہونے والوں میں شامل تھا۔ علامہ اقبالؒ نے سچ ہی تو کہا ہے۔

کوئی اندازہ کر سکتا ہے ان کے زور بازو کا
نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

اس طرح وہاڑی کے گلی کوچے روشن کرنے والوں کے دلوں میں نبی ﷺ کے چراغ کی روشنی پہنچ گئی۔

جنات سے نجات

حضرت قبلہ چراغ اولیاء قدس سرہ بیان کرتے ہیں کہ جھنگ کے ایک بہت بڑے زمیندار کی ہمشیرہ پر جنات کا سایہ ہوگیا۔ انہوں نے بہت سے عامل اور پیروں سے علاج کروایا لیکن بچی کو آرام نہ آیا۔ بالآخر انہوں نے اعلان کردیا کہ جو شخص ان کی ہمشیرہ کو جنات سے نجات دلائے گا اسے ایک مربع زمین انعام دی جائے گی۔ زمین کے لالچ میں بہت سے لوگوں نے طبع آزمائی کی لیکن جنات نے ان کا برا حال کیا۔

انہی دنوں نیشنل بینک جھنگ کا آڈٹ کرنے کیلئے ایک آڈٹ ٹیم لاہور سے آئی۔ ان میں سے ایک صاحب جو کرشن نگر لاہور کے رہائشی تھے انہیں حضرت قبلہ کی اس قوت کا کچھ اندازہ تھا کیونکہ آپ نے ان کے گھر سے ایک جن کو بھگایا تھا۔ اس شخص نے انہیں مشورہ دیا کہ آپ وہاڑی جا کر حضرت قبلہ کی خدمت میں گزارش کریں وہ آپ کا مسئلہ حل کر دیں گے۔ چنانچہ وہ لوگ حضرت قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنا مسئلہ بیان کیا۔ پہلے تو قبلہ نے فرمایا کہ بچی کو ادھر لے آئیں لیکن انہوں نے کہا کہ ہم تو اس کے کمرے میں نہیں جا سکتے لہٰذا آپ مہربانی فرما کر ہمارے ساتھ تشریف لے چلیں۔ حضرت قبلہ نے ان لوگوں کی مجبوری اور پریشانی کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کے ساتھ جھنگ جانے پر آمادگی کا اظہار کیا۔ آپ ان کے ساتھ جھنگ روانہ ہونے لگے تو جنات نے آپ کے مکان میں آگ لگا دی۔ حضرت قبلہ نے گھر جا کر اس شرارت کو ختم کیا اور جھنگ کیلئے روانہ ہوگئے۔ راستے میں جنات نے پھر شرارت کی اور آپ کی کمر میں دو گھونسے مارے۔ آپ نے اس کا بھی سدباب کیا اور اپنا سفر جاری رکھا اور جنات کی تمام کوششیں بے سود رہیں۔ وہ چاہتے تھے کہ حضرت بچی کے پاس جانے کا ارادہ ملتوی کر دیں۔

جھنگ پہنچ کر آپ نے دوپہر کا کھانا کھایا اور گاؤں کی طرف روانہ ہوگئے۔ جن یہ تمام

سفر کی روئداد بچی کے پاس بیان کر رہا تھا اور اس نے کہا کہ یہ شخص (حضرت قبلہ) بہت سخت ہے میرا تو کوئی ایک مکہ برداشت نہیں کر سکتا اس نے دو مکے برداشت کئے۔ آگ بجھائی اور اب بھی بچی کے پاس پہنچنے کے ارادے سے آگے بڑھ رہا ہے خیر اسے فلاں پل پر آنے دو میں ان کی جیپ کا ٹائر پنکچر کر دوں گا۔

جب جیپ مذکورہ پل پر پہنچی تو ٹائر پنکچر ہو گیا لیکن انہوں نے Spare Tyre لگا کر سفر جاری رکھا۔ جن نے اس پر مزید حیرت کا اظہار کیا اور کہا کہ ان کے پاس فالتو ٹائر تھا اب یہ فلاں جگہ پہنچیں گے تو پھر گاڑی پنکچر کر دوں گا چنانچہ گاڑی پھر پنکچر ہو گئی۔ گھر والوں نے کہا کہ ہم تانگہ یا گھوڑے کا بندوبست کر لیتے ہیں لیکن قبلہ نے فرمایا کہ سواری کی ضرورت نہیں دو اڑھائی میل کا فاصلہ پیدل طے کرتے ہیں۔ آپ پیدل روانہ ہوئے۔ حویلی کے صحن میں آئے تو اس میں ایک بہت بڑی بیری تھی اس کی ایک بڑی ٹہنی بڑے زور سے زمین پر آ رہی۔ آپ نے بچی کے کمرے کا پوچھا تو گھر والوں نے کہا کہ ہم اس کمرے میں نہیں جا سکتے آپ خود ہی جائیں۔

جب آپ بچی کے کمرے کے پاس پہنچے تو ایک بہت بڑا بلا حضرت قبلہ کو دیکھ کر غرانے لگا اور ایک پنجا اٹھایا کہ وہ حملہ کرنا چاہتا ہے۔ آپ آگے بڑھے تو اس نے حملہ کرنے کو دوسرا پنجا بھی اٹھایا قبلہ کے ہاتھ میں چھڑی تھی آپ نے بلے کو ماری۔ بلا تو غائب ہو گیا اور چھڑی دو ٹکڑے ہو گئی۔ آپ نے فرمایا اے بد بخت! تو نے عامل دیکھے ہیں کوئی فقیر نہیں دیکھا۔

اس کے بعد بچی کے کمرے میں تشریف لائے تو بچی نے آپ کو سلام کیا اور عرض کیا کہ حضرت آپ پہلے انسان ہیں جو پچھلے دو تین ماہ کے عرصے میں میرے کمرے میں آئے ہیں۔ حضرت قبلہ نے فرمایا بیٹا گھبراؤ نہیں اب یہ تمہیں کوئی تکلیف نہیں دے سکتے۔ آپ نے وہاں پر دو تین دن قیام فرمایا۔ جنات چلے گئے اور گھر والوں نے سکھ کا سانس لیا۔ آپ واپس وہاڑی

تشریف لے آئے۔ دو ہفتے تک گھر والوں نے بچی کا جائزہ لیا جب وہ بالکل ٹھیک رہی تو وہ زمین کے کاغذات لے کر وہاڑی حاضر خدمت ہوئے۔ قبلہ فرماتے ہیں کہ یہ میرا بہت بڑا امتحان تھا کبھی خیال آتا کہ زمین لے لو تم اور تمہاری اولاد عیش کرے گی۔ تم نے اس کا مطالبہ تو نہیں کیا۔ بالآخر میں نے دل سے یہ تمام خیالات دور کیئے اور کاغذ پھاڑ کر واپس کر دیئے کہ اللہ تعالیٰ آپ ہی کو یہ زمین مبارک کرے۔ مجھے میری پیر و مرشد نے جو عطا کیا ہے وہ میرے لئے کافی ہے۔

اس طرح آپ نے اتنی بڑی جائیداد ٹھکرا دی اور عطیہ مرشد کو ترجیح دی۔ وہ بچی بالکل ٹھیک رہی اور جنات نے پھر کبھی اس طرف کا رخ نہ کیا کیونکہ مرد کامل کے سامنے جنات بے بس ہوتے ہیں۔ ان کامل ہستیوں کے متعلق میاں محمد بخشؒ فرماتے ہیں۔

مرد ملے تاں درد نہ چھوڑے اوگن دے گن کردا
کامل لوگ محمد بخشا لعل بنان پتھر دا

دینی تبلیغ اور روحانی خدمات

وہاڑی میں قدم رکھتے ہی ختم خواجگان نقشبندیہ اور ختم گیارہویں شریف اور محافل میلاد کا باقاعدہ سلسلہ شروع فرمایا۔ اس طرح ذکر و فکر اور ذکر مصطفیٰ ﷺ کے ذریعے لوگوں کے دلوں کو اپنے مولا سے جوڑنا شروع کیا۔ وہاڑی شہر اور گردونواح سے کثیر تعداد میں لوگ مستفیض ہوتے اور اپنا دامن مراد بھرتے۔

وہاڑی کی غلہ منڈی میں عظیم الشان جامع مسجد آپ کی ہی مساعی جمیلہ سے تعمیر ہوئی جو کہ اب دینی تعلیمات کا بہت بڑا مرکز ہے۔ پیپلز کالونی وہاڑی میں ٹنکی والی مسجد بھی آپ کی دعاؤں اور مساعی جمیلہ کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ رانا محمد رفیع نقشبندی چراغوی نے زر کثیر دے کر اس کی تعمیر شروع کروائی اور مولانا محمد انور نے حضرت قبلہ سے دعا کروا کر اس کی تعمیر شروع کی۔

آج یہ مسجد وہاڑی کی سب سے بڑی مسجد ہے۔

خلافت واجازت

اسی دوران ایک سجیلا نوجوان، عظیم قدوقامت، خوبصورت چہرے والا ماسٹر خوشی محمدؒ جو کہ پٹواری تھے غیبی اشارہ کے تحت سب کچھ چھوڑ کر آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور غلامی میں آنے کی خواہش ظاہر کی۔ ابھی تک آپ کو بیعت کرنے کی اجازت نہیں ملی تھی۔ لہٰذا یہ سارا معاملہ آپ نے اپنے عم محترم حضرت قبلہ پیر سید نذیر حسین شاہ صاحب گیلانی نقشبندی جماعتی کو پیش کیا تو انہوں نے باقاعدہ طور پر آپ کو اجازت عطا فرمائی آپ نے ماسٹر خوشی محمد کو بیعت فرمایا؛ اسی سال علی پور شریف میں 1951ء میں سالانہ عرس مبارک کے موقعہ پر قبلہ عالم الحاج حافظ قبلہ پیر سید جماعت علیؒ شاہ امیر ملت سرکار علی پوری نے بھی آپ کو باقاعدہ خلافت سے نوازا۔

ماسٹر خوشی محمدؒ آپ کے خلیفہ اوّل

ماسٹر خوشی محمد صاحبؒ جنہوں نے اپنی ملازمت اور تمام معاملات کو خیر باد کہہ کر آپ کی غلامی اختیار کی تھی۔ آپ کے پہلے مرید اور پہلے خلیفہ ہیں جنہوں نے روحانیت کے فیض کو ساہیوال میں بکھیرنا شروع کر دیا۔ انہوں نے ساہیوال میں بہت زیادہ محنت فرمائی اور لوگوں کو متوجہ الی اللہ کیا؛ ان کا مزار مبارک 13/14-L کسووال ضلع ساہیوال میں واقع ہے۔

فیوضات قادریہ

غوث اعظمؓ کی اولاد ہونے کے ناطے قادریہ فیض آپ کو وراثت میں ملا لیکن جب علی پور شریف سے اجازت ملنے کے بعد وہاڑی تشریف لائے تو قادریہ سلسلے کے ایک بزرگ حضرت بدرالدینؒ نے سلسلہ قادریہ میں آپ کو اجازت دی اور تبرکات بھی پیش کئے۔ اس لئے آپ کے

غلام اسی نسبت سے سبز رنگ کو اپنی ٹوپی میں سجا کر سر پر رکھتے ہیں۔ یہ سفید ٹوپی اور سبز رنگ کی پٹی نقشبندی اور قادری سلسلہ کے فیوضات کا حسین امتزاج ہے۔

ساہیوال میں انوار کی بارش

ماسٹر خوشی محمدؒ کے ساہیوال میں قیام کی وجہ سے آپ (حضرت قبلہؒ) نے 55-1954ء سے ساہیوال میں تشریف لانا شروع کیا۔ لوگوں کو ذکر وفکر مراقبہ اور ذکر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا درس دیا۔ اس طرح بے شمار بھٹکے ہوئے لوگ بالخصوص نوجوان طبقہ کو دین کی طرف متوجہ کیا۔

لوگوں کے ذوق وشوق اور اصرار پر آپ (حضرت قبلہؒ) نے ساہیوال میں زیادہ وقت گزارنا شروع کیا۔ 1991ء میں باقاعدہ طور پر طارق بن زیاد کالونی Z بلاک میں آستانہ عالیہ بنایا جو کہ بعد میں W بلاک میں تبدیل ہو گیا اور اب تک قائم ہے۔ جہاں پر لوگ حاضر ہو کر دن رات فیض یاب ہوتے ہیں۔ ہر اسلامی ماہ کی دس تاریخ کو ختم گیارہویں شریف اور ہر جمعہ کو بعد از مغرب ختم خواجگان کا اہتمام ہوتا ہے۔ لوگ دور ونزدیک سے حاضر ہو کر اپنی پیاس بجھاتے ہیں۔ اب یہ پروگرام باقاعدگی سے صاحبزادہ قبلہ پیر سید زمرد حسین گیلانی نقشبندی جماعتی کے زیر سایہ ہو رہا ہے اور فیض چراغ اولیاءؒ جاری ہے۔

دینی تعلیمات کی اشاعت وترویج

28 فروری 1999ء کو دینی تعلیم کی باقاعدہ اشاعت وترویج کے لئے نہایت پسماندہ علاقہ (جسے جہاز گراؤنڈ کے نام سے پکارا جاتا ہے) کے مین روڈ (پرانا ہڑپہ روڈ) پر آپ نے عظیم الشان مدرسہ جامعہ چراغیہ زمردیہ نقشبندیہ کا سنگِ بنیاد رکھا جو کہ دیکھتے ہی دیکھتے جنگل میں منگل کا منظر پیش کرنے لگا۔ جہاں پر کثیر طلباء اور طالبات دینی تعلیم کی پیاس بجھا رہے ہیں۔ (دینی تعلیم مفت دی جاتی ہے۔)

مدرسہ ہذا میں یوم عاشور، بڑی گیارہویں شریف 27 رمضان المبارک اور عید میلاد النبی ﷺ کے جلوس جیسی غیر نصابی تقریبات کا اہتمام ہوتا ہے جن میں صاحبزادہ پیر سیّد زمرد حسین گیلانی نقشبندی جماعتی مدظلہ العالی ذاتی دلچسپی لیتے اور سرپرستی فرماتے ہیں۔ یہ تقریبات بچوں کے دلوں میں نبی اکرم ﷺ اور بزرگان دین سے محبت وعقیدت کا جذبہ پیدا کرتی ہیں۔

محفل میلاد اور عشق مصطفٰی ﷺ کا درس

آپ میلاد پاک نہایت ذوق شوق سے پڑھتے، ظاہری طور پر انتہائی کمزور اور دبلے پتلے جسم کے مالک تھے۔ دیکھنے والا سمجھتا کہ یہ کیا بولیں گے لیکن جب آپ تقریر شروع فرماتے اشعار یا نعت شریف پڑھتے تو لوگ حیران رہ جاتے کہ یہ آواز کدھر سے آرہی ہے۔ آپ کا پسندیدہ موضوع عشق مصطفٰی ﷺ تھا جو کہ نظم یا نثر میں بیان فرماتے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ عشقِ مصطفٰے ﷺ ایک ایسی بھٹی ہے جو اس میں جتنا جلا وہ اُتنا ہی پارسا ہوتا جاتا ہے۔ جس نے بھی حضور نبی کریم ﷺ سے محبت کی اُس کا بیڑا پار ہے۔ اور فرماتے ہیں کہ۔

دین حق اے دوستو! عشق نبی ﷺ کا نام ہے
کر غلامی مصطفٰی ﷺ کی بس یہی اسلام ہے
بندگی رب کی چراغ دن رات بھی کرتے رہو
حُب نہیں دل میں نبی ﷺ کی سب کی سب ناکام ہے

تصوف ومعرفت

اے برادر! آج کے دور میں تصوف ومعرفت کی بات کرنا بعض لوگوں کے نزدیک بالکل بے معنی سی بات ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ جب ہر طرف رواداری کا دور ہوا انسانیت اور اخلاق

حدود کو یکسر توڑ چکی ہو اور عمل و ایمان کا فقدان ہو تو اُس وقت تصوف کی اشد ضرورت ہوتی ہے۔

تصوف کے یوں تو کئی معنی تفسیریں کی جاتی ہیں لیکن سادہ زبان میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ شریعتِ محمدی ﷺ کو عملی طور پر اپنانا اور اپنے آپ کو خالق حقیقی کی محبت میں مشغول و مصروف رکھنا تصوف کہلاتا ہے۔ انہی معنوں میں تصوف کی تاریخ اس وقت سے شروع ہوتی ہے جب سے انسان اور خدا کا تعلق معرض وجود میں آیا ہے اور اس وقت تک برقرار رہے گا جب تک عابد اور معبود کا رشتہ باقی ہے۔

اسلام کی تبلیغ و ترویج میں جہاں دوسرے عناصر کارفرما ہیں وہاں تصوف و معرفت کی عملی تعلیم نے بھی اپنا کام دکھایا ہے۔ یہ خاص حصہ صوفیائے کرام اور اولیاء عظام کا ہے۔ صوفیائے کرام نے اسلام کی تبلیغ تین مختلف طریقوں سے کی ہے۔

1- نظری تبلیغ 2- عملی تبلیغ 3- تحریری یا نقلی تبلیغ

فیضِ نظر سے صوفیائے کرام نے کفر و الحاد کی تاریکیوں میں ڈوبے ہوئے دلوں کو توحید و معرفت کی روشنی سے منور کیا اور روحانی آلائشوں کو دور کرنے کے ساتھ ساتھ اولیائے عظام نے طبابت کے ذریعہ سے جسم کی کلفتوں کو بھی ختم کر دیا۔

جہاں تک عملی پہلو کا تعلق ہے تصوف کا راستہ عمل و یقین کا راستہ ہے۔ یہ ایک ایسی بھٹی ہے کہ جو اس میں پڑتا ہے وہ کندن بن کے نکلتا ہے۔ صوفیائے کرام کے عمل اور انکی عملی اسلامی زندگی نے بھی اسلام کی تبلیغ و ترویج میں خاطر خواہ حصہ لیا۔ حضرت معین الدین چشتی رحمتہ اللہ علیہ نے ہندوستان میں قریباً نوے لاکھ کو حلقہ بگوشِ اسلام کیا۔ یہ ان کے فیض نظر اور باطنی عمل کا اثر تھا۔

تیسرا پہلو تقریر و تحریر کا ہے۔ بزرگانِ دین نے سلوک و معرفت کی تدریس بھی کی اور درس قلم بند بھی کیے اور یہی نہیں تصوف پر ہونے والے اعتراضات کے جواب بھی دیئے اور اسکی

حقیقت کو اجاگر اور واضع بھی کیا۔ جن میں سے کچھ کے نام یہ ہیں۔

حضرت مولانا رومؒ، حضرت امام غزالیؒ، حضرت فرید الدین گنج شکرؒ، حضرت سلطان باہوؒ، حضرت داتا گنج بخش ہجویریؒ اور اس دور کے حضرت قبلہ پیر سیّد جماعت علی شاہ صاحبؒ جیسے اُجل اور مشہورِ زمانہ بزرگانِ دین کے نام میرے اس دعوے کی دلیل ہیں۔ انکے کارہائے نمایاں دنیا جانتی اور مانتی ہے۔ اور ایسے ہی حضور قبلہ پیر سیّد چراغُ النّبی شاہؒ گیلانی نقشبندی مجددی جماعتی صاحب کے کارہائے نمایاں ہیں۔

نظری اور عملی پہلو کا جمالِ ذکر

قبلہ شاہ صاحب والدہ ماجدہ کی طرف سے حسینی سیّد ہیں اور والد مکرم کی طرف سے حسنی سیّد ہیں۔ والد صاحب کا اسمِ گرامی سیّد کرم حسینؒ شاہ صاحب ہے اور اُن کا سلسلہ نسب حضرت عبدالقادر جیلانیؓ سے ہوتا ہوا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔

حضور قبلہ پیر سیّد چراغُ النّبی شاہ صاحب کا سارا سلسلہ نسب دین کی تبلیغ میں اور تصوف کے اسرار و رموز کی معرفت اور جناب حضرت محمد ﷺ کی حمد و نعت میں مصرف و مشغول رہا یہاں تک کے قبلہ شاہ صاحب کی پردادا کے والد ماجد جناب الحاج سیّد غلام رسولؒ شاہ صاحب کی وفات بھی قیام کی حالت میں ہوئی جبکہ صلوۃ میں قیام فرما رہے تھے آپ کے ہاتھ کا لکھا ہوا قرآن پاک بطور نمونہ قبلہ شاہ صاحب کے پاس اب بھی موجود ہے۔

اِن امور کی روشنی میں دیکھا جائے تو تصوف و معرفت اور دینِ متین کی تبلیغ و اشاعت اور نعتِ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اِس خاندان عالیہ کا پرانا اور اہم اصول ہے۔

اور یہی وصف حضور قبلہ پیر سیّد چراغُ النّبیؒ شاہ گیلانی نقشبندی مجددی جماعتی شاہ صاحب میں بدرجہ اتم موجود ہیں۔

اے برادر۔ میدان تصوف میں مرشد برحق کی بیعت اور اللہ کے کامل ولی کو اپنا راہبر بنانے کے متعلق یہ ہے کہ حضور قبلہ پیر سیّد چراغُ النبیؒ شاہ صاحب اورآپ کے چچا حضرت قبلہ پیر سیّد نذیر حسینؒ شاہ صاحب جن کا مزار شریف کھڑور پکا شریف میں ہے۔امیر ملت ۔ زبدۃ العارفین ۔قدوۃ السالکین ۔الحاج حضرت قبلہ پیر سیّد جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری قدس سرہ سے بیت ہیں ۔اور دربار عالیہ سے صاحب اجازت بھی ہیں ۔قبلہ محدث علی پوری کی ذات گرامی محتاج تعارف نہیں ہے۔آپ سے بے شمار لوگوں نے نظری وعملی فیض اور تحریری فیض بھی حاصل کیا ہے۔

چناچہ قبلہ مرشد برحق محدث علی پوری کی طرف سے قبلہ پیر سیّد چراغُ النبیؒ شاہ صاحب نے خاندانِ نقشبندیہ کا جہاں روحانی فیض حاصل کیا وہاں قلمی اور تحریری فیض سے بھی سیراب ہوئے اس طرح قبلہ پیر سیّد چراغُ النبیؒ شاہ صاحب سلسلہ نسب کے تحت قادریہ اور چشتیہ فیض جو کہ آپ کے پردادا کے والد ماجد الحاج سیّد غلام رسولؒ شاہ صاحب کو جو فیض ۔حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمتہ اللہ علیہ سے چشتی فیض ملا وہ آپ تک پہنچا ہے۔اور مرشدِ برحق محدث علی پوری کی طرف سے نقشبندی فیض کے لبریز جام مریدانِ تشنہ گام کو پلا رہے ہیں۔اور کسی کو مستانہ، کسی کو پروانہ اور کسی کو دیوانہ بنا رہے ہیں اور مرشد برحق کی نظرِ کرم سے عاشقان مصطفٰے ﷺ کو عشقِ مئے وحدت کے جام پر جام پلا رہے ہیں۔کوئی سراپا روشنی ونور بن کر اُبھر رہا ہے۔کوئی اللہ اللہ کی صدائیں بلند کر رہا ہے۔کوئی ،صلِّ علٰی ، سے فضائیں معطر کر رہا ہے۔اس کے علاوہ جب آپ نے موجودہ زمانہ کے مسلمانوں کی زبوں حالت کو دیکھتے ہوئے کہ جہاں مسلمان اور باتیں بھول چکے ہیں وہاں وہ اپنے مولا وآقا حضور نبی کریم ﷺ کی شان سے بھی غافل ہو چکے ہیں۔

اور پھر اس پر شامت اعمال سے قوم مسلم میں ایسے مسلم نما بے دین بھی پیدا ہو گئے کہ

جنہوں نے شانِ حضور نبی کریم ﷺ کو گھٹانا اپنا دین قرار دے لیا۔ اور حضور نبی کریم ﷺ کو اپنی مثل بشر اور بڑا بھائی اور معاذ اللہ نہ جانے کیا کیا بتانا شروع کر دیا۔ سیدھے سادھے مسلمان اِن منافقوں کے جال میں گرفتار ہو گئے۔ اس رفتارِ زمانہ کو دیکھ کر سمجھدار اور دیندار مسلمان خون کے آنسو روتے ہیں۔

زمانے کی اس زبوں حلت کو دیکھتے ہوئے حضور قبلہ پیر سیّد چراغُ النّبیؒ شاہ صاحب نے بجھے ہوئے دلوں میں شمع رسالت ﷺ روشن کرنے کا عزم کیا۔ اور سچی لگن۔ راحیلِ شوق۔ ایمان کی پہچان۔ جیسی شاہکار کتابیں لکھی جو راہِ سلوک اور معرفت اور نعت پر مشتمل ہیں۔ اور جو بھی آپ نے تقریر یا تحریر۔ لکھی وہ عشقِ نبی ﷺ میں ڈوب کر لکھی۔ آپ نے جو۔ تقریر یا تحریر۔ کی وہ انتہائی مقبول ہوئی اور دلوں پر اپنا خاص اثر رکھتی ہے۔ اور سبھی یکساں طور پر مقبول ہیں اور قاری کے دل پر اثر کرتی ہیں اور جس کے پڑھنے سے مومنوں کے دلوں کو سرور اور آنکھوں کو نور حاصل ہوتا ہے اور دل نورِ ایمانی سے جگمگا اُٹھتا ہے۔

وصال

جسمانی طور پر کمزور لیکن روحانی طور پر انتہائی طاقتور، غوثؓ اعظم کا یہ شہزادہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غلام، محبت کا درس دیتے ہوئے مورخہ 23,22 جنوری 2004ء جمعرات اور جمعہ کی درمیانی شب اپنے خالق حقیقی سے جاملا۔ آپ علامہ اقبال کا اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

مرنے والے مرتے ہیں لیکن فنا ہوتے نہیں
وہ حقیقت میں کبھی ہم سے جدا ہوتے نہیں

بعد از وصال بذریعہ خواب دوستوں کی رہنمائی ہو رہی ہے اور ہوتی رہے گی۔

حدیث پاک کے مطابق خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے یعنی یہ بھی کشف والہام کا ایک ذریعہ ہے۔خواب کی حقیقت پر بہت سے تصانیف موجود ہیں لیکن ان میں سے علامہ ابن سیرین کی تصنیف تعبیر الرؤیا بہت اہم کتاب ہے۔ ہر شخص خواب کی حقیقت یا تعبیر نہیں جانتا۔اس لئے بزرگان دین ہر ایک کو خواب بتانے سے منع فرماتے ہیں۔تاہم اپنے پیرومرشد کو یا ان کے خلفاء کو خواب بتانے میں کوئی حرج نہیں۔

مزار پُر انوار

کہروڑ پکا شریف ضلع لودھراں میں جس حجرۂ مبارک میں نبی ﷺ کا یہ چراغ اپنے خالق و مالک کی عبادت میں ہمہ شب مصروف رہتا تھا۔اسی حجرۂ مبارک میں آپ کے فرمان کے مطابق آپ کی آخری آرام گاہ بنائی گئی ہے اور وہیں پر آپ کا مزار مبارک زیر تعمیر ہے۔مزار مبارک صاحبزادہ سیّد زمرد حسین گیلانی کی زیر نگرانی تعمیر کے مراحل تیزی سے طے کر رہا ہے۔

سجادۂ نشین اور آپ کے خلفاء

اپنی حیات مبارکہ میں ہی 24,23 اکتوبر 2003ء کو سالانہ عرس مبارک کے موقع پر آپ نے اپنے اکلوتے بیٹے صاحبزادہ سیّد زمرد حسین شاہ صاحب گیلانی نقشبندی جماعتی کی اپنے دست مبارک سے دستار بندی فرما کر اپنا جانشین مقرر فرمایا۔

جن کو بعد میں 2004ء میں صاحبزادہ فخر ملت حضرت قبلہ پیر سیّد افضل حسین شاہ صاحب نقشبندی جماعتی سجادہ نشین علی پور شریف نے سالانہ عرس مبارک حضرت قبلہ الحاج حافظ پیر سیّد جماعت علی شاہ صاحبؒ کے موقع پر علی پور شریف میں خلافت سے نوازا۔

آپ کا یہ شہزادہ انتھک محنت لگن اور محبت سے اپنے فرائض منصبی نبھا رہا ہے۔اللہ تعالیٰ

ان کا سایہ تادیر قائم رکھے(آمین)

اسی طرح آپ نے اپنی زندگی میں ہی (ماسٹر محمد رمضان صاحب نقشبندی چراغوی) اور (میجر ہدایت اللہ نقشبندی چراغوی) کو بھی خلافت سے نوازا۔ یہ دونوں خلفاء حضرت قبلہ صاحبزادہ پیر سیّد زمرد حسین شاہ صاحب کے زیر سایہ ایک خادم کی حیثیت سے دوستوں کی خدمت کررہے ہیں۔آپ کا فیض آپ کے وصال کے بعد جاری وساری ہے اور رہے گا۔ (انشاءاللہ العزیز) کیونکہ۔

ہر گز نمیرد آنکس دلش زندہ شد بعشق
ثبت است برجریدۂ عالم دوام ما

ترجمہ:۔جس ہستی کا دل عشق سے زندہ ہووہ مرتانہیں اور دنیا میں ہمارا ہمیشہ باقی رہنا ثابت ہے۔

آپ کا کلام

آپ نے جو کلام لکھاوہ قارئین تک پہنچ گیا ہے یعنی ایک مرد قلندر کے دل کی آواز جو کہ ان کے مشاہدات پر مبنی ہے درحقیقت یہی وہ کلمات طیبات ہیں جن کے متعلق مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

گفتہ او گفتہ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ شود

ترجمہ:۔ اگر الفاظ ایک بندے کے حلق سے ادا ہوتے ہیں لیکن ان کا کہنا اللہ کا فرمان ہوتا ہے۔

علامہ اقبال کہتے ہیں۔

دل سے جو آہ نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

آپ کا اپنا فرمان

وہ خاک جانے گا شان قلندری کیا ہے ؟
جو اپنے آپ کی ہستی کا راز پا نہ سکا

عاجزی

آپ نے اردو، ہندی اور پنجابی میں اشعار کہے ہیں آپ اکثر فرمایا کرتے کہ بھئی میں کوئی شاعر نہیں اور نہ اتنی تعلیم ہے لیکن آپ نے جو بھی تحریر لکھی وہ انتہائی مقبول ہوئی اور دلوں پر اپنا خاص اثر رکھتی ہے۔ آپ کی کتاب ''سچی لگن'' یا ''راحیل شوق'' یا ''ایمان کی پہچان'' تینوں یکساں طور پر مقبول ہیں اور قاری کے دل پر اثر کرتی ہیں۔

گزارش

قارئین کرام سے گزارش ہے کہ فنی معاملات کو زیر بحث لانے کی بجائے ''مرد قلندر کا

پیغام سمجھ کر'' اپنے دل ودماغ پر وارد کریں تو ان کی بگڑی بن سکتی ہے۔ کیونکہ مشہور عربی مقولہ ہے ''کلام الملوک، ملوک الکلام'' بادشاہوں کا کلام کلاموں کا بادشاہ ہوتا ہے۔ درحقیقت یہی ہستیاں نبی اکرم ﷺ کی مسند رشدو ہدایت کی جانشین ہیں۔

حق کے متلاشی صاحب دل حضرات سے خصوصاً اور عوام الناس سے عموماً گزارش ہے کہ اس ہستی کے کلام کا باوضو اور قلب وروح کو حاضر کر کے مطالعہ فرمائیں تا کہ ان کے دل کی بستی آباد ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کلام کو سمجھنے اور اس متاع بے بہا پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

کتاب ''راہِ ہدایت'' میں حضرت قبلہ پیر سیّد چراغ النبی گیلانی نقشبندی جماعتیؒ کے۔

ملفوظات

پیش کرنے کا ایک مقصد حضرت کی ذات پاک کا جمالی تعارف ہے۔ کتاب کے مطالعہ سے حضرت کی شخصیت کا ایک خاکہ قاری کے ذہن میں ابھرے گا اور یہ بات بھی واضح ہو جائے گی کہ اللہ کے ولی آج کے اس مادی دور میں عظیم خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم ان کو صدق دل سے تلاش کریں۔ ہم دنیا کی تلاش میں دن رات سرگرداں ہیں۔ خدا کرے کہ ہم حق کے متلاشی بن کر میدان میں آئیں۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندہ ہیں اللہ کے ولی بقاباللہ ہیں وہ ہماری کوششوں کا انعام ضرور عطا فرمائیں گے صرف ہماری طرف سے مخلص کوشش درکار ہے۔ اللہ تعالیٰ عطا فرمائے۔

شوق اگر ترا نہ ہو میری نماز کا امام
میرا قیام بھی حجاب میرا سجود بھی حجاب

(بال جبریل)

خدا تجھے کسی طوفاں سے آشنا کر دے
کہ تیرے بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں

(ضرب کلیم)

ان حقائق کو مدنظر رکھ کر آپ ایک دفعہ حضرت قبلہ کے آستانہ عالیہ کی حاضری دے کر صاحبزادہ قبلہ پیر سید زمرد حسین گیلانی نقشبندی جماعتی مدظلہ العالی سے ضرور ملیں انشاء اللہ آپ کو روحانی تسکین حاصل ہوگی۔ کیونکہ علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں۔

کیمیا پیدا کن از مشت گلے
بوسہ زن بر آستان کا ملے

ترجمہ: (اے انسان) تو اپنی مشت غبار کو کیمیا بنانے کیلئے کسی مرد کامل کے آستانے کے بوسے لے لے؛

احقیر سگ درگاہ چراغ
حاجی محمد اکرم نقشبندی چراغوی
ساہیوال

طہارت

طہارت سے مراد ہے نجاست، گندگی و ناپاکی سے پاک ہونا۔خواہ وہ ظاہری ہو یا باطنی۔شریعت کی اصطلاح میں طہارت ایک خاص صفت سے عبارت ہے۔جس کا صاحب شریعت نے اس لئے حکم دیا ہے کہ جسم پاک ہوجائے اور نماز درست ادا ہوجائے کیونکہ رب باری تعالیٰ کو طہارت پسند ہے۔

طہارت کی اقسام

طہارت کی دو قسمیں ہیں۔طہارت صغریٰ، طہارت کبریٰ۔طہارت صغریٰ سے مراد وضو ہے جبکہ طہارت کبریٰ سے مراد غسل ہے۔

نجاست

لغت کی رو سے ہر گندگی نجاست کہلاتی ہے۔خواہ وہ ظاہری ہو یا باطنی۔ظاہری نجاست جیسے خون، پیشاب، پاخانہ وغیرہ اور باطنی نجاست جیسے گناہ و معصیت وغیرہ۔شریعت کی اصطلاح میں نجاست کی دو اقسام ہیں۔نجاست حکمیہ اور نجاست حقیقیہ۔

نجاست حکمیہ وہ نجاست جو ظاہراً نظر نہ آئے لیکن شریعت نے اس سے پاک ہونے کا حکم دیا ہو جیسے حدث اصغر (جن امور سے غسل فرض ہوتا ہے) کو نجاست حکمیہ کہتے ہیں۔یہ شریعت کی رو سے ایک عارضی کیفیت ہے جو تمام بدن پر یا اس کے اعضاء پر وارد ہوتی ہے اور طہارت سے دور ہوجاتی ہے۔

نجاست حقیقیہ اس گندگی کو کہتے ہیں جو ظاہراً نظر آئے اسے شرع نے اصل نجاست قرار دیا ہے۔انسان اپنے بدن، کپڑوں اور کھانے پینے کی چیزوں کو اس سے بچاتا ہے۔مثلاً

پیشاب، شراب، خون، فضلہ وغیرہ۔ اس سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے اور اگر کسی چیز پر لگ جائے تو اسے دور کر کے اس چیز کو پاک کرنے کا حکم ہے۔

نجاست غلیظہ اور نجاست خفیفہ

نجاست غلیظہ اسے کہتے ہیں جس کے ناپاک ہونے کی صراحت قرآن پاک وحدیث مبارکہ میں موجود ہے۔ کوئی نص اس کی ناپاکی کے خلاف موجود نہ ہو یعنی اس میں کسی قسم کا شبہ نہ ہو تمام دلائل سے اس کا ناپاک ہونا ہی ثابت ہو اور ایسی نجاست سخت ہوتی ہے۔ یعنی آدمی کا فضلہ، پیشاب، منی، جانوروں کا گوبر، حرام جانوروں کا پیشاب، انسان اور جانوروں کا بہتا ہوا خون، شراب، مرغی اور مرغابی و بطخ کی بیٹ نجاست غلیظہ میں شامل ہیں۔

نجاست غلیظہ کے بارے میں حکم ہے کہ کپڑے یا بدن میں مقدار درہم کے برابر ہو تو دھونا واجب اور اگر مقدار درہم سے کم لگ جائے تو معاف ہے۔ نماز ہو جائے گی لیکن اگر مقدار درہم سے زائد لگی ہو تو معاف نہیں بلکہ دھونا فرض ہے۔

چیل، کوا، گدھ وغیرہ کی نجاست غلیظہ ہے یعنی حرام پرندے جو اُڑتے ہیں ان کی بیٹ نجس ہے۔

نجاست خفیفہ اس کو کہتے ہیں جس کا نجس ہونا یقینی ہو۔ کسی دلیل سے اس کا ناپاک ہونا معلوم ہوتا ہو اور کسی دلیل سے اس کے پاک ہونے کا شبہ ہوتا ہو۔ نجاست خفیفہ درج ذیل چیزوں پر مشتمل ہے۔ حلال جانوروں مثلاً گائے، بھینس بکری وغیرہ کا پیشاب نجاست خفیفہ ہے۔ حلال چڑیا یا اس طرح کے چھوٹے پرندوں کی بیٹ نجاست خفیفہ ہے۔

نجاست خفیفہ کے بارے میں حکم ہے کہ کپڑے یا بدن میں لگ جائے تو جس حصہ میں لگی ہے۔ اگر اس کے چوتھائی حصہ سے کم ہو تو بغیر دھوئے نماز ہو جائے گی اور اگر پورا چھوتھائی یا اس سے زیادہ ہو گیا تو معاف نہیں بلکہ دھونا لازم ہے۔

وضو

وضواس چیز کو کہتے ہیں جس کے ساتھ طہارت حاصل کی جائے۔مثلاً مٹی یا پانی سے۔ جسم کے چند اعضاء کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کے مطابق دھونے کو وضو کہا جا تا ہے۔وضو جسم کو پاک کرنے کیلئے ضروری ہے۔وضو کے بغیر کوئی بھی نماز نہیں ہوتی اور نہ ہی خانہ کعبہ کا طواف بغیر وضو ہوتا ہے۔اس لئے وضو نماز کیلئے ضروری ہے۔وضو کے بارے میں رب باری تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْھَکُمْ وَاَیْدِیَکُمْ اِلَی الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُ وْ سِکُمْ وَاَرْجُلَکُمْ اِلَی الْکَعْبَیْنِ (سورۃ المائدہ۔5-6)

ترجمہ:۔ اے ایمان والو! جب تم نماز کے لئے کھڑے ہونے کا ارادہ کرلو تو اپنے چہروں کو اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھولو اور اپنے سروں کا مسح کرو اور اپنے پاؤں (بھی) ٹخنوں سمیت (دھولو)

وضو کے فضائل (احادیث کی روشنی میں)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد پاک ہے کہ قیامت کے دن میری امت اس حالت میں بلائی جائے گی کہ ان کے چہرے، ہاتھ اور پاؤں وضو کے باعث چمکتے ہوں گے تو جس سے ہو سکے ان کی چمک زیادہ کرے (یعنی وضو اچھی طرح کرے) (بخاری شریف)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔جب کوئی مومن وضو کرتا ہے تو جس وقت چہرہ دھوتا ہے تو جیسے ہی چہرے سے پانی گرتا

ہے یا پانی کا آخری قطرہ گرتا ہے تو اس کے گناہ جھڑ جاتے ہیں جو اس نے اپنی آنکھوں سے کیے تھے۔ جب وہ ہاتھ دھوتا ہے تو جیسے ہی ہاتھوں سے پانی کے قطرے گرتے ہیں یا پانی کا آخری قطرہ گرتا ہے تو اس کے وہ گناہ جھڑ جاتے ہیں جو اس نے ہاتھوں سے کئے تھے اور جب وہ اپنے پاؤں کو دھوتا ہے تو جیسے ہی اس کے پاؤں سے پانی گرتا ہے یا پانی کا آخری قطرہ گرتا ہے تو اس کے وہ تمام گناہ جھڑ جاتے ہیں جو اس نے اپنے پاؤں سے کئے تھے یہاں تک کہ وہ گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے۔ (صحیح مسلم)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ جو سخت سردی میں وضو کرے اس کے لئے دوگنا ثواب ہے۔ (طبرانی)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو میں آٹھ سال کا تھا۔ مجھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اے بیٹے اگر تم سے ممکن ہو سکے تو ہمیشہ باوضو رہو۔ اس لیے کہ جب ملک الموت روح قبض کرتا ہے تو اگر وہ شخص باوضو ہوتا ہے تو اس کو شہادت کا خلعت عطا فرماتا ہے کیونکہ وضو اسرار الٰہی میں سے ایک راز ہے۔ (سیر الاولیاء)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ میرا حوض مقامِ عدن سے لے کر ایلہ تک کے فاصلہ سے زیادہ بڑا ہے۔ اس کا پانی برف سے زیادہ سفید، شہد ملے دودھ سے زیادہ میٹھا اور اس کے برتنوں کی تعداد ستاروں سے زیادہ ہے۔ میں دوسرے لوگوں کو اس حوض سے اس طرح روکوں گا جیسے کوئی شخص اپنے حوض سے پرائے اونٹوں کو روکتا ہے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں اس دن پہچان لیں گے۔ فرمایا ہاں۔ تم میں ایک ایسی علامت ہے جو دوسری کسی

امت میں نہیں ہوگی۔ تم جس وقت حوض پر میرے پاس آؤ گے تو تمہارے چہرے اور پاؤں آثارِ وضو کی وجہ سے سفید اور چمک دار ہوں گے۔ (صحیح مسلم)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جنت کی کنجی نماز ہے اور نماز کی کنجی وضو ہے۔ (احمد۔ سنی بہشتی زیور)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے کسی صحابی سے فرمایا کہ۔ ہمیشہ وضو کی حالت میں رہا کر اس طرح تیرے دونوں محافظ فرشتے تیرے ساتھ محبت کریں گے۔

(کشف المحجوب)

وضو کرنے کا طریقہ

وضو کرنے کا مسنون طریقہ حدیث نبوی کے مطابق یہ ہے۔

سیّدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میرے والد محترم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ابی طالب نے مجھ سے وضو کا پانی طلب فرمایا۔ میں نے وضو کا پانی لا کر حاضر خدمت کیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وضو فرمانا شروع کیا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پانی میں ہاتھ ڈالنے سے قبل دونوں ہاتھوں کو تین مرتبہ دھویا۔ اس کے بعد تین مرتبہ کلی فرمائی اور تین مرتبہ ناک صاف فرمائی بعد ازاں آپ نے منہ کو تین مرتبہ دھویا پھر آپ نے دائیں ہاتھ کو کہنی تک تین مرتبہ دھویا پھر بائیں ہاتھ کو اسی طرح دھویا پھر آپ نے اپنے سر مبارک پر ایک مرتبہ مسح فرمایا۔ اس کے بعد دائیں پاؤں کو ٹخنوں تک تین مرتبہ دھویا پھر ایسے ہی بائیں پاؤں کو اس کے بعد آپ نے کھڑے ہو کر پانی لانے کا حکم صادر فرمایا۔ میں نے برتن جس میں وضو کا بچا ہوا پانی تھا حاضر خدمت کیا تو آپ نے کھڑے کھڑے اس سے پانی پی لیا۔

میں حیران ہوا تو پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے دیکھ کر ارشاد فرمایا۔ حیران نہ ہوں

میں نے آپ کے نانا جان کو ایسے ہی کرتے دیکھا ہے جیسے تم مجھے کرتا دیکھ رہے ہو۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی طرح وضو فرماتے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پیتے تھے۔ (نسائی۔السنن۔کتاب الطہارۃ)

وضو کے آداب اور سنتیں

وضو کے آداب یہ ہیں۔ اونچی جگہ بیٹھنا، قبلہ رو ہونا۔

وضو کی سنتیں یہ ہیں۔

1- نیت کرنا۔ 2- بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر وضو شروع کرنا۔ 3- کسی اور سے مدد نہ لینا۔ 4- دنیاوی بات چیت نہ کرنا۔ 5- چہرہ دھونے سے پہلے دونوں ہاتھ گٹوں سمیت تین بار دھونا 6- مسواک کرنا۔ 7- تین بار کلی کرنا۔ 8- تین بار ناک میں پانی چڑھانا۔ 9- تین بار داڑھی میں خلال کرنا۔ 10- تین بار بازو دھونا۔ 11- پورے سر کا مسح کرنا ایک بار 12- کانوں اور گردن کا مسح کرنا۔ 12- ہاتھوں اور پیروں کی انگلیوں کا خلال کرنا۔ 13- پے در پے اس طرح وضو کرنا کہ کسی عضو کے خشک ہونے سے پہلے دوسرا دھولیا جائے۔ 14- وضو سے بچے ہوئے پانی کو کھڑے ہو کر پینا۔ 15-

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے اچھے طریقے سے وضو کیا پھر کہا میں اللہ تعالیٰ کے ایک معبود ہونے کی گواہی دیتا ہوں کہ وہ ایک ہے کوئی اس کا شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اے اللہ مجھے بہت توبہ کرنے والوں میں کردے اور مجھے پاک وصاف رہنے والوں میں شامل فرمادے۔ اس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جائیں گے وہ جس میں سے چاہے گا داخل ہوگا۔ (ترمذی)

اے برادر! نماز سے پہلے وضو کرنا ضروری ہے کیونکہ یہ حکم ربی ہے اور حدیث مبارکہ سے بھی ثابت ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔تم میں سے بغیر وضو کسی شخص کی نماز قبول نہیں ہوتی جب تک کہ وہ وضو نہ کرے۔ (صحیح مسلم)

مندرجہ بالا حدیث مبارکہ کی روشنی میں امت کا اس پر اجماع ہے کہ بغیر طہارت کے نماز پڑھنا حرام ہے۔طہارت وضو سے حاصل کی جائے یا تیمّم سے۔خواہ فرض نماز پڑھنی ہو یا نفل،سجدہ تلاوت کرنا ہو یا سجدہ شکر۔نماز ایک قلعہ ہے اور وضو اس کا دروازہ۔

حضرت توکل شاہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم نے بچپن میں وعظ سنا تھا کہ جب کوئی نمازی بسم اللہ پڑھ کر وضو کرنا شروع کرتا ہے تو اس پر چار فرشتے نور کی چادر تان کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔جب وضو کرنے والا وضو کے دوران کوئی دنیاوی گفتگو کرتا ہے۔ایک بات کرنے پر ایک فرشتہ چادر کا ایک گوشہ چھوڑ دیتا ہے۔جب دوسری بات کرتا ہے تو دوسرا فرشتہ نورانی چادر کا دوسرا گوشہ چھوڑ دیتا ہے۔جب تیسری بات کرتا ہے تو تیسرا گوشہ چھوڑ دیتا ہے اور چوتھی بات پر چوتھا فرشتہ گوشہ چھوڑ کا الگ ہو جاتا ہے۔اس پر ایک شخص نے کہا کہ حضور! پھر تو ضرور ہی بات کرنی چاہیے تا کہ فرشتے چادر چھوڑ دیں اور وضو کرنے والے کے اوپر وہ نور کی چادر آ گرے۔اس پر آپ مسکرائے اور فرمایا۔نور کا خاصا ہے کہ وہ اوپر کو چڑھتا ہے نیچے نہیں گرتا اس لئے اگر چاروں فرشتے نورانی چادر کو چھوڑ دیں تو وہ اوپر چڑھ جائے گی نیچے نہیں آئے گی۔

اس لئے وضو کرتے وقت بات چیت نہیں کرنی چاہیے اور وضو شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ضرور پڑھنا چاہے۔رب باری تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

اذان کی ابتداء

جب مدینہ منورہ میں مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیار ہو چکی تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خیال آیا کے مسلمانوں کو کس طرح نماز کے لئے جمع کیا جائے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم سے مشورہ کیا کہ نماز کے لئے مسلمانوں کو کس طرح جمع کیا جائے۔ ظاہر ہے کہ ایک وقت اور ایک مکان میں اجتماع بغیر اعلان و آگاہی کے نہیں ہو سکتا اس لیے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے اعلان کے لئے کئی طریقے پیش کیے۔ بعض نے کہا کہ آگ روشن کر کے اونچی کردی جائے۔ مسلمان اس کو دیکھ کر جمع ہو جایا کریں گے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بوجہ مشابہت ''مجوس'' اس طریقہ کو پسند نہ فرمایا، بعض صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے ''ناقوس'' تجویز کیا مگر بوجہ مشابہت نصاری یہ تجویز رد کردی گئی ''بوق'' کو بوجہ مشاہبت یہود پسند نہ کیا گیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مشورہ دیا کہ ایک شخص کو نماز کے وقت بغرض اعلان بھیج دیا جاے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ اُٹھ کر نماز کے لئے ندا کردے۔ چنانچہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ یوں ندا کر دیا کرتے۔ ''الصلوٰۃ جامعہ''۔ اسی اثناء میں حضرت عبداللہ بن زید انصاری کو خواب میں ان سے بہتر طریقہ بتلا دیا گیا اور وہ مروجہ اذان شرعی ہے۔ حضرت عبداللہ نے اپنا خواب بارگاہ رسالت میں عرض کیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اس سے پہلے اس بارے میں وحی آچکی تھی۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا یہ بے شک حق ہے ان شاء اللہ تعالیٰ، اور حضرت عبداللہ کو حکم دیا کہ حضرت بلال کو کلمات اذان کی تلقین کردو، وہ اذان دیں گے کیونکہ ان کی آواز تم سے بلند اور نرم و شیریں ہے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور حضرت بلال رضی اللہ

تعالیٰ عنہ پہلے مؤذن ہوئے۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز میں وہ تاثیر تھی کہ جو بھی سنتا مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف کھینچا چلا آتا اور کیوں نہ آتا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا۔ (ابن داؤد۔ترمذی۔ابنِ ماجہ)

اذان دینے کی فضیلت

اذان شعائر دین میں سے ہے۔ اذان سے محبت، اذان کا احترام ہر مومن کا ایمانی تقاضا ہے۔ اذان دینے کی فضیلت میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

اَلْمُؤَذِّنُوْنَ اَطْوَلُ النَّاسِ اَعْنَاقًا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ

ترجمہ۔ قیامت کے دن جب مؤذن اٹھیں گے تو ان کی گردنیں سب سے بلند ہوں گی۔

(صحیح مسلم، کتاب الصلوٰۃ۔ص:387)

مذکورہ بالا حدیث کی روشنی میں درج ذیل نکات اخذ ہوتے ہیں۔

1- قیامت کے دن مؤذنوں کی گردنیں سب سے لمبی ہوں گی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مؤذن میدان حشر میں سب سے ممتاز اور منفرد نظر آئیں گے۔

2- دوسرا مطلب یہ ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید زیادہ ہوگی اور جس شخص کو کسی چیز کی امید ہوتی ہے وہ گردن اٹھا اٹھا کر امید بھری نظروں سے دیکھتا ہے۔

3- تیسرا مطلب یہ ہے کہ مؤذن اپنے اعمال پر نادم اور شرمسار نہیں ہوں گے کیونکہ جو نادم اور شرمسار ہوں اُن کی گردنیں جھکی ہوئی ہوتی ہیں جبکہ ان کی گردنیں بلند ہوں گی۔

4- چوتھا مطلب یہ ہے کہ مؤذن کی اذان سن کر لوگ مساجد میں نماز پڑھنے جاتے ہیں تو نمازی تابع اور مؤذن متبوع ہوا اور متبوع چونکہ سردار ہوتا ہے اس لیے قیامت کے دن اس کی

گردن بلند ہوگی تا کہ اس کا سر نمایاں نظر آئے۔

5- پانچواں مطلب یہ ہے کہ گردن لمبی ہونے سے مؤذن کے اعمال کی کثرت کی طرف اشارہ ہے یہ کثرت اس وجہ سے ہے کہ مؤذن کی اذان سن کر جس قدر لوگ نماز پڑھنے آئیں گے ان تمام کے اعمال کا ثواب مؤذن کے نامہ اعمال میں لکھا جائے گا اگرچہ نمازیوں کے اپنے ثواب میں کمی نہیں ہوگی۔ (شرح صحیح مسلم۔ جلد:ا۔ ص:1098)

اے برادر اسلام! ذرا غور تو کر کہ آج اس بیسویں صدی میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شروع ہونے والی اذان کا ایک لحہ بھی آج کرہ ارض پر اللہ اکبر کی صداؤں سے فیضیاب ہوئے بغیر نہیں گزرتا۔ دن اور رات کے ہر لمحے میں اللہ اکبر کی آواز مسلسل گونجتی رہتی ہے اور دنیا کے کسی نا کسی کونے میں ہر وقت اور ہر لحہ ہزاروں مؤذن اللہ بزرگ و برتر کی توحید اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا اعلان کر رہے ہوتے ہیں۔

دنیا کے نقشے پر اسلامی ملک انڈونیشیا کرہ ارض کے مشرق میں واقع ہے۔ یہ ملک بے شمار جزیروں پر مشتمل ہے۔ جن میں جاوا، ساٹرا، بورنیو اور سیلیبز مشہور ہیں۔ انڈونیشیا آبادی کے لحاظ سے سب سے بڑا اسلامی ملک ہے۔ تقریباً 22 کروڑ کے اسلامی ملک میں غیر مسلم آبادی کا تناسب آٹے میں نمک کے برابر ہے۔ صبح ساڑھے پانچ بجے طلوع سحر کے ساتھ ہی انڈونیشیا کے مشرقی جزائر میں فجر کی اذان شروع ہو جاتی ہے اور مشرقی جزائر سے یہ سلسلہ مغربی جزائر کی طرف بڑھتا ہے اور ڈیڑھ گھنٹہ کے بعد جکارتہ میں مؤذن کی آواز گونجنے لگتی ہے۔ جکارتہ کے بعد یہ سلسلہ جزیرہ ساٹرا میں شروع ہو جاتا ہے اور ساٹرا کے مغربی قصبوں اور دیہات سے پہلے ملائیشیا کی مسجدوں میں اذانیں بلند ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ ملائیشیا کے بعد برما کی باری آتی ہے۔ جکارتہ سے جو سلسلہ شروع ہوتا ہے وہ ایک گھنٹہ کے بعد ڈھاکہ پہنچ جاتا ہے۔ بنگلہ دیش میں

ابھی اذان کا وقت ختم نہیں ہوتا کہ کلکتہ سے سری نگر تک اذان گونجنے لگتی ہے۔ دوسری طرف یہ سلسلہ کلکتہ سے ممبئی کی طرف بڑھتا ہے اور پورے بھارت کی فضاء توحید اور رسالت کے اعلان سے گونج اٹھتی ہے۔ سری نگر اور سیالکوٹ میں فجر کی اذان کا ایک ہی وقت ہے۔ سیالکوٹ سے کوئٹہ اور کراچی اور گوادر تک چالیس منٹ کا فرق ہے اس عرصہ میں فجر کی اذان پاکستان میں بلند ہوتی رہتی ہے۔

پاکستان میں یہ سلسلہ ختم ہونے سے پہلے ہی افغانستان اور مسقط میں فجر کی اذان شروع ہو جاتی ہے اور مسقط سے بغداد شریف تک ایک گھنٹہ کا فرق ہے۔ اس عرصہ میں اذانیں حجاز مقدس ،یمن و عرب امارات، کویت اور عراق میں گونجتی رہتی ہیں۔ بغداد سے اسکندریہ تک پھر ایک گھنٹہ کا فرق ہے۔ اس دوران میں مصر، صومالیہ اور سوڈان میں اذانیں بلند ہوتی ہیں۔ اسکندریہ سے طرابلس تک ایک گھنٹہ کا فرق ہے اس عرصہ میں شمالی افریقہ، لیبیا اور تیونس میں اذان کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ فجر کی اذان جس کا آغاز انڈونیشیا کے مشرقی جزائر سے شروع ہوا تھا وہ ساڑھے نو گھنٹے کا سفر طے کر کے بحر اوقیانوس کے مشرقی کنارے پہنچتی ہے۔ فجر کی اذان کے بعد بحر اوقیانوس تک پہنچنے سے قبل ہی مشرقی انڈونیشیا میں ظہر کی اذانیں بلند ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔

ڈھاکہ میں ظہر کی اذان شروع ہونے تک مشرقی انڈونیشیا میں عصر کی اذانیں بلند ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ یہ سلسلہ ڈیڑھ گھنٹہ میں بمشکل جکارتہ پہنچتا ہے کہ انڈونیشیا کے مشرقی جزائر میں نماز مغرب کا وقت ہو جاتا ہے اور جس وقت انڈونیشیا میں عشاء کی اذانوں کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ اس وقت افریقہ میں فجر کی اذانیں گوج رہی ہوتی ہیں۔

اے برادر! کیا آپ نے غور کیا کہ کرہ ارض پر ایک سیکنڈ بھی نہیں گزرتا جس وقت ہزاروں لاکھوں مؤذن بیک وقت اللہ بزرگ و برتر کی توحید اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی رسالت کا اعلان کرر ہے ہوتے ہیں۔ انشاءاللہ یہ سلسلہ قیامت تک جاری وساری رہے گا۔

مؤذن میں کن صفات کا ہونا ضروری ہے

مرد ہو، عاقل ہو، نیک ہو، نمازوں کے اوقات کو پہچانتا ہو، باعزت ہو، لوگوں کو تنبیہ کر سکتا ہو یعنی لوگوں میں اس کا اتنا وقار ہو کہ لوگ اس کی سخت باتیں سن سکیں۔ پابندی سے اذان کہتا ہو، رضائے الٰہی اور حصول ثواب کی خاطر اذان دیتا ہو۔ یہ نہ ہو کہ دل میں خیال کرے کہ میں مؤذن ہوں اور مجھ سے اچھا کوئی نہیں ہے۔ غرور اور تکبر سے پرہیز کرے۔

اذان سننے والے کے لئے حکم

مرد ہو یا عورت جو کوئی بھی اذان سنے تو اسے اذان کا جواب دینے کا حکم ہے اور اذان سننے والا بھی وہی الفاظ کہے جو مؤذن کہتا ہے۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اِذَا سَمِعْتُمُ النِّدَاءَ ، فَقُوْلُوْا مِثْلِ مَا یَقُوْلُ الْمُؤَذِّنُ (صحیح بخاری، کتاب اذان۔ ص:586)

ترجمہ:۔ جب تم اذان سنو تو اسی طرح کہو جس طرح مؤذن کہہ رہا ہو۔

لیکن جب مؤذن حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کہے تو سننے والے کو یہی الفاظ نہیں بلکہ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہ کہنا چاہیے۔ جیسا کہ حدیث مبارک سے ثابت ہے۔ حضرت یحییٰ کا بیان ہے کہ مجھ سے میرے بعض بھائیوں نے بیان کیا کہ مؤذن نے جب حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ کہا تو حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہ پڑھا اور فرمایا کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسی طرح کہتے سنا ہے۔

اور اسی طرح فجر کی اذان میں جب مؤذن اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْم کہے تو سامع

کو قَدْ صَدَقْتَ وَ بَرَرْتَ کہنا چاہیے۔ (صحیح بخاری۔کتاب الاذان۔ص:588)

اذان اور اقامت کے دوران انگوٹھے چومنا

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ جب نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئے تو آنکھوں پر انگوٹھے یا انگشتان شہادت رکھ کر چومنا جائز نہیں ہے۔ "نعوذ باللہ" اللہ تعالیٰ سمجھ عطاء فرمائے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسم مبارک کے ذکر پر انگوٹھے یا انگشتانِ شہادت چوم کر آنکھوں پر رکھنا نہ صرف جائز بلکہ مستحب عمل ہے۔ یہ عمل خلیفہ رسول سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سنت ہے۔

امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ (المقاصد الحسنۃ۔ص:1021) میں فرماتے ہیں۔ مؤذن سے اذان میں اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ سن کر انگشتان شہادت کے پورے جانب باطن سے چوم کر آنکھوں پر ملنا اور یہ پڑھنا چاہیے۔ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَ بِالاِسْلَامِ دِيْنًا وَ بِمُحَمَّدٍ نَّبِيًّا (میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، اور میں اللہ کے رب ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نبی ہونے پر راضی ہوں۔

دیلمی نے اس حدیث کو "الفردوس بماثور الخطاب" میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب انہوں نے مؤذن کو اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہتے ہوئے سنا تو یہ دعا پڑھی اور دونوں انگشتانِ شہادت کے پوروں کو چوم کر آنکھوں سے ملا۔ یہ دیکھ کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے میرے پیارے دوست کی طرح عمل کیا اس پر میری شفاعت واجب ہوگئی۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث پاک پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ اگر یہ عمل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ثابت ہے تو اس پر عمل کرنا کافی ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے تم پر میرے بعد میری سنت اور سنت خلفائے راشدین لازم ہے۔

(عجلونی۔کشف الخفاء۔ص:2296)

آئمہ فقہاء بھی اذان میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم مبارک سن کر انگوٹھے چومنے کو مستحب قرار دیتے ہیں۔

علامہ ابن عابد بن شامی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مشہور و معروف فتاوٰی ردالمختار علی الدر المختار میں فرماتے ہیں۔ مستحب ہے کہ اذان کی پہلی شہادت سننے پر **صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ** اور دوسری شہادت سننے پر **قُرَّةُ عَیْنِی بِکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ** کہا جائے۔ اور پھر دونوں انگوٹھوں کے ناخن چوم کر اپنی آنکھوں پر رکھ کر کہو۔ **اَللّٰھُمَّ مَتِّعْنِیْ بِا السَّمْعِ وَالْبَصَرِ** کیونکہ بے شک حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسا کرنے والے کو اپنے پیچھے جنت میں لے جائیں گے۔

اسی طرح قہستانی نے کنز العباد میں نقل کیا ہے

(طحطاوی۔حاشیہ علی مراقی الفلاح شرح نورالایضاح۔ص:138)

اسی طرح علامہ عبدالحئی لکھتے ہیں۔ (عبدالحئی لکھنوی۔مجموعہ فتاوٰی۔ص:189)

ارکان اسلام

اسلام کے ارکان پانچ ہیں۔1- کلمہ طیبہ، 2-نماز، 3-روزہ، 4-زکوٰۃ، 5- حج
ان ارکان کو یاد رکھنا اوران پر یقین رکھنا اور عمل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر ضروری ہے۔اس لئے کہ اسلام کی بہترین اتباع کامل ہواور فیوض و برکات اسلام شامل حال ہوں۔
اے غافل انسان اپنے دین کی بنیاد اعمال پر رکھ کیونکہ عمل سے بنتی ہے زندگی جنت بھی جہنم بھی۔تو اے پیارے! اپنے جہاں میں آنے کے مقصد کو سمجھ اور اپنے رب تعالیٰ کی عبادت و بندگی میں دل کو لگایا کر۔وہ نفع میں رہا جس نے اپنے رب تعالیٰ کی عبادت و بندگی کی اور وہ خسارہ میں رہا جو اس فانی دنیا کی رنگینیوں میں گم ہوگیا اور اپنی خواہشات کا غلام بنا رہا۔

ہے زیبا تجھے اس کی کر بندگی یہی ہے تیرا مقصد زندگی

رکن اوّل کلمہ طیبہ

ایمان کے معنی ہیں صدق دل سے یقین کرنا اور توحید و رسالت کو دل سے مان لینا ہے۔جس کا دوسرا نام عقیدہ ہے۔عقیدہ کے عام معنی پختہ اور اصولی خیالات کے ہیں۔یعنی پختہ خیالات انسان کے ارادہ اور عمل کے محرک ہوتے ہیں۔خیال کے بغیر ارادہ اور عمل کا ظہور نا ممکن ہے۔آپ نے دیکھا ہوگا کہ سونا ایک ڈلی کی صورت میں ہوتا ہے جب تک سنار اُسے ایک زیور بنانے کا ارادہ نہیں کرتا وہ سونے کی ایک ڈلی رہتی ہے اور جب سنار اُس کو ایک زیور بنانے کا ارادہ کرتا ہے تو بنانے سے پہلے اس کا خیال اپنے دل میں لیے ہوئے ہوتا ہے کہ اس کی میں انگوٹھی بناؤں یا کے ہار سیٹ بناؤں۔پھر یہی خیال اسے ارادہ پر مجبور کرتا ہے اور اس بعد میں اس پر عمل کی

صورت اختیار کر لیتا ہے۔عمل کا دارومدار ارادے پر ہے اور ارادہ دل میں پیدا ہوتا ہے۔

دل جسم انسانی میں ایک ایسی شئے ہے جو تمام انسانی جسم پر حکمران ہے۔اللہ تبارک و تعالیٰ نے دل ہی کو تمام اعضائے انسانی میں اچھائی و برائی ،نیکی و بدی کا مرکز قرار دیا ہے۔حضور نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد پاک ہے کہ انسان کے جسم میں ایک گوشت کا لوتھڑا ہے اگر وہ درست ہے تو سارا جسم درست ہے اور اگر وہ خراب ہے تو سارا جسم خراب ہے سن لو کہ وہ دل ہے۔ (بخاری و مسلم)

کلمہ طیبہ یعنی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

ترجمہ: اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔

یہ کلمہ دین اسلام کی بنیاد ہے۔اسلام کا پہلا رکن ہے۔قلعہ اسلام میں داخل ہونے کا اجازت نامہ ہے۔ایک عہد ہے،ایک اقرار ہے اس کے دو جزو ہیں۔پہلا توحید،دوسرا رسالت۔ پہلا کلمہ شریف پڑھتے ہوئے ایک مسلمان اپنی زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق کرتا ہے کہ اے اللہ! تو ہی میرا معبود حقیقی ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو ہی عبادت کے لائق ہے تیرے سوا کوئی ایسی ذات نہیں جس کی عبادت کی جائے۔میں صرف اور صرف تیری ہی عبادت اور بندگی کروں گا۔دوسرا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا اعتراف کرتے ہوئے اقرار کرتا ہے کہ بیشک حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔

کلمہ شریف کا پڑھنا ہر ایک مسلمان پر تمام عمر میں ایک مرتبہ فرض ہے ایک مرتبہ دل سے پڑھ لیا تو ساری عمر کے گناہ رب باری تعالیٰ بخش دیتا ہے اور شرک بھی بخش دیتا ہے۔

کلمہ شریف کے دو جز ہیں جو اوپر بیان کیے ہیں جز اوّل توحید یعنی (لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ) جز دوم رسالت یعنی (مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ) جب تک کلمہ پورا نہیں پڑھتا مسلمان نہیں ہوسکتا۔

فقط لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھ لیا تو موحد بن گیا مسلمان نہیں بنا، مسلمان کب بنے گا جب مُـحَمَّد" رَّسُوْلُ اللّٰه پورا پڑھے گا۔

ہمارے لئے سب سے اعلیٰ اور سب سے افضل نعمت ایمان کی نعمت ہے۔ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ تو شیطان بھی پڑھتا ہے۔ پھر اسے ہم لعنتی کیوں کہتے ہیں۔ شیطان کہتا ہے (اِنِّی اخاف اللّٰه رب العالمین) ترجمہ: میں رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔ جتنے بھی دنیا میں مذاہب ہیں وہ سب توحید کے قائل ہیں۔ عیسائی ہوں یا ہندو ہوں یا کوئی اور مگر ملعون کیوں ہیں اس وجہ سے کہ وہ صرف لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھتے ہیں مُحَمَّد" رَّسُوْلُ اللّٰه نہیں پڑھتے۔ ایمان میں دونوں جز برابر ہیں بلکہ جز دوم رسالت پہلے اور جز اوّل توحید پیچھے ہے۔ جب تک جز دوم پر ایمان نہ لائے اس وقت تک جز اوّل کا قائل مسلمان نہیں ہوسکتا۔ رب باری تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

مَنْ يُّطِعُ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰه

ترجمہ:۔ جو شخص رسول کی اطاعت کرے تو بے شک اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

جز دوم میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا اعتراف کرتے ہوئے اقرار کرنا ہے کہ جو طریقہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتایا ہے اس کی دل و جان سے پیروی کروں گا۔

مُـحَمَّد" رَّسُوْلُ اللّٰه "محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔ لفظ ہیں سے مراد ہے کہ موجود ہیں یعنی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موجود ہیں۔ حاضر و ناظر ہیں، ہر جا پہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جلوہ نمائی ہے۔ ایک سچے مسلمان کا یہی عقیدہ ہونا چاہیے۔ جس قدر بھی بزرگان دین، محققین، محدثین اور اولیاء اللہ گزرے ہیں سب کا یہ عقیدہ تھا اور آج بھی ہے۔

دوستو! جب کلمہ طیبہ پڑھ لینے کے بعد یاد رکھو کہ ان دونوں ارادوں کا نام ایمان ہے، یہی اسلام اور عبودیت کی پہلی منزل ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ صرف زبان سے اقرار کر لینا ہی کافی نہیں تاوقتیکہ دل میں اس کی جگہ اور بنیاد نہ ہو۔ توحید و رسالت پر اس کا ایمان پکا ہونا چاہیے کیونکہ جس مکان کی بنیاد ہی ٹھیک نہ ہو اس پر عمارت کیسے ٹھہر سکتی ہے۔ توحید و رسالت کے معنی سنگ بنیاد کے ہیں اور باقی نماز روزہ وغیرہ کے معنی عمارت کے ہیں پس جس مکان کی بنیاد ٹھیک ہوگی اس پر عمارت بھی اچھی ٹھہرے گی۔ توحید اور رسالت کا اقرار کر لینے کے بعد انسان کے لئے ضروری ہے کہ ہر کام میں اور ہر معاملہ میں خواہ وہ دین کا ہو یا دنیا کا اللہ تعالیٰ کی رضا اور حضور سرکار دو عالم سرور کائنات فخر موجودات احمد مجتبےٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشنودی کو مدنظر رکھے اور صدق دل سے ان تمام احکامات کی جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وساطت سے انسان تک پہنچے ہیں پر عمل کرے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہر حکم کو بلا چون و چرا تسلیم کرے کیونکہ رب باری تعالیٰ کی بارگاہ میں رسائی کے لئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی وسیلہ ہیں کیونکہ قرآن شریف حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لب مبارک کے وسیلے سے ہم تک پہنچا۔ جو لوگ وسیلہ کا انکار کرتے ہیں کیا وہ بتا سکتے ہیں کہ قرآن شریف اللہ تعالیٰ نے خود اپنی زبان سے ہم کو پڑھ کر سنایا؟

موحد ہونا تعریف کی بات نہیں مومن ہونا تعریف کی بات ہے۔ اس لئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت اور فرمانبرداری کو لازم جانے اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت خداوند تعالیٰ کی اطاعت ہے۔ دوسرا فرشتوں پر، تقدیر پر، جنت و دوزخ پر، قبر میں منکر نکیر سے سوال جواب پر، قیامت کے قائم ہونے پر، مرنے کے بعد زندہ ہونے پر، جزا و سزا پر، حضور پر نور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شفاعت فرمانے پر یقین رکھے۔ اس پر ثابت

قدم رہے اور دل سے اللہ تعالیٰ کو وحدہٗ لاشریک تسلیم کرے کہ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ وہ مالک ہے اور ہم مملوک۔ وہ خالق ہے ہم مخلوق، وہ رازق ہے ہم مرزوق، وہ ہمارا رب ہے ہم اس کے بندے، دوسرا یہ کہ ماسوائے خدا کے ہر مخلوق سے افضل واکرم ذات حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نورانیت اور روحانیت ہر جگہ جلوہ نما ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مختار عام ہیں۔ رب تعالیٰ کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کلی اختیار ہے جسے جو چاہیں عطا فرمائیں اس میں اپنی عقل کا دخل نہ دے۔ چاہے یہ باتیں سمجھ میں آئیں یا نہ آئیں دل سے مانے اور یقین رکھے۔

اے برادر! سارادارومدار اسلام کا اسی توحید و رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہے۔ سب سے پہلے قیامت کے دن ایمان کی نسبت ہی کا سوال کیا جائے گا۔ جب اس میں کامیاب ہو جائے گا تو پھر دوسرے امور کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ جب توحید ورسالت میں ناکام ہو گیا تو حکم دیا جائے گا کہ اسے لے جاؤ اور اس کو جہنم میں ڈال دو۔ دوسرے امور کے بارے میں سوال پوچھا ہی نہ جائے گا۔ اس لحاظ سے مومن کا یہ فرض ہے کہ پہلے توحید ورسالت پر ایمان کامل ہو اور یقین پکا ہو۔

اے برادر اسلام اس لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجا ہے اور دعا ہے کہ خدائے باری تعالیٰ ہم سب کو آخری وقت میں کلمہ شریف کا پڑھنا نصیب فرمائے اور ہم سب کا سینہ مدینہ بنائے آمین ثم آمین۔

رکن دوم: نماز

اے برادر! کلمہ طیبہ پڑھنے کے بعد اور دل سے اقرار کرنے کے بعد تجھ پر لازم ہے کہ اللہ باری تعالیٰ کے احکامات پر عمل کر۔ اللہ تعالیٰ کے حکموں میں سے پہلا حکم نماز ہے جو سب اعمال سے افضل ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ قیامت کے روز سب سے پہلے نماز کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ نماز اسلام کا دوسرا رکن ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا میں جب کوئی عادل بادشاہ اپنی رعایا کی فلاح و بہبود اور دادرسی کیلئے دربار میں ایک وقت مقرر کرتا ہے۔ جب وہ ہر خاص و عام کو اپنے لطف وکرم سے نوازتا ہے۔ دکھڑے سنتا اور ان کی دلجوئی کرتا ہے۔ کسی فریادی کو نہ تو آنے سے روکا جاتا ہے اور نہ ہی فریاد کرنے سے۔

اے برادر یہ تو ایک دنیا کے بادشاہ کا طریقہ ہے۔ اب ذرا اُس مالک کل اور خالق کل اور سب بادشاہوں کے بادشاہ کی رعایا پر اپنا کرم اور بندہ پروری کی ایک جھلک بھی دیکھ۔ جس نے اپنی رحمت وکرم کے بے بہا سمندر لٹانے کے لئے اپنے دربار میں حاضری کا ایک نہیں بلکہ پانچ وقت مقرر فرما دیئے ہیں۔ جس میں ہر خاص و عام، گورے کالے اور غریب و امیر کو شرف حاضری و فریاد کرنے کا موقع بخشا اور پھر سرِ عام اعلان فرما دیا کہ کوئی ہے مانگنے والا کہ اُسے عطا کروں۔ سبحان اللہ پھر سائل اپنے مالک کل سے راز و نیاز کی باتیں کرتا ہے کیونکہ نماز مومن کی معراج جو ٹھہری۔ ہر کوئی بلا امتیاز اپنی گزارشات پیش کرتا ہے۔ یہاں رنگ و نسل اور دولت کی وجہ سے کسی کی عزت و تکریم کم یا زیادہ نہیں ہوتی بلکہ اس دربار میں تو زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ حاضری دیتا ہے اور رب باری تعالیٰ کا فرمانبردار اور پرہیز گار ہے۔ یہی نہیں بلکہ اس باکمال بادشاہ کا کمال دیکھئے کہ سائل پر پابندی لگا دی کہ خبردار میرے دربار میں پانچ اوقات میں ضرور آنا

ہوگا۔ اپنی گزارشات پیش کرنا ہوں گی ، دل کھول کر مانگنا ہوگا ،نہیں آؤ گے ،نہیں مانگو گے تو سزادوں گا۔ اللہ اکبر۔ لایئے کوئی ایسا بے مثل سخی بادشاہ جو بلا بلا کر جھولیاں بھر کر دے۔

حدیث مبارک ہے کہ اور جب کوئی اللہ تعالیٰ سے نہ مانگے تو وہ اُس سے ناراض ہوا اور اُسے سزا دے۔ (ابن ماجہ۔3934) اور پھر جب اُس رب باری تعالیٰ کا حکم مان کر بندہ اُس کے دربار میں نماز میں آ کھڑا ہوتا ہے تو رب باری تعالیٰ بڑے فخر سے فرشتوں سے فرماتا ہے کہ میرے اس بندے کو دیکھو۔ (شعب الایمان۔1099)

نماز کیا ہے دنیا کے کاموں کی طرف سے دل ہٹا کر رب باری تعالیٰ کی بارگاہ میں دل لگانے کا نام نماز ہے۔ (القرآن) وہ مرد جنہیں کوئی سودا اور خرید وفروخت رب باری تعالیٰ کی یاد اور نماز قائم رکھنے اور زکوٰۃ دینے سے غافل نہیں کرتی۔ (سورۃ النور۔37)

یہ شان ہے رب باری تعالیٰ کے دربار میں ایک مسلمان کی اور ہم مسلمانوں کا کیا دستور ہے کہ دنیاداروں کے دربار میں حاضر نہ ہونے کا افسوس ہوتا ہے مگر خدا باری تعالیٰ کے دربار میں غیر حاضری کا افسوس نہیں ہوتا۔

اے برادر اسلام! نماز کی فکر کا نام نماز ہے یعنی کوئی شخص کسی بھی دنیاداری کے کام میں مشغول ہو مگر دل اس کا نماز ہی کی طرف لگا رہے یعنی کبھی وہ گھڑی کی طرف دیکھتا ہے اور کبھی لوگوں سے پوچھتا ہے اور کبھی وہ سورج کی طرف دیکھتا ہے اور سوچتا ہے کہ میری نماز کا وقت گزر نہ جائے جب تک ایسی فکر نہ پیدا ہو جائے اس وقت تک نماز ایک عادت و رسم ہے جو پوری کر دیتے ہیں۔ خدا باری تعالیٰ وہ فکر نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین

کوئی نبی یا رسول ایسا نہیں آیا جس نے خود نماز نہ پڑھی ہو یا نماز پڑھنے کا حکم نہ فرمایا ہو بلکہ وہ تو نماز سے محبت کرتے اور اس کیلئے دعا فرماتے تھے اور حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ السلام نے

فرمایا:

رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوۃِ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ (سورۂ ابراہیم:40)

ترجمہ: اے میرے رب! مجھے اور میری اولاد کو نماز قائم کرنے والا بنا۔

حضرت سیدنا اسماعیل علیہ السلام کے بارے میں قرآن میں ہے کہ ''وہ اپنے اہل و عیال کو نماز وزکوٰۃ کا حکم دیتے تھے۔ (سورۃ مریم:55)

حضرت سیدنا لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو نصیحت فرمائی۔ ''اے میرے بیٹے نماز پڑھا کر'' (سورۂ لقمان:17)۔

حضرت سیدنا زکریا علیہ السلام کے بارے میں ہے کہ ''پس فرشتوں نے انہیں آواز دے کر کہا جب وہ مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے'' (سورۂ آل عمران:3)

حضرت سیّدنا زکریا علیہ السلام کی نماز کا یوں ذکر ہوا'' قوم شعیب نے کہا کیا تمہاری نماز تمہیں حکم دیتی ہے کہ ہم اپنے باپ دادا کو چھوڑ دیں'' (سورۂ ہود۔87)

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ارشاد ہوا'' اور تم اپنے گھروں کو نماز کی جگہ بنالو اور نماز قائم رکھو'' (سورۂ یونس:87)۔

نیز حضرت سیّدنا موسیٰ سے فرمایا'' اور میری یاد کیلئے نماز قائم رکھ'' (سورۂ طٰہٰ:14)

بنی اسرائیل کو حکم ہوا'' نماز پڑھو'' (سورۃ البقرہ:83۔)

حضرت سیّدنا مریم علیہ السلام کو ارشاد ہوا'' اے مریم! تو اپنے رب کی تابع فرمان بن کر رہ اور سجدہ کیا کر اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کیا کر'' (آل عمران:43)

حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا'' اللہ باری تعالیٰ نے مجھے نماز وزکوٰۃ کی تاکید فرمائی جب تک زندہ رہوں'' (سورۂ مریم:31)

اے برادرِاسلام! ہمارے آقا حضور نبی کریم سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نماز تو اُس غار میں ہی فرض ہوگئی تھی جو غارِ حرا کے نام سے مشہور ہے اور مکہ مکرمہ سے تین میل دور جبلِ نور پہاڑ میں ہے۔ جہاں پر رب باری تعالیٰ کی طرف سے حضرت سیدنا جبرائیل علیہ السلام پہلی وحی لے کر بروز پیر 21 رمضان المبارک 610ء کو تشریف لائے جبکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک 40 سال 6 ماہ 12 دن تھی۔ (معارج النبوۃ۔ج:2۔ص:204)

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے وضو کیا پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضو فرمایا پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ نماز پڑھی۔

(سیرت ابن ہشام۔شرح مسلم)

اسی دن ہی خفیہ اسلام کا آغاز بھی ہوگیا اور علی الاعلان دین کی تبلیغ کا آغاز حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک اس وقت 43 سال 6 ماہ تھی۔ امت پر نماز پنجگانہ معراج کی شب جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک 50 سال 4 ماہ اور 19 دن تھی اُس وقت فرض ہوئی۔ (رحمۃ اللعالمین۔ج:1۔ص:25)

شب معراج کی تھوڑی سی تفصیل اس طرح ہے کہ معراج کی رات جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رب باری تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں تھے تو بارگاہ ایزدی سے حکم ہوا کہ پچاس نمازیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت پر فرض ہوئیں اور واپسی پر جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے آسمان پر ملاقات ہوئی تو انہوں نے پوچھا کہ رب باری تعالیٰ کی طرف سے کیا تحفہ امت کے لئے ملا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ پچاس نمازیں ہر روز۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت پچاس نمازیں نہیں پڑھ سکتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بارگاہ ایزدی میں جا کر نمازیں کم کرائیے۔ اس

طرح حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واپس ہو کر نمازیں کم کرنے کی استدعا بارگاہ رب باری تعالیٰ میں پیش کی۔ حکم ہوا پانچ نمازیں کم کی جاتی ہیں۔ حضور نبی کریم واپس ہوئے پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی انہوں نے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت اتنی نمازیں نہیں پڑھ سکتی پھر جائیے اور نمازیں کم کرائیے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس تشریف لے گئے۔ حکم ہوا کہ پانچ نمازیں کم کردی گئیں اب چالیس نمازیں رہ گئیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بار بار عرض کرنے پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے جاتے رہے اور نمازیں ہر مرتبہ پانچ پانچ کم ہوتی گئیں اور پانچ ہی باقی رہ گئیں یہاں تک کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ اس سے کم کیا کراؤں میرے غلام اگر پچاس نمازیں پڑھتے تو ان کو جنت میں کتنے درجے اور مرتبے ملتے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیال کیا کہ دوسرے پیغمبروں کی امتوں کو جنت میں بلند مرتبے اور درجے مل جائیں گے اور میری امت اس سے محروم رہ جائے گی۔ اس خیال کا آنا ہی تھا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لے آئے اور فرمایا کہ رب باری تعالیٰ فرماتا ہے۔ (**من جاء بالحسنة فله عشرا مثالها**) (القرآن) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیوں گھبراتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلاموں میں سے جو پانچ نمازیں پڑھے گا اس کو پچاس نمازوں کا ثواب دیا جائے گا۔ ایک ایک نماز کے بدلے میں دس دس نمازوں کا ثواب ملے گا۔

(للسیوطی خصائص الکبریٰ، ملفوظات امیر ملت۔ ص:22)

افسوس ہے کہ مسلمانوں کی یہ بدنصیبی ہے کہ پانچ نمازیں پڑھ کر بھی پچاس نمازوں کا ثواب نہیں لیتے۔ ہمارے بزرگ (سیّد چراغ النبی شاہ صاحبؒ) فرماتے ہیں کہ جان جائے مگر نماز نہ جائے مگر افسوس ہم تو خود ہی نماز نہیں پڑھتے اور اگر کبھی پڑھنے کی مجبوری بن ہی جائے تو

طرح طرح کے بہانے تلاش کرتے ہیں اور ہزاروں وہ کام یکدم یاد آجاتے ہیں جو پہلے کرنا تو کجا اُس کے بارے میں سوچنے کو بھی دل نہیں چاہتا تھا۔ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ بعض مرتبہ تو نماز کی تاکید کرنے والوں کو ترش باتیں کرنے سے بھی نہیں جھجکتے اور نماز کی تاکید کرنے والوں کو حاجی، ملاں، مولوی اور نہ جانے کس کس طرح کے جملے کہہ کر گویا اُنہیں بھی نماز سے باغی کرنے کی بھرپور شیطانی کوشش کرتے ہیں۔ یہ بات یہیں تک محدود نہیں اگر کوئی ہمارا بچہ کہیں سے کچھ مسائل دین سیکھ کر سن کر کوئی ایک آدھی نماز پڑھ ہی بیٹھے تو اُسے کہتے ہیں کہ یہ کام سے جان چھڑانے کے لئے دکھاوے کا نمازی بن گیا ہے۔ بس اب یہ ہمارے کام کا نہیں رہا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: جب تمہارے بچے 7 سال کے ہوں تو انہیں نماز کا حکم دو اور جب 10 برس کے ہو جائیں تو اُنہیں مار کر پڑھاؤ۔

(ابوداؤد۔ ج:1 ص:491، ترمذی۔ ج:1۔ ص:390)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں ایک شخص حاضر خدمت ہوا اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم دو بھائی ہیں میں تجارت کرتا ہوں اور دوسرے شہروں میں جانا پڑتا ہے کام اتنا زیادہ ہے کہ جس کو میں کر نہیں پاتا اور میرا دوسرا بھائی جو ہے وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اور مسجد میں نمازیوں کیلئے پانی اور خدمت میں لگا رہتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے فرمائیں کہ میرے کام میں وہ میرا ساتھ دے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو تم کو رزق ملتا ہے وہ ہوسکتا ہے اُس کی اس خدمت کی وجہ سے ہو۔ سبحان اللہ

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! اے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دے تو تیرے پاس تیرا رزق ایسی جگہ سے

آئے گا کہ تجھے وہم وگمان بھی نہ ہوگا۔ (احیاء العلوم)

اے برادر! ہم مسلمان نماز رب باری تعالیٰ کی پڑھتے ہیں تا کہ ہم کو روحانیت، محبت الٰہی اور معرفت الٰہی حاصل ہو۔ نماز ایسے محبت اور شوق سے پڑھ کہ شاید یہ تیری آخری نماز ہے رب باری تعالیٰ انسان سے ماں سے 99 گنا زیادہ محبت کرتا ہے اے غافل انسان ذرہ سوچ تو اپنے رب تعالیٰ سے کتنی محبت کرتا ہے۔ دنیا میں کوئی بھی شخص ایسا نہیں جو کسی دوسری شئے سے محبت نہ کرتا ہو بلکہ قدرت نے محبت کا جذبہ انسانوں کے علاوہ حیوانوں میں بھی پیدا کیا ہے۔ ایک گائے بھی پیار سے اپنے بچے کو چاٹتی رہتی ہے محبت تو ہر انسان اور حیوان میں موجود ہے لیکن انسان کو خدائے وحدہٗ لاشریک نے عقل سلیم بھی عطا فرمائی ہے تا کہ انسان محبت کے حقیقی معنیٰ کو سمجھ کر اور اس کے اسرار و رموز سے واقفیت حاصل کر کے صحیح معنوں میں اپنے رب کی محبت حاصل کر سکے۔ انسان کو سمجھنا چاہیے کہ انسان کی زندگی کا مقصد اپنے رب باری تعالیٰ کی عبادت اور محبت و معرفت حاصل کرنا ہے اور نماز اسلام کا رکن ہے۔ نماز ایک ایسا اہم فریضہ ہے جس کی ہر نبی نے اپنی اُمت کو تاکید فرمائی اور اس کیلئے عہد و پیان لئے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی وصیت میں نماز کی تاکید فرمائی۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارکہ میں تو اس تاکید کا یہ عالم تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور پر انوار میں کوئی ایک بھی مسلمان ایسا نہ تھا جو نمازی نہ ہو۔ گویا ایک حدیث مبارکہ کی حقیقی روح کا عملی مظاہرہ ہوتا تھا کہ مومن اور کافر کے درمیان فرق کرنے والی چیز نماز کا چھوڑنا ہے۔ (مسلم۔ج:1۔ص:155، ترمذی۔ج:2۔ص:514، ابوداؤد۔ج:3۔ص:1253)

اے برادر! تو بس ایسی نماز پڑھ جو خالق کل اور مالک کل کی بارگاہ میں مقبول ہوجائے۔ ایسی نماز نہ پڑھ جو بروز قیامت تیرے منہ پر ماری جائے۔ حدیث مبارکہ ہے کہ جو

شخص پابندی کے ساتھ اچھی طرح نماز پڑھے گا قیامت کے روز نماز اس کیلئے نور اور (ایمان) کی دلیل ہوگی اور نجات کا ذریعہ ثابت ہوگی۔ (مسند احمد، بیہقی)

ایک اور حدیث ہے کہ اپنے گھروں میں بھی نماز پڑھو اور انہیں قبرستان نہ بناؤ۔ (ترمذی)

نوٹ:۔ اس حدیث کے مطابق نوافل اور سنتیں گھروں میں پڑھنے کا حکم ہے اور اپنے گھروں کو بھی ذکر الٰہی اور عبادت سے روشن کرنا ہے بغیر ذکر الٰہی اور عبادت کے گھر ویران رہے گا۔ جس طرح فرض نماز مسجد میں با جماعت پڑھنا افضل ہے اسی طرح نفل اور سنت نماز گھر میں پڑھنا افضل ہے اور گھر میں نفل اور سنت نماز پڑھتے دیکھ کر آپ کے بچوں میں بھی شوق پیدا ہوگا۔ جس طرح ہمارے بزرگ نماز پڑھتے ہیں ہم بھی اسی طرح نماز پڑھیں۔

اے پیارے! پانچ نمازوں کی مثال ایسی ہے کہ کسی کے دروازے پر ایک نہر ہو جس کا پانی جاری ہو اور گہرا ہو اور وہ شخص اس میں روزانہ پانچ وقت غسل کرے۔ جس طرح غسل کرنے سے جسم سے میل کچیل دور ہو جاتا ہے اسی طرح پانچوں وقت نماز پڑھنے سے (صغیرہ) گناہ زائل ہو جاتے ہیں۔

نماز نہ پڑھنے کی سزا

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے "مکاشفۃ القلوب" میں اور خواجہ محمد اسلام نے "نماز کا منظر" میں ایک حدیث نقل کی ہے کہ جو شخص جان بوجھ کر بلا عذر نماز نہیں پڑھتا اس کو مندرجہ ذیل عذابوں میں مبتلا کیا جاتا ہے۔

☆ اس کی عمر کی برکت کم ہو جاتی ہے۔

☆ صلحا کا نور اس کے چہرے سے ہٹا دیا جاتا ہے۔

☆ جو نیک عمل وہ کرتا ہے اس کا اجر نہیں ملتا۔

☆ اس کی دعا آسمان کی طرف نہیں اٹھائی جاتی اس لئے اس کی دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔

☆ صالحین کی دعا میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہوتا۔

☆ موت کی ذلت سے بھوکا اور پیاسا مرتا ہے۔

☆ قبر اس پر تنگ ہو جاتی ہے۔

☆ قبر میں آگ جلادی جاتی ہے وہ رات دن چنگاریوں پر پلٹے کھاتا ہے۔

☆ قبر میں ایک کالا ناگ اس پر مسلط کر دیا جاتا ہے جس کی آنکھیں آگ کی اور ناخن لوہے کے ہوتے ہیں اس کی آواز بجلی کی کڑک کی طرح ہوتی ہے۔ اگر اس نے فجر کی نماز نہیں پڑھی تو فجر کی نماز ضائع کرنے کی وجہ سے آفتاب کے نکلنے تک ڈستا ہے اگر ظہر کی نماز ضائع کی تو عصر تک ڈستا ہے اور اگر عصر کی نماز ضائع کی تو غروب آفتاب تک ڈستا ہے اور پھر مغرب کی نماز ضائع کرنے پر عشاء تک ڈستا ہے جب وہ ایک مرتبہ ڈستا ہے تو مردہ ستر ہاتھ زمین میں دھنس جاتا ہے۔

''مکاشفۃ القلوب'' میں صفحہ 284 پر ایک روایت درج ہے کہ قیامت کے روز نماز کے ترک کرنے والوں کا چہرہ سب سے پہلے سیاہ کیا جائے گا اور جہنم کی ایک وادی میں ڈالے جائیں گے جس کا نام ''ظلم'' ہے۔ اس میں سانپ ہیں ہر سانپ اونٹ کی گردن کے برابر موٹا ہے اس کی لمبائی ایک مہینہ کی منزل کی مسافت کے برابر ہے۔ جب یہ سانپ تارک نماز کو ڈنگ مارے گا تو اس کے جسم میں ستر سال اس کا زہر جوش مارتا رہے گا۔ پھر اس کا گوشت گل کر الگ ہو جائے گا۔

جنتی لوگ گنہگاروں سے پوچھیں گے تمہیں دوزخ میں کس چیز نے ڈال رکھا ہے وہ جواب دیں گے ہم نماز نہیں پڑھتے تھے۔ (سورۃ المدثر۔آیت 40 تا 44)

حضرت امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ''مکاشفۃ القلوب'' میں ایک حکایت درج کی ہے کہ سلف میں کسی شخص کی بہن فوت ہوگئی جب اس کو دفن کیا گیا تو اس شخص کی تھیلی جس میں کچھ نقدی تھی قبر کے اندر گر گئی۔ جب گھر واپس آیا تو تھیلی یاد آئی۔ واپس جا کر اپنی بہن کی قبر کو کھودا کیا دیکھتا ہے کہ قبر سے آگ نکل رہی ہے۔ اس نے دوبارہ مٹی ڈال دی اور روتا ہوا اپنی ماں کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے اپنی بہن کی قبر سے آگ نکلتے دیکھی ہے۔ ماں بھی رونے لگ گئی اور کہا اے میرے بچے! تیری بہن نماز میں سستی کرتی تھی اور بے وقت نماز پڑھا کرتی تھی۔ اے غافل انسان ذرا غور تو کر کہ بے وقت نماز پڑھنے والوں کا یہ حال ہے تو جو لوگ نماز جان بوجھ کر بلا عذر نہیں پڑھتے اور رات دن دنیا کمانے کی فکر میں ہیں ان کا قبر میں کیا حال ہوگا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد پاک ہے کہ اُس شخص کا یہ فعل جو اللہ تعالیٰ کی منادی یعنی مؤذن کی آواز سنے اور نماز کو نہ جائے سراسر ظلم ہے کفر اور نفاق ہے (مسند احمد) نماز ہر بالغ مرد اور عورت پر فرض ہے۔ قرآن وحدیث میں نماز کا بار بار ذکر آیا ہے اور فضیلت بیان کی گئی ہے۔ حدیث پاک ہے کہ ''الصلوٰۃ معراج المؤمنین'' نماز مومن کی معراج ہے۔ نماز کو ہمیشہ نماز سمجھ کر خلوص دل اور خلوص نیت کے ساتھ پڑھنا چاہیے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تمام اعمال کی بنیاد نیتوں پر موقوف ہے۔ دنیوی دکھاوے اور ریا کار کی نماز کبھی بھی شرف قبولیت سے نوازی نہیں جاتی۔ نماز کا ترک کر دینا بہت برا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس نے جان بوجھ کر نماز ترک کی اُس نے کفر کیا اور اس کی سزا یعنی عذاب اسی (80) حقبہ دوزخ میں جلنا ہے۔ ایک حقبہ چار ہزار سال کا ہوتا ہے اور ایک دن قیامت کا چار ہزار دن کا ہے۔ نماز دن میں پانچ وقت اللہ تعالیٰ کی یاد دلاتی ہے۔ نماز دین کا ستون ہے۔ نماز ہر برائی سے بچاتی ہے اور نیکی کی طرف لے جاتی ہے۔

رکن سوم: روزہ

اللہ تعالیٰ کے حکموں میں ماہ رمضان کے روزے ہیں جو کہ اسلام کا تیسرا رکن ہے۔
روزہ فارسی زبان کا لفظ ہے۔ عربی میں روزے کو صوم کہتے ہیں۔ لغت میں صوم کا مطلب ہے۔ کسی شے سے رک جانا، کسی شے سے باز رہنا۔

جس طرح قرآن پاک میں ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام جب اپنی قوم کی طرف آئیں تو ان کے پاس ان کے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام موجود تھے اور انہیں خدشہ تھا کہ لوگ مجھ پہ تنقید کریں گے۔ رب تعالیٰ نے ان سے فرمایا۔

قُوْلِیْ اِنِّیْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُکَلِّمَ الْیَوْمَ اِنْسِیًّا‌ء (سورہ مریم۔26)

ترجمہ:۔ جب لوگ تم سے پوچھیں تو تم کہہ دینا میں نے اللہ کے لئے روزے کی نذر مانی ہے تو میں کسی آدمی سے گفتگو نہیں کروں گی۔

جو بھی تجھ سے پوچھے کہ بغیر شادی کے یہ بچہ کیسے پیدا ہوا تو تم اُس سے کہہ دینا کہ میں نے رحمٰن کے لئے روزے کی نذر مانی ہے لہٰذا میں کسی سے گفتگو نہیں کروں گی۔

اَلْاِمْسَاکُ نَهَاراً عَنِ الْمُفَطِّرَاتِ بِنِیَّةٍ مِّنْ اَهْلِهٖ مِنْ طُلُوْعِ الْفَجْرِ اِلٰی غُرُوْبِ الشَّمْسِ (سورۃ الباب۔162)

ترجمہ:۔ شریعت میں روزے سے مراد ہے کہ دن کے وقت ایسی تمام چیزوں سے باز رہنا جس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور یہ باز رہنا نیت کی وجہ سے ہو اور اس کا وقت طلوع فجر سے لے کر غروب آفتاب تک ہے اور نیت اُس کی طرف سے ہو کہ جو نیت کا اہل ہے۔ ایسی حیثیت کو روزہ کہا جاتا ہے۔

اس میں پہلے تو اجتناب ہے یعنی کھانے سے، پینے سے، جماع سے اور اس کے ساتھ یہ بات ہو کے نیت ہو اور پھر طلوع صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک اس میں امساک پایا جائے اور ان چیزوں سے بندہ پوری طرح سے بچ کے رہے کہ جن کی وجہ سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور نیت میں اہلیت بھی شرط ہے کہ اگر کوئی کافر یا غیر مسلم اس وقت میں اس نیت کے ساتھ کھانے پینے سے اجتناب کرے گا تو اس کو روزہ نہیں کہیں گے۔ اس واسطے کہ وہ اس نیت کا اہل ہی نہیں ہے جیسے کہ حائض والی عورت یا نفاس والی عورت طلوع سحر سے لے کر غروب آفتاب تک نیت کے ساتھ اجتناب کرتی ہے تو اس کو ہم روزہ نہیں کہیں گے کیونکہ وہ اس نیت کی اہل نہیں ہے۔ اس میں نیت شرط ہے کہ نیت ضرور ہو مگر نیت اُس کی ہو جو اس نیت کی اہلیت رکھتا ہو۔

شریعت کی اصطلاح میں اللہ باری تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کیلئے صبح سحر سے لے کر غروب آفتاب تک قصداً کھانے پینے اور عمل زوجیت سے اپنے آپ کو روکے رکھنے کا نام روزہ ہے۔ اے برادر! روزہ 2 ہجری میں فرض ہوا۔ قمری سال کے نویں مہینہ کا نام رمضان ہے۔ رمضان المبارک کے روزے ہر عاقل، بالغ، تندرست اور مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہیں۔ جو شخص کسی شرعی عذر کے بغیر رمضان شریف کے روزے ترک کرے گا وہ گنہگار ہوگا۔ قرآن پاک میں رب باری تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَمَنْ شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ (سورۃ البقرہ)

ترجمہ:۔ پس تم میں سے جو شخص اس مہینے کو پائے وہ ضرور پورے مہینے کے روزے رکھے۔

روزے کی فرضیت

روزے کی فرضیت کے بارے میں اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ (سورۃ البقرہ۔183)

ترجمہ:۔ اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں جیسے تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔

روزے کی فرضیت کے بعد 10 شعبان 2 ہجری میں رمضان المبارک کے روزے فرض ہوئے۔ پہلے عاشورہ یعنی 10 محرم کا روزہ فرض تھا پھر اس کے بجائے ہر قمری مہینہ میں تین یوم یعنی تیرہویں، چودھویں اور پندرہویں تاریخ کے روزے فرض ہوئے جنہیں ایام بیض کے روزے کہتے ہیں۔ پھر ان کے بجائے رمضان المبارک کے روزے فرض ہوئے لیکن اختیار رکھا گیا تھا کہ اگر روزہ نہ رکھے تو ہر روزہ کا بدلہ فدیہ میں کسی مسکین کو نصف صاع گندم یا ایک صاع جو ادا کرے۔ پھر بھی روزہ رکھنا بہتر قرار دیا گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد یہ اختیار بھی منسوخ ہو گیا اور روزہ رکھنا لازم قرار دے دیا گیا مگر اس طرح کہ دن اور رات دونوں میں روزہ ہوتا تھا۔ تاہم غروب آفتاب سے نماز عشاء پڑھنے یا سونے تک کھانے پینے اور بیوی سے ہم بستر ہونے کی اجازت تھی لیکن اگر عشاء سے پہلے آدمی سو جاتا تو اس وقت یہ تینوں باتیں حرام ہو جاتیں اور اس کا روزہ شروع ہو جاتا۔ مگر 2 واقعے ایسے پیش آئے کہ اللہ تعالیٰ نے رات کو کھانے پینے اور بیوی کے ساتھ مباشرت کو جائز قرار دے دیا۔

پہلا واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعد نماز عشاء اپنے گھر تشریف لے گئے۔ گھر میں خوشبو محسوس ہوئی اور جس سے قلب میں انبساط اور نفس میں انتشار پیدا ہوا اور اپنی اہلیہ محترمہ سے ہم بستر ہو گئے۔ بعد میں اس حکم عدولی کے احساس سے طبیعت متاثر ہوئی اور اپنے نفس پر ملامت کرنے لگے اور روتے ہوئے بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور

واقعہ عرض کیا یہ سن کر مجلس میں کچھ اور بھی صحابہ کرام علیہم الرضوان بھی کھڑے ہوئے اور معذرت پیش کرنے لگے۔ جن سے اس قسم کا ارتکاب ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر رحم فرماتے ہوئے وحی نازل فرمائی اور رمضان المبارک کی رات کو اپنی بیویوں سے ہم بستر ہونا حلال کر دیا۔

(دین مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، سنی بہشتی زیور)

دوسرا واقعہ یہ ہے کہ حضرت قیس بن عرمہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ روزے سے تھے۔ یہ مدینہ منورہ کے باغات میں مزدوری کرتے تھے۔ شام کو کچھ کھجوریں لے کر گھر آئے اور اپنی اہلیہ سے کہا کہ ان کے بدلے میں کسی سے آٹا لے لو۔ آپ کی اہلیہ پڑوس میں کھجوروں کے بدلے آٹا لینے چلی گئی حضرت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سارا دن مزدوری کرنے کی وجہ سے تھکے ہارے تھے اس لئے لیٹتے ہی فوراً آنکھ لگ گئی اور سو گئے۔ جب آپ کی اہلیہ واپس آئی تو اپنے خاوند کو سوتا دیکھ کر افسوس کرنے لگی کیونکہ اب سونے کی وجہ سے ان پر اگلے دن کا روزہ شروع ہو چکا تھا۔ انہوں نے بھوکے پیاسے روزے سے رات گزاری اگلے دن بھوک پیاس سے سخت نڈھال ہو گئے اور جب دوپہر کا وقت آیا تو بے ہوش ہو گئے۔ حضور نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں یہ واقعہ بیان کیا گیا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت پر کرم فرمایا اور رمضان المبارک میں غروب آفتاب سے صبح صادق تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کیلئے کھانا پینا جائز قرار دے دیا گیا۔

رمضان شریف کے روزے بے پناہ فضیلت کے حامل ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روزہ کی فیوض وبرکات کے پیش نظر روزہ رکھنے کی بہت ترغیب دی ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد پاک فرماتے ہیں۔

لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ فَرْحَةٌ عِنْدَ فِطْرِهٖ وَ فَرْحَةٌ عِنْدَ لِقَاءِ رَبِّهٖ (مشکوٰۃ۔ص:173)

ترجمہ:۔ روزے دار کے لئے دوخوشیاں ہیں۔ایک تو وہ خوشی کہ جب بندہ وقت معین پر روزہ افطار کرتا ہے(کہ میں کتنا اچھا ہوں میں نے اپنے رب کے کہنے پر روزے کی پابندی کی ہے) اوردوسری وہ خوشی کہ جب جنت الفردوس میں اس روزے کے نتیجے کے طور پر بندے کواپنے رب باری تعالیٰ کا دیدار میسر آئے گا۔

تعلق باللہ کے لحاظ سے اس بات کو اگر ہم اچھی طرح سمجھنا چاہیں تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالی شان بخاری شریف میں بھی ہے اور مسلم شریف میں بھی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے جوکہ حدیث نبوی اور حدیث قدسی بھی ہے۔حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ کا فرمان ہے۔ كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ يُضَاعَفُ بندے کا ہر نیک عمل اس کو اللہ کے ہاں کئی گنا بڑھا دیا جاتا ہے یعنی وہ ایک روپیہ دے تو دس بنادیئے جاتے ہیں،سو بنا دیئے جاتے ہیں۔ سات سو بنا دیئے جاتے ہیں۔

اَلْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا اِلٰى سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ

ایک نیکی دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک بڑھادی جاتی ہے۔ایک نیکی دس تک بڑھادی جاتی ہے۔اپنی مثل دس کردی جاتی ہے یعنی گیارہ بن جاتی ہیں اور یہاں دس سے لے کر سات سو تک اور سات سو بھی آخری حد نہیں ہے۔اس سے بھی آگے نیکی کو بڑھا دیا جاتا ہے مگر روزے کے بارے میں رب تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے اسے محض اتنا نہ سمجھو کہ جتنا دوسری نیکیوں میں اضافہ ہوتا ہے۔حدیث شریف میں ہے کہ

اِلَّا الصوم فَاِنَّهُ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِهٖ (مشکوٰۃ۔173)

روزے کا کیا کہنا روزہ تو میرے لئے ہے اور اس کی جزا میں آپ دینے والا ہوں۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رویات ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ روزہ دار کی دعا افطار کے وقت رد نہیں جاتی۔ (بیہقی)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں ان میں ایک دروازے کا نام "ریان" ہے یہ دروازہ صرف روزے داروں کے لئے مخصوص ہے اس لئے اس دروازے سے صرف روزہ دار ہی جنت میں داخل ہوں گے۔ (ترمذی۔نسائی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہر شے کی زکوٰۃ ہے اور بدن کی زکوٰۃ روزہ ہے۔ (ابن ماجہ)

ایک حدیث شریف میں ہے کہ رمضان کے مہینے میں عام نیکی کا ثواب فرض کے برابر اور فرض کا ثواب 70 فرضوں کے برابر ملتا ہے۔ (بیہقی)

رمضان المبارک میں ایک رات ایسی ہے جس میں عبادت کرنا ہزاروں مہینوں کی عبادت سے افضل ہے۔

اے برادر! ذرہ غور کر کے روزے تم پر ہی فرض نہیں کئے گئے بلکہ تم سے پہلی امتوں پر بھی فرض کئے گئے۔ کسی پر چھ ماہ کے کسی پر ہر مہینے کی پہلی دوسری تاریخ کے کسی پر 15,14,13 تاریخ کے اور کسی پر ایک دن چھوڑ کے روزے فرض کئے گئے تھے۔ اور ہم پر روزے ایک مہینہ رمضان شریف کے فرض کئے اس کے بعد چھ روزے شوال کے مہینے کے ہیں جو آپ مسلسل یا متفرق طور پر ایک دن چھوڑ کے یا جیسے آپ کا دل چاہے رکھ سکتے ہیں۔

روزہ ہر بالغ مرد اور عورت پر فرض ہے۔ روزے کی بڑی فضیلت ہے روزہ تزکیہ نفس کا بہترین علاج ہے۔ روزہ تقویٰ پیدا کرتا ہے۔ انسان کو متقی و پرہیزگار بناتا ہے۔ صبر، عزم اور ضبط

نفس کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔روزہ رکھنے سے بہت سی ظاہری اور باطنی بیماریاں دور ہو جاتی ہیں۔
اسی ماہ مبارک (رمضان شریف) میں اللہ تعالیٰ کی متبرک کتاب قرآن پاک نازل ہوئی۔

کتابیں آئیں بہت اور اب بھی بے شمار چراغ
مگر قرآن سے بہتر کوئی کتاب نہیں

مردوں کے لئے لازم ہے کہ وہ خود بھی روزہ رکھیں اور اپنی بیوی بچوں کو بھی اور جو بالغ ہوں اُن کو بھی روزہ رکھوائے۔اس میں غفلت کی جائے گی تو رب باری تعالیٰ اولاد کے بارہ میں ماں باپ سے مواخذہ فرمائے گا۔اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو تقویٰ اور پرہیز کے ساتھ روزہ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

رکن چہارم: زکوٰۃ

تیسرا حکم رب باری تعالیٰ کے حکموں میں سے زکوٰۃ ہے یہ بھی فرض ہے اور اسلام کا چوتھا رکن ہے۔زکوٰۃ اسلام کا بنیادی رکن ہے حضور نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالی شان ہے کہ اسلام کی بنیاد پانچ باتوں پر ہے۔اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔نماز قائم کرنا،زکوٰۃ ادا کرنا، حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا ہے۔ (صحیح بخاری۔ج:1۔ص:16)

زکوٰۃ کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ قرآن پاک میں نماز اور زکوٰۃ کا ایک ساتھ 32 مرتبہ ذکر آیا ہے۔ (ردالمختار۔کتاب الزکوٰۃ۔ج:3۔ص:202)

زکوٰۃ کی فرضیت قرآن پاک وحدیث سے ثابت ہے۔قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ (البقرہ۔آیت:)

ترجمہ:۔ اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو۔

ایک اور جگہ رب باری تعالیٰ فرماتا ہے۔

خُذۡ مِنۡ اَمۡوَالِهِمۡ صَدَقَةً تُطَهِّرُ هُمۡ وَ تُزَكِّيۡهِمۡ بِهَا (سورۃ التوبہ۔103)

ترجمہ:۔ اے محبوب ان کے مال میں سے زکوٰۃ اکھٹی کرو جس سے تم انہیں ستھرا اور پاکیزہ کردو۔

حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر کے تحت ''خزائن العرفان'' میں لکھتے ہیں۔آیت میں جو صدقہ وارد ہوا ہے اس کے معنی میں مفسرین کے کئی قول ہیں۔ایک تو یہ کہ وہ صدقہ غیر واجب تھا جو بطور کفارہ کے ان صاحبوں نے دیا تھا جن کا ذکر اوپر آیت میں ہے۔دوسرا یہ ہے کہ اس صدقہ سے مراد زکوٰۃ ہے جو ان کے ذمہ واجب تھی۔وہ تائب ہوئے اور انہوں نے زکوٰۃ ادا کرنا چاہی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے لینے کا حکم دیا۔

امام ابوبکر رازی بجصاصؒ نے اس قول کو ترجیح دی ہے کہ صدقہ سے زکوٰۃ مراد ہے۔

(خازن واحکام القرآن)

زکوٰۃ کی فرضیت کے بارے میں چند حدیث مبارکہ پیش خدمت ہیں

حضرت سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔مجھے اللہ تعالیٰ نے اس پر مامور کیا ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت تک لڑوں جب تک وہ گواہی نہ دیں کہ اللہ باری تعالیٰ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں اور حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) خدا کے سچے رسول ہیں۔ٹھیک اسی طرح نماز ادا کریں، زکوٰۃ دیں پس اگر ایسا کرلیں تو مجھ سے ان کے مال اور جانیں محفوظ ہو جائیں گی سوائے اس سزا کے جو اسلام نے (کسی حد کے سلسلہ میں) ان پر لازم کردی ہو۔

(صحیح بخاری۔کتاب الایمان۔ج:1۔ص:20)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب حضرت سیدنا معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا تو فرمایا ان لوگوں کو بتاؤ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کے مالوں میں زکوٰۃ فرض کی ہے۔ مال داروں سے لے کر فقراء کو دی جائے۔ (سنن ترمذی۔ کتاب الزکوٰۃ۔ ج:2۔ص:26)

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ظاہری ہوگیا اور حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ بنے اور کچھ قبائل عرب مرتد ہو گئے کہ (زکوٰۃ کی فرضیت سے انکار کر بیٹھے) تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا آپ ان لوگوں سے کیسے معاملہ کریں گے۔ جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میں لوگوں سے جہاد کرنے پر مامور ہوں جب تک ہو (لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہ) نہ پڑھیں۔ جس نے (لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہ) کا اقرار کرلیا اس نے اپنی جان اور اپنا مال مجھ سے محفوظ کرلیا مگر یہ کسی کا حق بنتا ہو اور وہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ یعنی یہ لوگ تو لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہ کہنے والے ہیں۔ ان پر کیسے جہاد کیا جائے گا؟ حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! میں اس شخص سے جہاد کروں گا جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرے گا۔ (کہ نماز کو فرض مانے اور زکوٰۃ کی فرضیت سے انکار کرے) اور زکوٰۃ مال کا حق ہے۔ بخدا اگر انہوں نے (واجب الادا) میں سے ایک رسی بھی روکی جو وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں دیا کرتے تھے۔ تو میں ان سے جنگ کروں گا۔

حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں واللہ! میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سینہ کھول دیا ہے۔ اُس وقت میں نے بھی پہچان لیا کہ وہی حق ہے۔ (صحیح بخاری۔ کتاب الزکوٰۃ۔ ج:1۔ص:483,482)

حضرت مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ (التوفی 1367ھ) میں اس روایت کی

وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صرف کلمہ گوئی اسلام کیلئے کافی نہیں جب تک تمام ضروریات دین کا اقرار نہ کرے اور امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بحث کرنا اس وجہ سے تھا کہ ان کے علم میں پہلے یہ بات نہ تھی کہ وہ فرضیت کے منکر ہیں۔یہ خیال تھا کہ زکوٰۃ دیتے نہیں اس کی وجہ سے گنہگار ہوئے۔کافر تو نہ ہوئے کہ ان پر جہاد قائم کیا جائے مگر جب معلوم ہوگیا تو فرماتے ہیں میں نے حق پہچان لیا کہ وہی حق ہے جو سیدنا صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سمجھا اور کیا۔ (بہارشریعت۔ج:1۔حصہ5۔ص:870)

اے برادر! اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن پاک میں بارہا اتنی تاکید فرمائی کہ 86 مرتبہ قرآن پاک میں اس کا ذکر آیا ہے۔غور کرو کہ کسی ملک کا بادشاہ کسی بات کے متعلق حکم فرمادے تو عوام پر اس حکم کی فرماں برداری واجب ہوجاتی ہے اگر عوام میں سے کوئی شخص بادشاہ کے حکم کی فرمابرداری نہ کرے تو اس کو باغی قرار دیا جاتا ہے۔اور باغی کو سزادی جاتی ہے۔اور جو باغی بار بار سمجھانے سے بھی نہ سمجھے اس کو سولی پر لٹکا دیا جاتا ہے یا قتل کروادیا جاتا ہے اور جو کل عالم کے بادشاہ کی حکم عدولی کرے اس کی سزا کیا ہوگی؟

زکوٰۃ دینا تکمیل ایمان کا ذریعہ ہے جیسا کہ حضور نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تمہارے اسلام کا پورا ہونا یہ ہے کہ تم اپنے مالوں کی زکوٰۃ ادا کرو۔

(الترغیب والترھیب۔کتاب الصدقات۔ج:1۔ص:301)

ایک اور مقام پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد پاک فرمایا۔جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہو اُسے لازم ہے کہ اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرے۔

(المعجم الکبیر۔ص:324)

زکوٰۃ دینے سے مال پاک ہوجاتا ہے جیسا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ

عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اپنے مال کی زکوٰۃ نکال کہ وہ پاک کرنے والی ہے تجھے پاک کردے گی۔ (مسند امام احمد بن حنبل۔ ج:6۔ ص:273)

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے اس سوچ کو بھی ختم کردیا گیا کہ جب انسان یہ خیال کرتا ہے کہ میں نے بڑی محنت کے ساتھ مال اکٹھا کیا تو اب میں بغیر کسی عوض کے کسی اور کو دے دوں یہ کیسے ہوسکتا ہے یا اس میں میرا بڑا خسارہ ہے۔ تو رب باری تعالیٰ نے اس وہم کو بھی دور کیا کہ زکوٰۃ کو ہم نے تم پر اضافے کیلئے لازم کی ہے۔ کبھی بھی زکوٰۃ کی وجہ سے مال کم نہیں ہوگا۔ زکوٰۃ کی وجہ سے مال میں برکتیں آجائیں گی اور مال پہلے سے کہیں زیادہ ہوجائے گا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن پاک میں اس کی مثل یوں دی ہے۔

مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ کَمَثَلِ حَبَّۃٍ (سورۃ البقرہ۔ 261)

ترجمہ:۔ اُن لوگوں کی مثال جو اپنا مال اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں تو اس کی مثال اُس دانے کی سی ہے جس کو زمین میں کاشت کیا گیا تو اُس نے سات بالیاں اُگائیں۔

وَفِیْ کُلِّ سُنْبُلَۃٍ مِّاَۃُ حَبَّۃٍ اور ہر بالی میں ایک سو دانہ بن گیا

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ خود تم کاشت کرتے ہو تم دیکھتے ہو ایک بیج کاشت کیا تھا اُس سے سات بالیاں نکلیں اور ہر بالی میں 100 دانہ تھا ایک دانے کو سات سو دانوں میں تبدیل ہوتا تم نے خود دیکھ لیا۔ یہ تمہارے مشاہدے کہ بات ہے۔ پھر فرمایا

وَاللّٰہُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَاءُ

صرف یہ ہی نہیں رب باری تعالیٰ اس سے کہیں زیادہ جس کیلئے چاہتا ہے اس کی نیکی کو پروان چڑھاتا ہے اور اس کو دوگنا کر دیتا ہے تو مطلب یہ تھا کہ یہ نہ سوچو کہ ہم مال دیں گے تو ہمیں کوئی نقصان ہوجائے گا۔ زکوٰۃ کی ادائیگی سے اتنا فائدہ ہوگا کہ بندہ اُس کا تصور بھی نہیں کرسکتا کہ رب

باری تعالیٰ کس قدر اضافہ فرمانے والا ہے۔ پس زکوٰۃ دینے والے کو یہ یقین رکھتے ہوئے خوش دلی سے زکوٰۃ دینی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اس کو بہتر بدلہ عطا فرمائے گا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ جس نے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کر دی بے شک اللہ تبارک تعالیٰ نے اس سے شر کو دور کر دیا۔ (معجم الاوسط۔ص:431)

یہ 1937 کی بات ہے کہ گاؤں کا ایک چوہدری تھا وہ اپنے مال کی ہر سال زکوٰۃ نکالتا تھا ایک دن گاؤں میں ڈاکو آ گئے اور انہوں نے تمام گاؤں کا مال واسباب لوٹ لیا۔ ان ڈاکوؤں کا جو سردار تھا اس نے تین چار ڈاکو ساتھ لیے اور چوہدری کے گھر کی طرف چل دیا۔ چوہدری اس وقت اپنی زمینوں سے جو رقم آئی تھی اُس کا حساب کر رہا تھا۔ ڈاکوؤں کے سردار نے گھر میں داخل ہو کر وہ رقم اٹھا لی لیکن چوہدری نے اُس سے کچھ نہ کہا یہ دیکھ کر ڈاکوؤں کا سردار بولا میں نے تمہاری ساری دولت اٹھا لی ہے مگر تم پھر بھی خاموش ہو۔ چوہدری بولا میں نے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کی ہوئی ہے اور میرا یقین ہے کہ میرا مال سمندر بھی نہیں رکھ سکتا تم تو پھر ایک ڈاکو ہو۔ یہ سن کر ڈاکو نے مال اٹھایا اور چل دیا اور کہا کہ دیکھتا ہوں تمہارا رب تمہیں ایک ڈاکو سے تمہارا مال کیسے واپس دلواتا ہے۔ کچھ دن گزرے ہوں گے کہ وہ ڈاکو سردار چوہدری کے گھر رات کو آیا اور چوہدری سے ملنے کیلئے اس کے نوکر سے کہا۔ نوکر اندر گیا اور کچھ لمحوں کے بعد واپس آیا اور ڈاکو کو ساتھ لے گیا۔ ڈاکو جب چوہدری کے سامنے آیا تو چوہدری نے پہچان لیا لیکن کچھ بولا نہیں۔ چوہدری نے پوچھا کیا کام ہے اس نے کہا کہ کام تو کچھ نہیں یہ کچھ رقم آپ کی میرے پاس ہے جس دن سے لے کر گیا ہوں اس دن سے مجھے ایک پل بھی چین اور قرار نہیں آیا اس لئے آپ اپنی رقم واپس لے لیں آپ کی بڑی مہربانی ہوگی۔ یہ کہہ کر رقم چوہدری کے قدموں میں رکھی اور واپس چلا گیا۔ اے برادر! یہ واقعہ میں نے اس وجہ سے لکھا ہے کہ جو مال کی بربادی کے متعلق ایک

حدیث مبارکہ ہے۔ حضور نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد پاک ہے کہ خشکی و تری میں جو مال ضائع ہوا ہے وہ زکوٰۃ نہ دینے کی وجہ سے تلف ہوا ہے۔

(مجمع الزوائد۔ج:3۔ص:200)

ایک مقام پر ارشاد فرمایا: زکوٰۃ کا مال جس میں ملا ہوگا اسے تباہ و برباد کردے گا۔

(شعب الایمان۔باب فی الزکوٰۃ۔ج:3۔ص:273)

ایک اور مقام پر فرمایا جب لوگ زکوٰۃ کی ادائیگی چھوڑ دیتے ہیں تو اللہ تبارک وتعالیٰ بارش کو روک دیتا ہے اگر زمین پر چوپائے موجود نہ ہوتے تو آسمان سے پانی کا ایک قطرہ بھی زمین پر نہ گرتا۔ (ابن ماجہ۔کتاب الفتن۔ج:4۔ص:270)

زکوٰۃ نہ دینے والے پر لعنت کی گئی ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ زکوٰۃ نہ دینے والے پر حضور نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے۔ (ابن خزیمہ۔کتاب الزکوٰۃ۔ج:4۔ص:8)

اے برادر! زکوٰۃ کے بارے میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے۔ اور جو زکوٰۃ نہیں دیتے اُن کے لئے عبرت کا نشان ہے۔ فرمایا: جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا اور وہ اس کی زکوٰۃ ادا نہ کرے تو قیامت کے دن وہ مال گنجے سانپ کی صورت میں کر دیا جائے گا جس کے سر پر دو چتیاں ہوں گی (یعنی دو نشان ہوں گے) وہ سانپ اس کے گلے میں طوق بنا کر ڈال دیا جائے گا۔ پھر اس (یعنی زکوٰۃ نہ دینے والے) کی باچھیں پکڑے گا اور کہے گا میں تیرا مال ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں، اس کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت فرمائی۔

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ط بَلْ هُوَ

شَرٌّ لَّهُمْ ؕ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ (سورہ آل عمران۔180)

ترجمہ: اور جو بخل کرتے ہیں اس چیز میں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دی۔ ہرگز اسے اپنے لئے اچھا نہ سمجھیں بلکہ وہ ان کے لئے برا ہے عنقریب وہ جس میں بخل کیا تھا قیامت کے دن ان کے گلے کا طوق ہوگا۔ (صحیح بخاری۔ کتاب الزکوٰۃ۔ ج:1۔ ص:374)

اے برادر! صرف یہی نہیں ان فوائد سے محرومی بھی ہے جو زکوٰۃ کی ادائیگی کی صورت میں مل سکتے ہیں۔ بخل یعنی کنجوسی جیسی بری صفت سے (اگر کوئی اس میں گرفتا ہوتو) چھٹکارا نہیں مل پائے گا۔ حضور نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد پاک ہے کہ سخاوت جنت میں ایک درخت ہے جو سخی ہوا اس نے اس درخت کی شاخ پکڑلی۔ وہ شاخ اسے نہ چھوڑے گی یہاں تک کہ اسے جنت میں داخل کردے اور بخل آگ کا ایک درخت ہے۔ جو بخیل ہوا اس نے اس کی شاخ پکڑی وہ اسے نہ چھوڑے گی یہاں تک کہ آگ میں داخل کرے گی۔

(شعب الایمان ج:۷۔ ص:430)

حدیث شریف میں بھی آیا ہے اور قرآن پاک میں بھی بار بار تاکید آئی ہے زکوٰۃ کے معنی ہیں پاک کرنے کے، جس طرح میلا کپڑا صابن لگانے سے پاک وصاف ہوجاتا ہے اسی طرح جس مال کی زکوٰہ ادا کردی جاتی ہے وہ مال بھی پاک ہوجاتا ہے۔ زکوٰۃ ہر صاحب نصاب مالدار مرد اور عورت پر فرض ہے۔ جو مال عورتوں کے قبضہ میں ہو اس کی زکوٰۃ عورت کو ادا کرنی چاہیے۔ یعنی اس کی زکوٰۃ ادا کرنا عورت کے ذمہ فرض ہے جو مال مرد کے قبضہ میں ہو اس کی زکوٰۃ مرد پر فرض ہے۔

ایک شخص نے کسی کو قرض دیا ہوا ہے تو اس روپے کی زکوٰۃ اس قرض دینے والے پر واجب ہے۔ کیونکہ درحقیقت اس روپے کا مالک تو یہی قرض دینے والا ہے اور وہ ملکیت اسی کی

ہے۔ چالیس روپے پر ایک روپیہ زکوٰۃ فرض ہے۔ زکوٰۃ کا مال غریبوں اور مسکینوں کا حق ہے۔ ان میں تقسیم کردیا جائے۔ عورتوں کے لئے بھی جس قدر اُن کے پاس زیور ہے اس کی قیمت لگا کر اس حساب سے زکوٰۃ ادا کریں۔

رکن پنجم: حج

چوتھا حکم رب باری تعالیٰ کے حکموں میں سے حج ہے۔ یہ اسلام کا پانچواں رکن ہے۔ حج ہر صاحب توفیق کے لئے زندگی میں ایک مرتبہ فرض ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے۔

وَاَتِمُّوا الحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ (پ۔2۔آیت:1) ترجمہ:۔ حج وعمرہ کو اللہ کے لئے پورا کرو۔

حدیث مبارکہ ہے کہ حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالی شان ہے کہ حج وعمرہ محتاجی اور گناہوں کو ایسے دور کرتے ہیں جیسے بھٹی لوہے، چاندی اور سونے کے میل کو دور کرتی ہے اور حج مبرور کا ثواب جنت ہی ہے۔ (ابن ماجہ، ترمذی)

حضور نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالی شان ہے کہ جس نے حج کیا اور رَفَث (یعنی فحش کلام) نہ کیا اور فسق نہ کیا تو گناہوں سے پاک ہو کر ایسا لوٹا جیسے کہ اُس دن ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ (بخاری شریف)

حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان پاک ہے کہ جو شخص مکہ مکرمہ سے پیدل حج کو جائے یہاں تک کہ واپس آئے اُس کے لئے ہر قدم پر سات سو نیکیوں کی مثل لکھی جائیں گی۔ عرض کیا گیا حرم کی نیکیوں کی کیا

مقدار ہے؟ ارشاد فرمایا۔ ہر نیکی لاکھ لاکھ نیکی ہے۔ سبحان اللہ! اس حساب سے ہر قدم پر سات کروڑ نیکی ہے۔ (بیہقی)

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ ''انوار البشارۃ'' میں پیدل چلنے کی ترغیب دلاتے ہوئے فرماتے ہیں ہو سکے تو پیادہ (مکہ مکرمہ) سے منیٰ، عرفات وغیرہ جاؤ کہ جب تک مکہ معظّمہ پلٹ کر آؤ گے ہر قدم پر سات کروڑ نیکیاں لکھی جائیں گی۔ یہ نیکیاں تقریباً 78 کھرب 40 ارب بنتی ہیں۔ اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا فضل اُس کے نبی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے اس اُمت پر بیشمار ہے۔

حضرت سیدنا ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے کہ جو حج یا عمرہ کے لئے نکلا اور راستے میں مرگیا اُس کی پیشی نہیں ہوگی، نہ حساب ہوگا اور اُس سے کہا جائے گا تو جنت میں داخل ہو جا۔ (طبرانی)

حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان میں عمرہ میرے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے۔ (ابوداؤد)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد پاک ہے کہ عمرہ سے عمرہ اُن گناہوں کا کفارہ ہے جو درمیان میں ہوئے اور حج مبرور کا ثواب جنت ہی ہے۔ (ابن ماجہ)

حضرت سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حاجی اپنے گھر والوں میں سے 400 کی شفاعت کرے گا اور گناہوں سے ایسا نکل جائے گا جیسے اُس دن ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ (بزار)

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کا ارشاد پاک ہے کہ جو حج کے ارادہ سے چلا اور راستے میں فوت ہو گیا تو اب قیامت تک اُس کے لئے حج کا ثواب لکھا جاتا رہے گا اور جو عمرہ کی نیت سے نکلا اور راستے میں موت سے ہمکنار ہوا تو اُس کے لئے تا قیامت عمرہ کا ثواب لکھا جاتا رہے گا۔ (بیہقی)

حضور نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد پاک ہے کہ جسے حج کرنے سے نہ ظاہری حاجت کی رکاوٹ ہو نہ بادشاہ ظالم، نہ کوئی مرض جو روک دے پھر بغیر حج کے مر گیا تو چاہے یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر۔ (دارمی)

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے کہ حاجی کی مغفرت ہو جاتی ہے اور حاجی جس کے لئے استغفار کرے اُس کے لئے بھی مغفرت ہے۔ (بزار، طبرانی)

حج ہے کیا؟

حج یہ ہے کہ دنیاوی چیزوں کی محبت کو دل سے نکالنا اور رب باری تعالیٰ کی محبت کو دل میں لینا حج ہے حاجی کا بڑا درجہ ہے جو شخص حج کی نیت کر کے اللہ باری تعالیٰ کے گھر کی طرف چلا اور اپنے سب رشتے ناطے و کاروبار تعلقات چھوڑ کر حج کا سفر کر رہا ہے۔ اس سفر کرنے والے کو حاجی کہتے ہیں۔ حج کے لئے جس طرح سرمایہ ظاہرہ ضرورت ہوتی ہے اسی طرح سرمایہ باطن کی بھی ضرورت ہوتی ہے اور وہ سرمایہ عشق و محبت ہے اور ظاہر ہے کہ یہ اہل محبت سے ملتا ہے۔ لہٰذا ہمیں بھی چاہیے کہ ہم بھی کسی عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نسبت قائم کریں اور اس سے آداب عشق و محبت سیکھیں اور پھر سفر مدینہ اور مکہ مکرمہ کریں۔

اے پیارے! حاجی گھر سے نکلتے ہی رب باری تعالیٰ کا مہمان ہوتا ہے۔ جو شخص کسی کے مہمان کی خدمت کرتا ہے وہ گویا میزبان کا دل خوش کرتا ہے۔ اس لئے حاجیوں کی خدمت

عین موجب رب باری تعالیٰ کی خوشنودی ہے۔ حاجی جب خدا کا مہمان ہے تو اس کو کیا پرواہ ہے وہ تو کل عالم کے مختار کے خزانے ہاتھ میں رکھے ہوئے ہے۔ پس حاجی کو چاہیے کہ رب باری تعالیٰ پر بھروسہ کرے۔

حضرت مالک بن دینارؒ فرماتے ہیں کہ میں حج بیت اللہ شریف کے لئے جا رہا تھا کہ راستے میں ایک نوجوان کو دیکھا جو بغیر سواری اور بغیر زادِ راہ کے پیدل چل رہا تھا میں نے اس کو سلام کیا اُس نے سلام کا جواب دیا میں نے پوچھا اے نوجوان! کہاں سے آئے ہو؟ اُس نے آسمان کی طرف اشارہ کر کے جواب دیا۔ (اس رب باری تعالیٰ) کے پاس سے میں نے کہا، کہاں جا رہے ہو؟ اس نے کہا (اُس رب باری تعالیٰ) کے پاس میں نے کہا زادِ راہ کہاں ہے؟ وہ بولا اُسی (رب باری تعالیٰ) کے ذمہ ہے۔ میں نے کہا یہ طویل راستہ بغیر پانی اور کھانے کے طے نہیں ہوگا تیرے پاس کچھ ہے۔ وہ بولا جی ہاں میں نے گھر سے نکلتے ہوئے پانچ حروف زادِ راہ کے طور پر لے لئے تھے۔ میں نے پوچھا کہ وہ پانچ حروف کون سے ہیں۔ اس نے کہا کہ (رب باری تعالیٰ) کا یہ فرمان (کٓھٰیٰعٓصٓ) میں نے کہا ان حروف کے کیا معنی ہیں۔ اُسنے کہا ''ک'' کے معنی کفایت کرنے والا، ھا کے معنی ہدایت کرنے والا، ''یا'' کے معنی پناہ دینے والا ''ع'' کے معنی جاننے والا، ''ص'' کے معنی سچا۔ تو جس کا ساتھی کافی وہادی، مودی و عالم اور صادق ہو وہ کیسے ضائع یا پریشان ہو سکتا ہے اور اُسکو کیا ضرورت ہے کہ زادِ راہ اور پانی اُٹھائے پھرے۔

حضرت مالک بن دینارؒ فرماتے ہیں کہ اُس کا کلام سن کر میں بے حد متاثر ہوا اور اُس کو اپنا قمیض پیش کیا۔ اُس نے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور کہا اے شیخ! دنیا کے قمیض سے ننگا رہنا بہتر ہے کیونکہ دنیا کی حلال چیزوں پر حساب ہے اور حرام چیزوں پر عذاب ہے۔ جب رات کا اندھیرا چھا گیا تو اُس نے منہ آسمان کی طرف اٹھایا اور مناجات کرنے لگا کہ اے وہ پاک ذات!

جس کو بندوں کی اطاعت سے خوشی ہوتی ہے اور بندوں کے گناہوں سے کچھ نقصان نہیں ہوتا۔ مجھے وہ چیز عطا فرما جس سے تجھے خوشی ہوتی ہے اور وہ چیز معاف فرما دے جس سے تیرا کوئی نقصان نہیں ہوتا۔

جب لوگوں نے احرام باندھ کر لَبَّیْکَ کہا تو وہ خاموش تھا۔ میں نے کہا کہ تو (لَبَّیْکَ) کیوں نہیں کہتے؟ اس نے کہا مجھے ڈر ہے کہ میں کہوں لَبَّیْکَ اور وہ فرما دے لَا لَبَّیْکَ وَلَا سَعْدَیْکَ وَلَا اَسْمَعُ کَلَامَکَ وَلَا اَنْظُرُ اِلَیْکَ یعنی تیری لَبَّیْکَ قبول ہے اور نہ سَعْدَیْکَ اور نہ میں تیرا کلام سنوں اور نہ تیری طرف دیکھوں۔ پھر وہ چلا گیا تو میں نے اس کو سارے راستے میں کہیں نہ دیکھا۔ منیٰ پہنچ کر دیکھا کہ وہ کچھ عربی اشعار پڑھ رہا تھا جن کا ترجمہ یہ ہے۔

1- بے شک وہ حبیب جس کو میرا خون پسندیدہ ہے تو میرا خون اُس کے لئے حلال ہے حرم میں بھی اور حرم کے باہر بھی۔

2- خدا کی قسم! اگر میری روح کو علم ہو جائے کہ وہ کس ذات اقدس سے محبت کرتی ہے تو وہ قدم کے بجائے سر کے بل کھڑی ہو جائے۔

3- مجھے ملامت کرنے والے! اُس کے عشق میں مجھے ملامت نہ کر کہ اگر تجھے وہ نظر آ جائے جو میں دیکھتا ہوں تو تو کبھی بھی مجھے ملامت نہ کرے۔

4- لوگوں نے عید کے دن بھیڑ، بکریوں اور اونٹوں کی قربانی کی اور محبوب نے اس دن میری جان کی قربانی کی۔

5- لوگوں کا حج ہوا ہے اور میرا حج بذات خود میرا محبوب ہے۔ لوگوں نے قربانیاں ہدیہ کیں اور میں نے اپنی جان اور اپنے خون کی قربانی دی۔

پھر وہ گڑگڑا کر عرض گزار ہوا۔اے میرے اللہ! لوگوں نے قربانیاں کیں اور تیرا قرب حاصل کیا اور میرے پاس تو کچھ بھی نہیں جس کے ساتھ میں تیرا قرب حاصل کروں۔سوائے اپنی جان کے۔تو اس کو تیری بارگاہ میں نذر کرتا ہوں تو اس کو قبول فرما۔پھر اُس نے ایک چیخ ماری اور زمین پر گرا اور اُس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔حضرت مالک بن دینارؒ فرماتے ہیں کہ پھر یکا یک غیب سے صدا سنائی دینے لگی۔یہ اللہ کا پیارا ہے جو اللہ تعالیٰ کی تلوار سے قتل ہوا ہے۔ پھر میں نے اس کی تجہیز و تکفین کی۔ (روض الریاحین)

حاجی اگر سفر میں مر گیا تو رب باری تعالیٰ قیامت تک ایک فرشتہ مقرر کرتا ہے جو اُس کی جانب سے ہر سال حج کرتا ہے اور اُس کا ثواب اس حاجی کو ملتا ہے۔

اے برادر! تو اپنی طرف سے کوشش کئے جا کہ تو اس کا مقبول بندہ بن جائے تیرا حج قبول کرنا یا نہ کرنا اس کی اپنی مرضی ہے۔میرا یہ یقین ہے کہ جب مالک نے اپنے در پر بلا لیا تو حج قبول فرما لیا ورنہ شہروں میں تو ہزاروں لوگ ہیں جو ادھر گھروں میں بیٹھے ہیں تمہارا حج قبول تھا تو تجھ کو بلا لیا۔وہ تو مالک کل ہے مختار کل عالم ہے وہ چاہے تو بغیر بلائے بھی حج کروا دے تمہاری کوئی ایسی ادا پسند آ جائے اور تجھ پر رب باری تعالیٰ کا کرم ہو جائے۔

حضرت ربیع بن سلیمانؒ فرماتے ہیں کہ میں اور میرا بھائی ہم دونوں ایک قافلہ کے ساتھ حج کے لئے جا رہے تھے جب ہم کوفہ میں پہنچے تو میں ضروریات سفر خریدنے کے لئے بازاروں میں پھر رہا تھا۔میں نے دیکھا کہ ایک ویران سی جگہ پر ایک خچر مرا ہوا پڑا تھا اور ایک عورت جس کے کپڑے بہت پرانے اور بوسیدہ ہو چکے تھے وہ چاقو سے اُس کے گوشت کے ٹکڑے کاٹ کاٹ کر ایک ٹوکری میں ڈال رہی تھی۔میں نے خیال کیا کہ یہ مردار گوشت لے جا رہی ہے۔اس پر خاموش نہیں رہنا چاہیے۔ممکن ہے کہ یہ کوئی بھٹیاری عورت ہو اور کل کو یہی پکا

کرلوگوں کو کھلا دے میں چپکے سے اس کے پیچھے ہولیا۔ وہ عورت ایک بڑے مکان میں پہنچی جس کا دروزاہ بھی اونچا تھا اور دروازہ کھٹکھٹایا اندر سے آواز آئی کون ہے؟ اُس نے کہا کھول میں ہی بدحال ہوں۔ دروازہ کھلا اور اس میں سے چار لڑکیاں نظر آئیں جن سے بدحالی اور مصیبت کے آثار ظاہر ہورہے تھے۔ اس عورت نے اندر جا کر وہ ٹوکری اُن لڑکیوں کے سامنے رکھ دی اور روتے ہوئے کہا کہ اس کو پکالو اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر اختیار ہے۔ لوگوں کے دل اُسی کے قبضے میں ہیں۔ وہ لڑکیاں اُس گوشت کو کاٹ کاٹ کر آگ پر بھوننے لگیں۔ مجھے قلبی رنج ہوا میں نے باہر سے آواز دی۔ اے اللہ کی بندی خدا کے لئے اس کو نہ کھانا، وہ بولی تو کون ہے۔ میں نے کہا میں ایک پردیسی آدمی ہوں۔ وہ بولی اے پردیسی ہم خود ہی مقدر کے قیدی ہیں۔ تین سال سے ہمارا کوئی معین و مددگار نہیں ہے اب تو ہم سے کیا چاہتا ہے؟ میں نے کہا مجوسیوں کے ایک فرقہ کے سوا کسی مذہب میں مردار کا کھانا جائز نہیں۔ وہ بولی! ہم خاندان نبوت کے شریف (سیّد) ہیں ان لڑکیوں کا باپ بڑا نیک تھا وہ اپنے ہی جیسوں سے ان کا نکاح کرنا چاہتا تھا۔ اس کی نوبت نہ آئی اور اس کا انتقال ہوگیا۔ جو ترکہ اُس نے چھوڑا تھا وہ ختم ہوگیا ہمیں معلوم ہے کہ مردار کھانا جائز نہیں لیکن اس طرح کے حالات میں جائز ہو جاتا ہے۔ اور ہمارا چار دن کا فاقہ ہے۔

سیّد گھرانے کے ان حالات کو سن کر مجھے رونا آگیا اور میں روتے ہوئے انتہائی بے چینی کے ساتھ وہاں سے واپس ہوا۔ بھائی کے پاس آکر میں نے بھائی سے کہا کہ میرا ارادہ حج کا نہیں ہے۔ اُس نے مجھے بہت سمجھایا اور حج کے فضائل بتائے کہ حاجی ایسی حالت میں لوٹتا ہے کہ اس پر کوئی گناہ نہیں رہتا وغیرہ وغیرہ مگر میں نے بہ اصرار اپنے کپڑے،، احرام کی چادریں اور جو سامان میرے ساتھ تھا جس میں 600 درہم نقد بھی تھے سب لے کر چل دیا۔ بازار سے ایک سو

درہم کا آٹا اور ایک سو درہم کا کپڑا خریدا اور باقی 400 درہم آٹے میں چھپا دیئے اور سادات کرام کے گھر پہنچا اور سب سامان کپڑا اور آٹا وغیرہ اُن کو پیش کر دیا۔ اس عورت نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا اور اس طرح دعا دی۔

اے ابن سلیمان! اللہ تعالیٰ تیرے اگلے پچھلے سب گناہ معاف کرے اور تجھے حج کا ثواب اور اپنی جنت میں جگہ عطا فرمائے اور اس کا ایسا بدلہ عطا فرمائے جو تجھ پر بھی ظاہر ہو جائے۔ سب سے بڑی لڑکی نے دعا دی! اللہ تعالیٰ تیرا اجر دگنا کرے اور تیرے گناہ معاف فرمائے۔ دوسری لڑکی نے اس طرح دعا دی۔ اللہ تعالیٰ تجھے اس سے بہت زیادہ عطا فرمائے جتنا تو نے ہمیں دیا۔ تیسری لڑکی نے دعا دیتے ہوئے کہا! اللہ تعالیٰ ہمارے نانا جان رحمت عالمیان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تیرا حشر کرے۔ چوتھی لڑکی نے جو سب سے چھوٹی تھی اُس نے یوں دعا دی۔ اے اللہ! جس نے ہم پر احسان کیا تو اس کا نعم البدل اس کو جلدی عطا کر اور اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف فرما۔

حجاج کا قافلہ روانہ ہو گیا اور میں کوفہ ہی میں مجبوراً پڑا رہا۔ یہاں تک کہ وہ سب لوگ حج سے فارغ ہو کر واپس بھی آ گئے۔ مجھے خیال آیا کہ میں ان حجاج کا استقبال کروں اور ان سے اپنے لئے دعا کرواؤں کہ کسی مقبول کی دعا میرے حق میں قبول ہو جائے۔ جب حجاج کا قافلہ میری آنکھوں کے سامنے آ گیا تو مجھے اپنے حج کی سعادت سے محروم رہ جانے پر بہت افسوس ہوا اور میرے آنسو نکل آئے۔ جب میں ان حاجیوں سے ملا تو میں نے کہا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ تمہارا حج قبول فرمائے اور تمہارے اخراجات کا بدل عطا فرمائے۔ اُن میں سے ایک نے کہا کہ یہ دعا کیسی ہے۔ میں نے کہا! ایسے شخص کی دعا جو دروازے تک پہنچ کر حاضری سے محروم رہا ہو۔ وہ کہنے لگا بڑے تعجب کی بات ہے اب تو وہاں جانے سے انکار کرتا ہے۔ کیا تو ہمارے ساتھ عرفات

کے میدان میں نہیں تھا؟ کیا تو نے ہمارے ساتھ شیطان کو کنکریاں نہیں ماری تھیں؟ اور کیا تو نے ہمارے ساتھ طواف نہیں کیے؟ میں اپنے دل میں سوچنے لگا کہ یہ رب باری تعالیٰ کا لطف و کرم ہے۔ اتنے میں میرے شہر کے حاجیوں کا قافلہ بھی آ گیا۔ میں نے اُن سے بھی کہا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری سعی مشکور و مقبول فرمائے اور تمہارا حج قبول فرمائے وہ بھی یہی کہنے لگے کہ تو ہمارے ساتھ عرفات میں نہ تھا اب انکار کرتا ہے ان میں سے ایک شخص آگے بڑھتا ہوا میرے قریب ہوا۔ وہ میرا بھائی تھا میرے قریب آیا اور کہا کہ بھائی اب انکار کیوں کرتے ہو؟ کیا بات ہے آخر تم ہمارے ساتھ مکہ شریف میں نہیں تھے یا مدینہ پاک میں نہیں تھے؟ یہ دیکھو تمہارے ساتھ ہونے کی دلیل کہ جب ہم روضہ اطہر کی زیارت کر کے باب جبرائیل علیہ السلام سے باہر آ رہے تھے تو اُس وقت بھیڑ کی وجہ سے تم نے یہ تھیلی مجھے بطور امانت دی تھی جس کی مہر پر لکھا ہوا ہے۔ مَنْ عَامَلَنَا رَبِحَ (یعنی جو ہم سے معاملہ کرتا ہے نفع پاتا ہے)۔ یہ لو اپنی تھیلی حضرت ربیع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خدا باری تعالیٰ کی قسم! میں نے اُس تھیلی کو اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ میں نے تھیلی لے کر اپنے پاس رکھ لی۔ عشاء کی نماز پڑھ کر اپنا وظیفہ پورا کیا اور اسی سوچ میں جاگتا رہا کہ آخر یہ قصہ کیا ہے۔ اسی میں میری آنکھ لگ گئی تو میں نے حضور نبی کریم رؤف الرحیم تاجدار مدینہ، راحت قلب وسینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خواب میں زیارت کی میں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام عرض کیا اور دست بوسی کی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبسم فرماتے ہوئے سلام کا جواب دیا اور فرمایا۔ اے ربیع! آخر ہم کتنے گواہ اس پر قائم کریں کہ تو نے حج کیا تو مانتا ہی نہیں۔ سن! بات یہ ہے کہ جب تو نے اُس خاتون پر جو میری اولاد میں سے تھی احسان کیا اور اپنا زادِ راہ ایثار کر کے اپنا حج ملتوی کر دیا تو میں نے اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا کی کہ وہ اس کا نعم البدل تجھے عطا فرمائے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک فرشتہ تیری صورت پر پیدا فرمایا

اور حکم دیا کہ وہ قیامت تک ہر سال تیری طرف سے حج کیا کرے۔ نیز دنیا میں تجھے یہ عوض دیا کہ 600 درہم کے عوض یعنی بدلے 600 دینار (سونے کی اشرفیاں) عطا فرمائی تو اپنی آنکھ ٹھنڈی رکھ۔ پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی وہی الفاظ ارشاد فرمائے کہ (مَنْ عَـامَلَنَا رَبِـحَ) (یعنی جو ہم سے معاملہ کرتا ہے نفع پاتا ہے)۔ حضرت ربیع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب میں سو کر اُٹھا اور اس تھیلی کو کھولا تو میں نے اس میں 600 سونے کی اشرفیوں کو پایا۔

(روضۃ الساوی)

اے پیارے! رب باری تعالیٰ اپنے محبوب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے میں حج ایسے بھی کروا دیتا ہے کہ جس پر اُس کا کرم ہو جائے۔ ہر عبادت کا طریقہ اور آداب ہیں اور حج کے لئے بھی بعض آداب ہیں بغیر آداب کے عبادت درجہ قبولیت کو نہیں پہنچتی۔ سب سے پہلا ادب مقام مقررہ ہے جس پر پہنچتے ہی احرام باندھنا یعنی ایک چادر باندھنا اور ایک چادر اوڑھنا ہے۔

سب سے ضروری ادب اللہ تعالیٰ سے محبت اور اس کے محبوب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ہے کیونکہ آداب کے کرینوں میں سب سے بڑا قرینہ محبت ہے اور محبت کے بغیر سفر حج ادھورا ہے۔ سب سے پہلے حج کی نیت فرض ہے۔ رب باری تعالیٰ کی سب سے بڑی مہربانی یہ ہے کہ مالداروں کو ہی حج کا حکم ہوا ہے۔ اور جب دربار شاہی یعنی سب بادشاہوں کے بادشاہ کے دربار میں حاضر ہو تو لب خاموش کر لیں اور خشوع وخضوع سے دل میں دعا مانگنا اور منہ سے کوئی لفظ نہ نکلے صرف دل سے دعا کریں اور آنکھوں سے آنسو رخساروں پر برساتے رہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کو رونے والی آنکھیں بہت پسند ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ بات بن جائے گی۔

حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص صاف نیت سے حج کرتا ہے اُس کا بدلہ جنت ہے۔ اللہ

تعالیٰ اس کے سب گناہ معاف فرما دیتا ہے۔حج کرنے کے بعد انسان ایسا ہو جاتا ہے کہ گویا آج ہی شکم مادر سے پیدا ہوا ہے۔حدیث شریف میں آیا ہے کہ بے شک حج گناہوں کو یوں دھوڈالتا ہے جس طرح پانی میل کو صاف کر دیتا ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ ہر مسلمان کو صحیح معنوں میں ایمانداری سے حج کرنے کی توفیق بخشے۔آمین ثم آمین۔

قربانی

رب باری تعالیٰ کے راستہ میں سب سے زیادہ جس چیز سے محبت ہو اس کو راہ رب باری تعالیٰ میں قربان کرنا یا چھوڑنا یا کسی گناہ کو چھوڑنا اس کا دوبارہ ارتکاب نہ کرنا اور راہِ حق میں شیطان کے خلاف جہاد کرنا اور شیطانی کاموں کو چھوڑ کر رب باری تعالیٰ کی عبادت کرنا اور اللہ بزرگ برتر کے احکامات کی تعمیل کرنا اور کسی لاچار کی مدد کرنا اور کسی تنگ دست کی خدا کی رضا کیلئے تنگ دستی دور کرنا میرے نزدیک قربانی ہی ہے لیکن عام فہم میں قربانی یہ ہے کہ ایک رات حضرت ابراہیم علیہ السلام سو رہے تھے اور خواب میں کیا دیکھتے ہیں کہ وہ اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو قربان کر رہے ہیں یعنی کہ وہ اپنے بیٹے کو ذبح کر رہے ہیں۔جب حضرت ابراہیم صبح اٹھے تو سوچا کہ یہ کیسا خواب تھا کیونکہ آپ کو اپنے بیٹے سے بہت زیادہ محبت تھی اور خواب میں ذبح بھی اپنے بیٹے کو خود ہی کر رہے ہیں۔لہٰذا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سوچا کہ یہ کوئی برا خواب ہے اس لیے آپ نے صبح اُٹھ کر 100 اونٹ قربان کیئے۔دوسری رات جب حضرت ابراہیم علیہ السلام سوئے تو پھر یہی خواب دیکھا اور سوچا کہ مجھے سو اونٹ اور قربان کر دینے چاہیے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام نے 100 اونٹ اور قربان کیئے۔تیسری رات جب سوئے تو پہلی رات کی طرح خواب دیکھا کہ وہ اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کر رہے ہیں تو تیسرے دن وہ اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی پر رب باری تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا کیلئے تیار

ہو گئے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو لے کر مکہ مکرمہ سے منیٰ کے مقام پر پہنچے۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام گھر سے چلے تو راستہ میں ایک جگہ پر شیطان مردود نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کی بیوی اور آپ کے بیٹے کو بہکانا چاہا مگر تینوں نے رب باری تعالیٰ کے حکم کی تعمیل پر بخوشی آمادگی ظاہر کرتے ہوئے شیطان مردود کو لعنت ملامت کی اور اس کو پھٹکارا اور دھتکارا۔ اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو قربان کرنے پر ثابت قدم رہے۔ (نوٹ: اس لعنت ملامت میں شیطان مردود کو منیٰ میں تین شیطانوں پر سات سات کنکریاں مارنے کا حکم ہے) کیونکہ شیطان مردود نے تین مرتبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کی بیوی اور بیٹے کو بہکانے کی کوشش کی تھی۔ اس بہکاوے میں نہ آ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کیلئے زمین پر لٹایا اور رب باری تعالیٰ کے دربار میں یوں عرض کی اے میرے رب باری تعالیٰ میں تیری رضا کیلئے اپنے بیٹے کی قربانی پیش کرتا ہوں اور چھری حلق پر چلا دی۔ ادھر رب باری تعالیٰ کی رحمت کو جوش آ گیا اور چھری حلق پر نہ چلی۔ رب باری تعالیٰ نے جبرائیل سے فرمایا کہ جا تو جنت سے ایک دنبہ حضرت اسماعیل کا فدیہ لے کر حضرت ابراہیم کے پاس جا اور اس دنبے کو ذبح کرنے کا حکم دے اور میری طرف سے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے فرمادے کہ تمہاری قربانی قبول ہو گئی۔ چنانچہ حضرت جبرائیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس پہنچے اور دنبہ ذبح کیا گیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس رب باری تعالیٰ کے حکم کی اتباع اور پیروی میں قربانی شروع ہوئی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب قربانی سے فراغت پائی تو رب باری تعالیٰ کے حضور سجدہ شکر بجالائے اور حضرت اسماعیل کو بی بی ہاجرہ کے حوالے کیا۔

حجرِ اسود

حجرِ اسود کیا ہے؟ حجرِ اسود ایک پتھر ہے۔ جنت سے حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ آیا تھا۔ مقام ابراہیم علیہ السلام دروازہ کعبہ کے سامنے ایک جنتی پتھر جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ شریف کی عمارت تعمیر کی۔ اس کے بعد اہل مکہ نے اس کی تعمیر دوبارہ کی جس کی وجہ یہ تھی کہ ایک مرتبہ بہت شدید بارش ہوئی جس کے سیلابی پانی سے خانہ کعبہ کی دیواروں میں دراڑیں پڑ گئیں اس لئے اہل قریش نے نئے سرے سے خانہ کعبہ تعمیر کرنے کا فیصلہ کیا۔

حجرِ اسود کی تنصیب کی تفصیل یوں ہے کہ جس وقت قریش نے خانہ کعبہ کی تعمیر کی اور مقام رکن پر پہنچے تو حجرِ اسود نصب کرنے میں باہم تنازعہ کھڑا ہو گیا کہ کس قبیلہ کے آدمی اسے نصب کریں۔ ہر قبیلہ چاہتا تھا کہ حجرِ اسود کو خانہ کعبہ میں نصب کرنے کا شرف اسے نصیب ہو۔ قبائل میں اختلاف یہاں تک بڑھا کہ قریب تھا کہ جنگ کی نوبت آ جائے گی۔ بنو عبدالدار اور بنو کعب نے قسم کھائی کہ وہ جان دے دیں گے لیکن کسی دوسرے قبیلہ کو یہ اعزاز حاصل کرنے کی اجازت نہیں دیں گے۔ مسلسل چار روز تک حالات بڑے کشیدہ رہے آخر پانچویں روز اس نزاع کا تصفیہ کرنے کے لئے سب مسجد الحرام میں جمع ہوئے۔ ابو امیہ بن مغیرہ قریش میں سب سے زیادہ سن رسیدہ شخص تھے۔ انہوں نے رائے دی کہ کل صبح جو شخص سب سے پہلے مسجد الحرام کے باب بنی شیبہ سے حرم میں داخل ہو وہی ثالث قرار دیا جائے وہ جو فیصلہ کرے سب قبائل اسے تسلیم کریں۔ سب لوگوں نے اس رائے سے اتفاق کیا۔ چنانچہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے پہلے تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری پر تمام لوگ خوش ہوئے۔ لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاکم بنایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجرِ اسود کو ایک کپڑے میں رکھنے کا حکم دیا۔ چنانچہ وہ رکھا گیا۔ پھر ہر قبیلے کا ایک ایک سردار لیا اور اُن کو چادر

کے کونے پکڑنے کا حکم دیا۔ پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اوپر چڑھے اور ان سرداروں نے حجر اسود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف اٹھایا چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اس کو اپنے ہاتھ سے خانہ کعبہ کی دیوار میں نصب فرمایا اور پھر اس کو بوسہ دیا۔ (خصائص الکبریٰ للسیوطی)

حدیث مبارکہ ہے کہ جس چیز پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کوئی عضو مس ہوگا اُس چیز کو آگ نہ جلائے گی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجر اسود کو بوسہ دیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لب مبارک لگنے کے صدقہ میں جو شخص حجر اسود کا بوسہ لے گا وہ دوزخ کی آگ سے بچا رہے گا۔ یہ حجر اسود رب باری تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرے گا یارب یہ شخص تیرے در پر حاضر ہوا تھا اس نے مجھے بوسہ دیا تھا یارب اس کو بخش دے یارب اس پر اپنے حبیب کے بوسہ دینے کے صدقہ میں رحمت فرما تو نہایت رحم کرنے والا ہے۔

حج میں حلق یا قصر

احرام سے باہر ہونے کے لئے حدودِ حرم ہی میں پورا سر منڈوانا اس کو حلق کہتے ہیں۔

چوتھائی سر کا ہر بال کم از کم اُنگلی کے ایک پور کے برابر کتروانا قصر کہلاتا ہے۔

عورتوں کے لئے لازم ہے کہ ایک انگلی کی پور سے زیادہ کاٹیں کیونکہ ان کے بال بڑے ہوتے ہیں۔

سعی صفا و مروہ اور زمزم

اے برادر! سعی صفا و مروہ اور آب زم زم بندگان خدا اور محبوبان الٰہی کی پاکیزہ اداؤں کا مجموعہ ہے۔ جو کہ معبود حقیقی رب العزت کو پسند آگئیں مثلاً حضرت اسماعیل علیہ السلام کے عالم طفولیت میں آپ کے ننھے ننھے مبارک قدموں کی رگڑ سے پانی کا جاری ہونا۔ آپ کی والدہ

ماجدہ حضرت سیدہ ہاجرہ سلام اللہ علیہا کا آپ کی پیاس کی شدت کی وجہ سے بے تاب ہو کر پانی کی تلاش میں صفا کی پہاڑی سے مروہ کی پہاڑی تک دوڑ دوڑ کر قافلہ کو دیکھنا آنا جانا چکر لگانا۔ بالآخر ساتویں مرتبہ دوڑ کر واپس بیٹے کے پاس آئیں تو ان کے قدموں کے نیچے زمین میں سے پانی بہنے لگا۔ اس پانی کو دیکھنا، پینا اور بدن پر ڈالنا ثواب اور بیماریوں کے لئے شفا ہے۔ یہ وہ ادائیں ہیں جو کہ رب باری تعالیٰ کو بھا گئیں، پسند آ گئیں جو کہ آخر کار فرض میں شمار کر دی گئیں۔

دعا قبول ہونے کے مقامات

یوں تو مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں ہر جگہ انوار و تجلیات کی بارشیں ہر وقت ہی چھم چھم برس رہی ہیں۔ لیکن جن کی فضیلت ہے اُن مقامات کا ذکر کرتا ہوں تا کہ آپ ان مقامات پر مزید توجہ کے ساتھ دعا کر سکیں۔

مکہ مکرمہ کے مقامات یہ ہیں۔ 1- مطاف 2- مستجار 3- ملتزم 4- بیت اللہ کے اندر 5- میزاب رحمت کے نیچے 6- حجر اسود 7- مقام ابراہیم علیہ السلام کے پیچھے 8- رکن یمانی خصوصاً جب دوران طواف وہاں سے گزر ہو 9- صفا مروہ۔ مزدلفہ خصوصاً مشعر الحرام۔ منیٰ 10- جب جب کعبہ شریف پر نظر پڑے۔

مدینہ منورہ کے مقامات یہ ہیں۔ 1- مسجد نبوی ﷺ 2- منبر اطہر کے پاس 3- مواجہ شریف 4- مسجد نبوی ﷺ کے پاس 5- مسجد قبا شریف 6- وہ مساجد جن کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نسبت ہے مثلاً مسجد غمامہ، مسجد قبلتین وغیرہ وغیرہ 7- وہ مبارک کنویں جن سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت ہے۔ 8- جبل اُحد 9- مزارات بقیع 10- اور مسجد الفتح میں خصوصاً بدھ کو ظہر و عصر کے درمیان۔

شانِ حضور نبی کریم رؤف ﷺ آیاتِ قرآنیہ اور احادیث کی روشنی میں

مقامِ محمود پر ہر شخص کی زبان پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حمد و تعریف ہوگی۔ حق باری تعالیٰ بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف کرے گا گویا شانِ محمدیت کا پورا پورا ظہور اس وقت ہوگا۔ کیونکہ قرآن پاک میں ارشاد ہے۔

هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ج وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (سورۃ۔حدید؛ پارہ27)

ترجمہ:۔ وہ ہی اوّل ہے وہ آخر ہے وہی ظاہر ہے وہ ہی چھپا اور وہ ہر چیز جانتا ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے مدارج النبوت کے خطبہ میں بیان فرمایا کہ یہ آیت کریمہ حمد الٰہی بھی ہے اور شانِ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے اوّل ہیں اور سب سے پیچھے اور سب پر ظاہر اور سب سے چھپے ہوئے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر چیز کو جانتے ہیں۔ اوّل تو اس طرح کہ دنیا و آخرت ہر جگہ سب سے اوّل ہی ہیں سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور پیدا ہوا۔ (اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ جِسْمًا) (ترجمہ:۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرا نوری جسم پیدا فرمایا۔

حضرت آدم علیہ السلام حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد ہیں مگر حقیقتاً حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والدِ آدم ہیں۔ بظاہر درخت سے پھول ہے مگر حقیقت میں پھول سے درخت ہے۔ اس باغ عالم کے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پھول ہیں سب سے پہلے نبوت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا ہوئی۔ خود فرماتے ہیں۔

كُنْتُ نَبِيًّا وَ اٰدَمُ بَيْنَ الطِّيْنِ وَالْمَآءِ

ترجمہ:۔ہم اس وقت نبی تھے جبکہ حضرت آدم اپنی آب وگل میں جلوہ گر تھے۔

میثاق کے دن (اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ) کے جواب میں سب سے پہلے بلٰی فرمانے والے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہیں۔ بروز قیامت سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبرانور کھولی جائے گی۔ بروز قیامت سب سے پہلے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوسجدہ کا حکم ملے گا۔سب سے پہلے حضور نبی کریم ہی شفاعت فرمائیں گے اور شفاعت کا دروازہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھلوائیں گے۔اوّل حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی جنت میں تشریف فرما ہوں گے۔ بعد میں تمام انبیاء۔اوّل حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت جنت میں جائے گی بعد میں باقی امتیں۔غرض کے ہر جگہ اولیت کا سہرا ان ہی کے سر پر ہے۔اوّل دن جمعہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیا گیا۔اس قدر اوّلیت کے باوجود پھر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخر بھی ہیں۔سب سے آخر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظہور ہوا۔خاتم النبیین آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لقب ہوا۔سب سے آخر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کتاب ملی۔سب سے آخر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کا دین آیا۔سب سے آخر دن یعنی قیامت تک حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دین ہی باقی رکھا گیا۔

یہ رب نے کہا محبوب میرے تو اور نہیں میں اور نہیں
یہ میرا تیرا کیا میرا یہ سب کچھ تیرا تیرا ہے
ایک چراغ ہی کیا ہے متوالا خود رب بھی فدا اور جگ سارا
گن گاتے ہیں آقا سب ہی تیرا ہر جا پہ چرچا تیرا ہے

اب رہا ظاہر و باطن تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب پر ظاہر ہیں اور ہمیشہ

سے ظاہر سب پر تو اس طرح ظاہر کہ ان کو مسلمان جانیں اور کافر پہچانیں۔(یَعۡرِفُوۡنَهٗ كَمَا يَعۡرِفُوۡنَ اَبۡنَآءَ هُمۡ) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معرفت کو بیٹے سے مثال دی نہ کہ باپ سے۔اس کی تین وجوہات ہیں بیٹا اپنے باپ کو صرف لوگوں سے سن کر جانتا ہے بلا دلیل۔ مگر باپ اپنے بیٹے کو اپنے نکاح، قرار حمل، ولادت وغیرہ دلائل سے جانتا ہے۔کفار بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دلائل سے پہچانتے تھے۔کفار بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت پاک سے پہلے جانتے تھے اوران کی آمد کی دعائیں مانگتے تھے۔ بچہ دنیا میں آکر فوراً نہیں پہچانتا بلکہ سمجھدار ہو کر پہچانتا ہے مگر باپ اپنے بیٹے کو پہلے دن سے جانتا ہے۔اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بچپن سے ہی سارا عالم جانتا تھا کہ پہاڑ سلام کرتے تھے حجر خوشخبریاں دیتے تھے۔درخت سائے کے لئے جھکتے، چاند باتیں کرتا تھا۔کفار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی گواہیاں دیتے تھے۔ جانور جانتے تھے اونٹ سجدہ کریں، جنگل کے ہرن امن مانگیں، چاند و سورج جانتے تھے کہ چاند تو اشارہ پا کر دو ٹکڑے ہو جائے اور سورج ڈوب کر لوٹ آئے کہ جانتے ہیں کہ اشارہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔فرش والے جانیں، عرش والے پہچانیں۔حضرت آدم علیہ السلام آنکھ کھولتے ہی عرش اعظم پر رب باری تعالیٰ کے نام کے ساتھ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام لکھا ہوا پائیں۔ جنت کے پتہ پتہ پر، حوروں کی آنکھوں میں، غلاموں کے سینہ پر غرضیکہ ہر جگہ لکھا ہوا ہے۔(لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰهِ)

خلد بریں میں ہر جگہ نام شاہ انام ہے

خلد ہے ملک آپ کی صَلِّ عَلٰی مُحَمَّد

دوزخی بھی اقرار کریں۔ قَالُوۡا لَمۡ نَكُ مِنَ الۡمُصَلِّيۡنَ (المدثر:43)

وہ بھی جانیں گے کہ مخالفت سید الابرار ہم کو یہاں لائی۔غرضیکہ جہاں رب باری تعالیٰ کا چرچا ہے

وہاں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر تمام عالم میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور اور ظہور ہے۔ پھر قیامت تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہر ادا سب کو معلوم ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات پاک کی ایک ایک حالت کریمہ قبل نبوت کے واقعات، بعد نبوت کے واقعات، بعد نبوت اندرونی اور بیرونی زندگی پاک، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چلنا پھرنا، کھانا پینا، سونا جاگنا، تبسم فرمانا غرضیکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارکہ کا ہر شعبہ ہر وقت ظاہر تھا مگر لطف یہ ہے کہ رب باری تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان ظہور کیا ہے۔

مولانا قسم نانوتوی قصائد قاسمی میں لکھتے ہیں

رہا جمال پہ تیرے حجاب بشریت　　نہ جانا ہے کچھ بھی کسی نے بجز ستار
سوائے خدا کے بھلا کوئی تجھ کو کیا جانے　　تو شمس نور ہے شپر نمط اولوالابصار

غرضیکہ دیدہ انسان میں بشریت ظاہر ہوئی مگر حقیقت محمد یہ بجز پروردگار کوئی بھی نہ جان سکا۔ جس طرح کہ سورج کو اس کے نور نے چھپالیا کہ کوئی بھی اُس کو آنکھ بھر کر نہیں دیکھ سکتا۔

اسی طرح حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نورانیت پردہ بن گئی۔ رب باری تعالیٰ نے اسی لئے ان کو نور فرمایا۔

قَدْ جَآءَ كُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتَابٌ مُّبِيْن　　(المائدہ:15)

ترجمہ:۔ بیشک اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب۔　　(کنزالایمان)

پانچویں صفت بیان ہوئی۔ (هُوَ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْم) اور وہ محبوب علیہ السلام ہر چیز کو جاننے والے ہیں۔ یعنی خالق کی ذات وصفات اور علوم ظاہر و باطن اور مخلوق کے اولین کے سارے علم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جمع ہیں اور مخلوق الٰہی میں (فَوْقَ كُلِّ ذِىْ عِلْمٍ عَلِيْم) (ہر علم والے کے اوپر ایک بڑا عالم ہے) وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہیں۔

اے برادر! جس آنکھ نے خالق عالم کو معراج میں دیکھا ہو مخلوق کس طرح اس سے چھپ سکتی ہے؟

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود

وَاِنۡ كُنۡتُمۡ فِىۡ رَيۡبٍ مِّمَّا نَزَّلۡنَا عَلٰى عَبۡدِنَا فَاۡتُوۡا بِسُوۡرَةٍ مِّنۡ مِّثۡلِهٖ ص وَادۡعُوۡا شُهَدَآءَ كُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ (23:2)

ترجمہ:۔ اور اگر تم کو کافرو کچھ شک ہو اس کتاب میں جو ہم نے اپنے بندۂ خاص پر اتاری تو تم اس کی طرح ایک سورۂ تو لے آؤ اور اللہ کے سوا اپنے سب مددگاروں کو بلالو۔

اے برادر! کفار مکہ کہتے تھے کہ قرآن پاک حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی طرف سے بنا کر سناتے ہیں۔اس کا جواب اس آیت میں دیا گیا ہے جس کو ایک مثال کی صورت پیش کرتا ہوں۔انسانی مصنوعات کی پہچان یہ ہے کہ دوسرا انسان اس طرح کی چیز بنا سکے۔اور جو کسی انسان سے نہ بن سکے۔سمجھ لو کہ وہ خدائی مصنوعات ہے۔جگنو اور چیونٹی اگر چہ کمزور چیزیں ہیں مگر کوئی نہیں کہتا کہ وہ انسان کی بنائی ہوئی ہیں۔مگر ریل کا انجن اور بجلی اگر چہ بہت طاقتور ہیں مگر سب جانتے ہیں کہ انسان کی بنائی ہوئی ہیں کیوں؟ اس لیے کہ آج بہت سے کارخانے انجن اور بجلی بنانے کے ہیں مگر چیونٹی اور جگنو بنانے کا ایک بھی کارخانہ نہیں۔اس طرح یہاں فرمایا گیا کہ اگر قرآن پاک انسان کی بنائی ہوئی چیز ہے تو تم بھی ایسا قرآن پاک بنالاؤ۔

اے برادر! بظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ قرآن پاک کی تعریف ہے مگر غور کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ اس میں قرآن پاک کی بھی تعریف ہے اور صاحب قرآن پاک کی بھی تعریف ہے۔مفسرین نے اس آیت کا معنی یہ بھی کیا ہے کہ مِثۡلِهٖ کی ضمیر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف لوٹتی ہے تو آیت کے معنی یہ ہوئے کہ ایک سورۃ ایسی لے آؤ جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم جیسی ذات مبارک کے منہ سے نکلی ہو۔یعنی پہلے تو کوئی ایسی شان والا محبوب دنیا میں تلاش کرو پھراس کے منہ سے ایسی آیت پڑھوا کر سنو (خازن و مدارک وغیرہ)۔اب کلام کا مقصد یہ ہے کہ نہ ان جیسی شان کا آسمان کے نیچے کوئی ملے گا نہ ایسا کلام سنا سکے گا۔جس سے معلوم ہوا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بے مثل اور بے نظیر ہیں۔حدیث پاک میں ارشاد ہوا (اَیُّکُمْ مِثْلِیْ) تم میں مجھ جیسا کون ہے۔دوسری جگہ ارشاد ہوا (وَلٰکِنِّیْ لَسْتُ کَاَحَدٍ مِّنْکُمْ) لیکن ہم تمہاری طرح نہیں اور عقل کا بھی تقاضا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مثل کوئی نہیں ہوسکتا۔

ہم سب مومن ہیں۔حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایمان۔ہم لوگ صادق، وہ سراپا صدق۔ہم لوگ عالم وہ سراپا علم کیونکہ ان کے احوال پاک جاننے کا یا ان کو پہچاننے کا علم ہے۔ہمارا پیشاب پاخانہ ناپاک۔حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ تمام چیزیں پاک امت کیلئے۔تفصیل کے لئے (شامی جلد اوّل) ہماری نیند وضو توڑ دے۔ان کی نیند وضو نہ توڑے ہم سب سن کر جنت ودوزخ، ذات وصفات پر ایمان لائے۔ہمارا ایمان سنا ہوا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیکھ کر۔ہم سب پر پانچ نمازیں فرض، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر چھ نمازیں فرض تہجد بھی۔

(وَمِنَ الَّیْلِ فَتَھَجَّدْ بِہٖ نَافِلَۃً لَّکَ) (الاسراء۔79) یعنی رات میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تہجد پڑھتے۔یہ نماز حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے زیادہ ہے۔سب کیلئے اسلام کے ارکان پانچ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے صرف چار یعنی زکوٰۃ فرض نہیں (شامی کتاب الزکوٰۃ)۔ہم کو چار بیویاں نکاح میں رکھنا جائز مگر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس قدر چاہیں حلال۔ہمارا مال میراث میں تقسیم ہو اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا

نہ ہو۔ ہماری بیویاں ہماری موت کے بعد جس سے چاہیں نکاح کرلیں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج پاک بعد وفات کسی کے نکاح میں نہیں آسکتیں۔ رب باری تعالیٰ فرماتا ہے(وَلَا تَنْکِحُوْا اَزْوَاجَهٗ مِنْ م بَعْدِهٖ اَبَدًا) غرضیکہ بے شمار فرق ہے عبادات میں بھی اور معاملات میں بھی پھر کس طرح کہا جاسکتا ہے کہ حضور نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم جیسے بشر ہیں؟

حضرت علامہ کمال الدین الامیری شافعیؒ۔ حیٰوۃ الحیوان۔ جلد اوّل میں لکھتے ہیں کہ۔ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مثل کسی کو پیدا نہیں فرمایا اور نہ ہی فرمائے گا۔

مشکوٰۃ شریف میں ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا؛ جس نے مجھے خواب میں دیکھا۔ اُس نے حقیقت میں مجھے ہی دیکھا۔ شیطان میری مثل نہیں بن سکتا۔ معلوم ہوا کہ جس خوش نصیب نے خواب میں آپ ﷺ کی زیارت کی حقیقت میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی زیارت کی۔ اور یہ معلوم ہوا کہ شیطان آپ کی شکل وصورت میں نہیں آسکتا۔ آگر کوئی انسان آپ ﷺ کی مثل بننے لگے۔ اور یوں کہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری ہی مثل ایک بشر ہیں پھر بات کہاں جائے گی۔

متفق علیہ حدث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کہ۔ حضرت آدم علیہ اسلام کو آپنی صورت پر پیدا فرمایا۔ بتائیے کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ آدم علیہ اسلام کی صورت رب باری تعالیٰ کی صورت ہے۔

مولانا رومؒ فرماتے ہیں۔

شاہِ دین را منگر اے ناداں بطین   کیں نظر کردہ است ابلیس لعین

ترجمہ۔ اے بیوقوف حضور ﷺ کو مٹی کا بنا ہوا نہ سمجھ کیونکہ یہ نظر شیطان مردود نے کی ہے۔

بَشَر ٌ مِّثْلُکُمْ

اے برادر! آج کل کہا جاتا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم جیسے بشر ہیں۔ان لوگوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پاک کو ظاہر پر قیاس کرلیا۔رب باری تعالیٰ فرماتا ہے۔

(وَ تَرٰ ھُمْ یَنْظُرُوْنَ اِلَیْکَ وَھُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ) (سورہ اعراف:198)

ترجمہ:۔ یعنی آنکھوں سے وہ آپ کو دیکھتے ہیں لیکن دل کی آنکھیں اُن کی اندھی ہیں وہ دل کی آنکھوں سے دیکھ نہیں سکتے۔

ابو جہل اشد اندھا کہاں دیکھے محمد ﷺ کو
جو صدیقوں نے دیکھی ہے وہ صورت مصطفیٰ کی ہے

کافروں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ظاہری آنکھوں دیکھا اور اپنے اوپر قیاس کر کے آپ کو ہم مثل سمجھا۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَر ٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰی اِلَیَّ اِنَّمَآ اِلٰھُکُمْ اِلٰہ ٌ وَّاحِد ٌ (110:18)

ترجمہ:۔ تم فرماؤ کہ ظاہری صورت بشری میں تم جیسا ہوں مجھے وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔

اس آیت سے ظاہر بین لوگ اس پر دلیل پکڑتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم جیسے انسان ہیں۔کھانے پینے ،موت وزیست میں ہم جیسے ہیں مگر اگر نظر ایمانی سے دیکھا جائے تو یہ آیت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان مبارکہ ہے۔اس جگہ چار طرح بحث کرنا ہے۔اوّل یہ کہ اس آیت سے مقصد کیا ہے۔دوم یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بشر اور

خطاب عامہ سے پکارنا شرعاً جائز یا حرام۔ تیسرے یہ کہ آیا شرعاً یا عقلاً حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واقعی ہم جیسے بشر ہیں یا نہیں اگر نہیں تو آیت میں **مثلکم** سے کیا مراد ہے؟ چوتھا یہ کہ (**یُوحٰی اِلَیَّ**) نے کیا فائدہ دیا۔

☆ تمام مومن اور کافر جانتے تھے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گروہ انسانی میں جلوہ گر ہوئے۔ کفار تو کہا ہی کرتے تھے (**مَا اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا**) نہیں ہو تم مگر ہم جیسے بشر۔

مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رب باری تعالیٰ کے نبی ہیں اور نبی وہ انسان ہوتے ہیں جو اللہ کی طرف سے احکام شرعیہ کی تبلیغ فرمانے کے واسطے بھیجے گئے ہیں۔ چنانچہ تمام اس مسئلہ کو جانتے اور مانتے ہیں پھر اس قدر کھلی ہوئی مانی ہوئی جانی ہوئی بات کو جو قرآن پاک نے اس قدر اہتمام سے بیان فرمائی اس سے کیا مقصد ہے؟

وجہ یہ ہے کہ عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صرف دو تین معجزے دیکھے، بغیر باپ کے پیدا ہونا اور مُردوں کو زندہ فرمانا، بیماروں کو شفا بخشنا۔ ان دو یا تین معجزوں کو دیکھ کر ان کو ابن اللہ یعنی خدا باری تعالیٰ کا بیٹا کہہ دیا۔ یہودیوں نے حضرت عزیز علیہ السلام میں صرف ایک معجزہ یعنی 100 برس کے بعد زندہ ہونے کو دیکھ کر اُن کو خدا کا بیٹا کہہ دیا۔ مشرکین نے فرشتوں کو رب باری تعالیٰ کی لڑکیاں مان لیا، کسی نے جنات اور رب باری تعالیٰ سے رشتہ جوڑ دیا۔ غرضیکہ ان بے وقوفوں نے معجزات دیکھ کر یا قوت و طاقت دیکھ کر ان کی شان میں افراط کی۔ بعض بے دین لوگوں نے انبیاء کو اپنے جیسا بشر کہہ کر ان کی شان میں بے ادبی اور گستاخی کی۔ اسلام کی یہ منشاء ہے کہ مسلمان اس بے ادبی اور گستاخی سے محفوظ رہیں۔ ان قوموں نے تو چند معجزات دیکھ کر انبیاء کو رب باری تعالیٰ کا بیٹا کہہ دیا مگر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک نے تو اس سے بڑھ کر بہت ہی زیادہ معجزات دکھائے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے

بادل برسا اور اشارہ پا کر پھٹ گیا، چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اشارہ سے ڈوبا ہوا سورج لوٹ آیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے کنکروں نے کلمہ پڑھا۔ دو درخت جو دور دور تھے آپس میں جڑ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فراق میں لکڑیاں روئیں۔ تھوڑے سے کھانے سے لشکر کا پیٹ بھرا۔ انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری ہوئے اور بے شمار معجزات کا ظہور رہا۔ تو خدشہ تھا کہ کوئی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی خدا یا خدا کا بیٹا نہ کہنے لگے۔ اس لئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ہر ایک ادا سے اپنی بندگی کو ظاہر فرمایا۔ اور کلمہ میں پڑھوایا (عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ) اور قرآن پاک نے یہ اعلان فرمایا۔ (اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ) ہر مسلمان کا عقیدہ ہے کہ انبیائے کرام رب باری تعالیٰ کے بندے ہیں اور اس کے محبوب ہیں۔ ان کی جلوہ گری انسانوں میں ہوئی۔ اس سے یہ بات بھی سمجھ میں آئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کل جہانوں کے لئے رحمت ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی بھی اور جہان میں جلوہ فرما ہوتے تو ہم کیا کر سکتے تھے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قاسم ہیں تمام جہانوں کی چابیاں اُن کے پاس ہیں وہ جہاں چاہتے تشریف فرماتے بہر حال موضوع یہ نہیں ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جلوہ گری انسانوں میں ہوئی مگر ان کو بشر یا بھائی یا بیٹا یا انسان یا آدمی کہہ کر پکارنا حرام ہے اور اگر بہ نیت توہین کہا تو کہنے والا کافر ہے۔ (عالمگیری)

قرآن پاک میں ہے کہ (وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ) (الحجرات:2)

اس آیت میں صاف بتایا گیا ہے کہ جن خطابات سے ایک دوسرے کو معمولی طریقہ سے پکارتے ہو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہ پکارو ورنہ تمہارے اعمال ضبط ہو جائیں گے اور تم کو خبر بھی نہ ہوگی اور اعمال کا ضبط ہونا کفر سے ہوتا ہے۔ اسی لئے اس آیت کو کلمہ قول سے

شروع فرمایا یعنی اے محبوب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بطریق انکسار وتواضع فرمادو کہ میں تم جیسا بشر ہوں نہ تو ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بشر کے خطاب سے پکاریں گے اور نہ کسی بشر کو اجازت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس خطاب سے پکارے۔ اسی لئے قرآن پاک میں کسی جگہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بشر یا آدمی یا مومنوں کا بھائی کہہ کر نہ پکارا بلکہ (یَآاَیُّھَا النَّبِیُّ، یَآاَیُّھَا الرَّسُوْلُ، یَآاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ، یَآاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ) اے چادر کے اوڑھنے والے، اے کپڑوں کے پہننے والے۔ اے بڑے درجہ والے، اے ہمارا پیغام لوگوں کو سنانے والے خطابوں سے پکارا۔ جب رب باری تعالیٰ ان کو بشر وغیرہ کے خطاب سے نہیں پکارتا تو ہم غلاموں کو کیا حق ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس طرح کیوں یاد کریں۔ دوسرا یہ بھی ہے کہ کسی دنیوی عظمت والے کو معمولی القاب سے پکارنے کے معنی یہ ہے کہ اس کی عظمت کا انکار کرے۔ کسی ملک کے صدر یا وزیر اعظم کو او آدمی، او انسان کہہ کر پکارنے والا مجرم ہے اور سزا کا مستحق ہے تو حضرات انبیاء جو بارگاہ الٰہی سے خطاب یافتہ ہوں ان کو عام القاب سے پکارنے والا بے دین ہے۔ اس میں اور ابوجہل میں کوئی فرق نہیں۔

اے برادر! ذرہ سوچ کہ اگر کوئی اپنی والدہ کو کہے اے میرے باپ کی بیوی یا باپ سے کہے او آدمی یا او انسان تو گستاخ کہا جاتا ہے تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عام خطابوں سے پکارنے والا کیونکر گستاخ نہ ہوگا اور کیوں بے ادب نہ کہا جائے گا۔

اس لئے محققین اور علماء کے نزدیک قرآن پاک میں (یَآاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا) کے خطاب میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم داخل نہیں ہیں چند وجہ سے۔ ایک یہ کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عام خطابوں سے نہ پکارا جائے اور یہ عام خطاب ہے۔ دوسرا یہ کہ دیگر مومن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایمان لینے والے ہیں اور حضور نبی کریم صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم ایمان دینے والے۔اور اٰمَنُوْا میں ایمان لینے والے مراد ہیں۔تیسرا اس لئے کہ اٰمَنُوْا سے مراد وہ لوگ ہیں جو دنیا میں آ کر مومن بنے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مومن بن کر دنیا میں تشریف لائے بلکہ نبی بن کر آئے۔چوتھا اس لئے کہ دیگر مومنوں پر احکام کی آیتیں نازل ہونے کے بعد احکام فرض ہوئے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نزول قرآن پاک سے پہلے ہی عابد وزاہد، نمازی و عادل اور احکام پر عامل تھے۔یہ آیات حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمل کے لئے نہیں اتریں بلکہ تبلیغ احکام کے لئے آئیں۔حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معراج میں نماز پڑھائی اور ظہور نبوت سے پہلے غار حرا میں نمازیں پڑھیں۔ حالانکہ اس وقت احکام نہ آئے تھے۔پانچویں اس لئے کہ (اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا) کے بعد ایسے احکام بھی آئے ہیں جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز سے اپنی آواز اونچی نہ کرو، یا اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور جو اعمال حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیئے وہ ہماری تعلیم کے لئے ہیں۔

اے برادر! حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ شرعاً ہماری مثل ہیں اور نہ عقلاً۔ شرعاً تو اس لئے نہیں ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلمہ ہے (اَشْهَدُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ) یعنی میں اللہ کا رسول ہوں۔اگر ہم یہ کہیں تو کافر ہو جائیں۔یہ تو کلمہ میں فرق ہوا۔قرآن پاک میں رب باری تعالیٰ امہات المومنین کو خطاب کر کے فرماتے ہیں۔

ترجمہ:۔ اے حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ازواج مطہرات نہیں ہو تم مثل کسی عورت کی عورتوں میں سے۔ (سورۂ احزاب) کیا فرماتے ہیں؟ دنیا کی کوئی عورت تمہاری مثل نہیں اور تم دنیا کی کسی عورت کی مثل نہیں۔اس کے کیا معنی ہیں کیا وہ عورتوں کی مثل نہیں ہیں اور دنیا کی عورتیں ان کی مثل نہیں ہیں پھر دوستوں دیکھو رب باری تعالیٰ فرما رہے ہیں۔

اس آیت کے بارے میں مفسرین لکھتے ہیں کہ امہات المومنین کی نسبت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہوگئی اس لئے دنیا کی کوئی عورت امہات المومنین کی مثل نہیں اور امہات المومنین دنیا کی کسی عورت کی مثل نہیں۔اس آیت مبارکہ کے کیا معنی ہوئے یہ کہ جس چیز کی نسبت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہو جائے وہ بھی دوسروں کی مثل نہیں ہوسکتی۔اس پر یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پاک دوسروں کی مثل ہوں۔ ہماری میراث تقسیم ہو،حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میراث تقسیم نہیں ہوتی۔ہم تو قانون کے پابند مگر قانون الٰہی جنبش لب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منتظر۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو جس کو چاہیں حلال فرمادیں اور جس کو چاہیں حرام۔اس کے بے شمار دلائل موجود ہیں۔

حضرت ابوخزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گواہی دو کے برابر فرمادی۔حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خاتون جنت کی موجودگی میں دوسری عورت سے نکاح سے روک دیا۔ایک صحابی کا کفارہ ان ہی کو کھلا دیا اور خود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صوم وصال کے موقعہ پر فرماتے ہیں۔

(اَيُّكُمْ مِثْلِىْ يُطْعِمُنِىْ رَبِّىْ وَيَسْقِيْنِى)تم میں مجھ جیسا کون ہے۔مجھے تو رب کھلاتا پلاتا ہے۔بیٹھ کر نفل پڑھنے کے لئے فرماتے ہیں (لٰكِنِّىْ لَسْتُ كَاَحَدٍ مِّنْكُمْ) لیکن ہم تم جیسے نہیں۔

ان تمام امور سے معلوم ہوا کہ شرعاً حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم جیسے نہیں ہیں۔اس طرح عقلاً بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم جیسے نہیں کیونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایمان دیکھا ہوا،خدا کو دیکھا،جنت ودوزخ کو دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معراج ہوئی ہم کو معراج نہیں۔حضرت مولانا عبداللہ رحمٰن رومی مثنوی شریف میں فرماتے ہیں۔

ایں خورد گرد و پلیدی زیں جدا آن خورد گرد ہمہ نور خدا

ترجمہ:۔ ہم جو کھاتے پیتے ہیں اس سے پیشاب پاخانہ وغیرہ نجس چیزیں بنتی ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کھاتے ہیں اس سے نور الٰہی ہوتا ہے۔ جیسے شہد کی مکھی جو کھاتی ہے۔ اس سے شہد بنتا ہے اور جو زنبور کھاتی ہے اس سے زہر بنتا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رحمۃ اللعالمین ہیں اور ہم نہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم پاک کا سایہ نہیں، ہمارا سایہ ہے۔ حضور نبی کریم پر ابر سایہ کرتا تھا دھوپ سے ہم کو یہ بات نہیں۔ غرضیکہ عقلی طور پر بھی ہم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مثل نہیں۔

مولوی عبدالحیٔ صاحب نے اپنے فتاویٰ عبدالحیٔ میں ایک حدیث مبارکہ نقل کی ہے۔ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب ہم اپنی والدہ ماجدہ کے شکم پاک میں تھے تب قلم الٰہی چلنے کی آواز سنا کرتے تھے۔ کہیے کون ایسا ہو سکتا ہے؟ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عارف باللہ پیدا ہوئے اور ہم لوگ پیدا ہو کر علم سیکھ کر بھی اس درجہ پر نہیں پہنچتے۔ پھر مماثلت اور مشابہت کیسی۔ اب آیت کریمہ کا مطلب کیا ہے؟ مطلب یہ ہے کہ اے محبوب فرمادو کہ ظاہری بشرہ میں ہم تم جیسے ہیں بشر کہتے ہیں بشرہ والا اور بشرہ کہتے ہیں ظاہری کھال تو اور ظاہری بشرہ میں بھی صرف ہم جیسے ظاہری طور پر معلوم ہوتے ہیں ورنہ اس میں بھی بڑا فرق ہے۔ اسی طرح بعض انسان ظاہری حالت میں، ہم تم جیسے بشر ہیں۔ مثلاً ظاہری طور پر کھانا پینا، چلنا بیٹھنا ظاہری طور پر امراض وغیرہ کا آنا۔ ورنہ حقیقتاً ان حالات میں بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حال شریف ہم سے بالکل علیحدہ ہے۔ **مِثْلُکُمْ** سے مراد یہ ہے کہ جس طرح تم خالص بندے ہو، نہ تم اللہ ہو نہ الوہیت کی صفات سے موصوف۔ اسی طرح ہم بھی محض عبداللہ ہیں۔ الوہیت ہم میں نہیں اور نہ ہم اللہ ہیں نہ اللہ کے بیٹے بلکہ اللہ کے بندے اور بندوں کے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مثل صرف اس امر میں ہیں نہ کہ ہر چیز میں۔

یُوحٰی اِلَیَّ سے اس شبہ کو رد کر دیا جو مِثْلُکُمْ سے پیدا ہوتا تھا۔ شاید کوئی کہہ دیتا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر وصف میں ہم جیسے ہیں۔ فرمایا گیا نہیں ہم صاحب وحی ہیں یعنی تم میں اور مجھ میں فرق یہ ہے کہ میرے پاس وحی آتی ہے تمہارے پاس وحی نہیں آتی۔

اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ جو شخص کسی چیز کی نسبت یہ کہہ دے کہ میری یہ چیز ایسی ہے جیسی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تھی یا یہ چیز میری ان کی مثل ہے۔ اتنا لفظ کہہ دینے سے وہ شخص بے ایمان و کافر ہو گیا۔ پچھلے جتنے اُس کے عمل تھے سب برباد ہو گئے اور آگے جو عمل کرے گا وہ قبول نہ ہوں گے۔ اور دوستو حضرت احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں بڑا نادم ہوں، بڑا شرمندہ ہوں کہ میں نے اپنی نسبت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار کے کتے کے ساتھ کی تھی۔ کجا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار کا کتا اور کجا یہ گنہگار۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار کے کتے کی نسبت اپنی طرف کرتے ہوئے کاملین شرمندہ ہوتے ہیں اور اُس پر کہہ دیا جائے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری مثل ہیں۔ ہم کیسے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مثل ہو سکتے ہیں۔

حضرت قبلہ پیر سیّد چراغ النبی شاہ صاحب محدث کہروڑوی علیہ الرحمہ اپنی کتاب ''ایمان کی پہچان'' میں فرماتے ہیں کہ ہماری بشریت اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشریت میں 27 درجے کا فرق ہے۔ اوّلاً بشر اس کے اوپر مومن، مومنوں کے اوپر ابرار، اس کے اوپر اخیار پھر مخلصین، اس کے اوپر صالحین، پھر شہید، شہید کے اوپر متقین۔ اس کے اوپر مقربین، پھر اولیاء، اس کے بعد اوتاد پھر ابدال، اس کے اوپر نجباء پھر قطب، پھر غوث۔ اس کے اوپر تبع، پھر تابعین اس کے اوپر صحابی، پھر اصحاب بدر، پھر خلفاء راشدین، اس کے اوپر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پھر نبی اس پر رسول پھر اولوالعزم پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

اے برادر! اس 27 درجہ فرق نے فرق عظیم پیدا فرمادیا تو عام بشر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برابر کس طرح ہوں گے۔ حالانکہ یہاں 27 درجہ فرق ہے۔

نور حق نور نبی تنویر ہے دونوں کی ایک ‌ ‌ اک میم کا ہی فرق ہے تصویر ہے دونوں کی ایک
قول حق قرآن ہے قل پیمبر ہے حدیث ‌ ‌ اہل دل کے سامنے توقیر ہے دونوں کی ایک
اُس نے پھیرا دل تو اس نے دعوت اسلام دی ‌ ‌ وہ خدا یہ نبی تدبیر ہے دونوں کی ایک
یا خدایا مصطفیٰ مشکل میں دونوں نام لو ‌ ‌ حاجتیں بر آئیں گی تاثیر ہے دونوں کی ایک
منکر خیرالوریٰ اور منکر رب العلیٰ ‌ ‌ دونوں پائیں گے سزا تقصیر ہے دونوں کی ایک
جس نے کی رب کی اطاعت اور مدنی یار کی ‌ ‌ عرض کرتا ہے چراغ تاثیر ہے دونوں کی ایک

اے برادر حقیقت یہ ہے کہ وحدہٗ لاشریک الوہیت میں ہیں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وحدہٗ لاشریک عبدیت میں ہیں۔ نہ رب باری تعالیٰ کا کوئی ثانی ہے اور نہ کوئی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ثانی ہے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی مدارج النبوت باب سوم میں فرماتے ہیں کہ اس قسم کی آیات جس میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برابری اور مساوات معلوم ہوتی ہو وہ مثل متشابہات کے ہیں۔ جیسے کہ رب باری تعالیٰ نے اپنے نور کی مثال چراغ سے دی۔ (کَمِشْکٰوۃٍ فِیْھَا مِصْبَاحٌ) (سورۃ النور۔35)۔ تو اب کوئی نہیں کہہ سکتا کہ نور الٰہی چراغ جیسا نور ہے۔ اس طرح کوئی نہیں کہہ سکتا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم جیسے بشر ہیں۔

مولوی قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند کہتے ہیں۔

رہا جمال پہ تیرے حجاب بشریت ‌ ‌ نہ جانا کسی نے بھی تجھے بجز ستار

یعنی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نور ہیں اور محض نور کو دیکھنے کی انسان میں طاقت نہیں۔ جیسے

سورج کو آنکھ نہیں دیکھ سکتی مگر جب آفتاب پر ہلکا سا بادل آجائے تو اس بادل کے حجاب سے لوگ کچھ اس کو دیکھ لیتے ہیں۔اس طرح نور کو دکھانے کے لئے بشری حجاب ولباس پہنایا گیا۔یا یوں سمجھ لو کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئینہ رب باری تعالیٰ ہیں اگر یہ آئینہ درمیان میں نہ ہوتا تو بندے رب باری تعالیٰ سے فیض نہ لے سکتے۔اس آئینہ کے دورخ ہیں ایک بندوں کی طرف دوسرا خالق کی طرف اس رُخ کی صدا ہے۔(اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ) (سورۃ الکھف۔ 110) تم مجھ سے نہ گھبراؤ میں تمہارا ہم جنس ہوں۔دوسرے رُخ کی یہ صدا ہے۔

(وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ يُّوْحٰى) (سورۃ النجم۔4,3)

اعلیٰ حضرت نے خوب فرمایا۔

آپ پردے میں آئینہ جس خاص کا بھیج کر انجانوں سے راہ روی واہ وا

اے دوستو! آپ کے دل میں جو خلش تھی وہ دور ہوگئی ہوگی اور اللہ تعالیٰ ان باتیں کرنے اور لکھنے والوں کو ہدایت عطا فرمائے اور مجھ اور آپ کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اور ایمان نصیب فرمائے کیونکہ اہل محبت کو دوست میں کبھی عیب نظر نہیں آیا کرتے۔یاد رکھو دین کا لب ولباب (خلاصہ) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ہے۔یہ لوگ عقل کے اندھے ہیں بس نکتہ چینی کرتے ہیں۔ان کا کام اپنا ایمان تو ضائع کرنا ہی ہے اور دوسروں کے ذہنوں کو بھی خراب کرتے ہیں۔رب باری تعالیٰ ان ایمان کے ڈاکوؤں سے بچائے۔

اے برادر۔آپنے آقا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہچاننے کی کوشش کر۔اُن کی ہمسری اور برابری کے دعویٰ کو چھوڑ کر آپنے اندر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اور غلامی پیدا کر۔فلاح پائیگا کیونکہ مثل مشہور ہے کہ۔باادب۔بانصیب۔بےادب۔بےنصیب۔

علم غیب

آج کل مسئلہ علم غیب پر بہت سی باتیں ہو رہی ہیں کچھ منکرین ہیں جو رب باری تعالیٰ کے فرمان کو بھی نہیں مانتے اور کہتے ہیں کہ جو شخص یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غیب جانتے ہیں وہ شخص کافر ہے۔ (بلغۃ الحیر ان۔ص:4، فتویٰ مولانا یار محمد ملتانی)

یہ عقل اور آنکھ کے اندھے جو قرآن پاک کے منکرین ہیں وحدیث مبارکہ پر کیا یقین کریں گے۔ان کا تو ایمان قرآن شریف پر بھی نہیں ہے۔ یہ کیا حدیث مبارکہ کی بات کریں۔ اس لئے قرآن پاک کی دو تین آیت کا ترجمہ وتفسیر کرتے ہیں شاید یہ راہ راست پر آجائیں۔

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ط وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ص

(پارہ:4، 179)

ترجمہ:۔ اللہ مسلمانوں کو اس حال پر نہیں چھوڑے گا جس پر تم ہو، جب تک جدا نہ کر دے گندے کو ستھرے سے اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ اے عام لوگو تم کو غیب کا علم دے لیکن اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے۔

یہ آیت مبارکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان مبارک ہے۔ اس کا شان نزول یہ ہے کہ ایک بار حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پیدائش سے پہلے میری امت مجھ پر اپنی صورتوں میں پیش کی گئی۔ جس طرح حضرت آدم علیہ السلام ان کی اولاد پر پیش کی گئی۔ اور ہم کو یہ بھی علم دیا گیا کہ کون ہم پر ایمان لائے گا اور کون نہ لائے گا۔ یہ سن کر منافقین نے مذاق کرتے ہوئے کہا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو فرماتے ہیں کہ ان کو

لوگوں کے پیدا ہونے سے پہلے کافر اور مسلمان کا علم ہو گیا تھا اور ہم تو ان کے ساتھ رہتے ہیں ۔ظاہر میں مسلمان ہیں ، دل میں کفر رکھتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم کو نہیں پہچانتے ۔ اس پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ فرمایا اور فرمایا کہ لوگوں کا حال ہے کہ ہمارے علم میں تنقید کرتے ہیں ۔ آج سے قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے اس میں کوئی چیز ایسی نہیں کہ تم مجھ سے سوال کرو اور ہم تم کو اس کی خبر نہ دیں ۔ ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرا ٹھکانہ کہاں ہے ۔ فرمایا جہنم میں ۔ اس پر حضرت عبداللہ بن حذافہ کھڑے ہو کر عرض کرنے لگے کہ یا حبیب اللہ میرا باپ کون ہے فرمایا حذافہ ۔ پھر بار بار فرمایا پوچھو ۔

پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہو کر عرض کرنے لگے کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم رب باری تعالیٰ کی ربوبیت پر اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت پر اور اسلام پر راضی ہیں ۔ ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معافی چاہتے ہیں ۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا اب تم باز آؤ گے ؟ اور منبر سے اترے ۔

(بخاری کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ ۔ تفسیر خازن العرفان)

اے برادر ! خیال رہے کہ جہنمی یا جنتی ہونا وہی بتا سکتا ہے جس کو علم ہو ۔ اس طرح کون کس کا بیٹا ہے ؟ یہ ایسی بات ہے جس کا علم اس کی ماں کے سوا اور کسی کو نہیں ہو سکتا ۔ قربان ان نگاہوں کے جو کہ اندھیرے اور اجالے دنیا و آخرت سب کو دیکھتی ہیں ۔

اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے ۔ اوّل تو یہ کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم پر تنقید کرنا اور یہ کہنا کہ فلاں چیز کا علم نہیں تھا طریقہ منافقین ہے ۔ مسلمانوں کا فرض ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سارے صفات حمیدہ کو بغیر بحث کے مان لیں

کیونکہ جو بغیر دیکھے مان لیتے ہیں ان کے رتبے بھی بڑھے ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھے بغیر ہی مان لیا تو دیکھوان کو رتبہ کیا ملا؟ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کو خلیفہ اوّل بنا دیا۔ اس لئے اے مسلمان تو حضور نبی کریم کو بغیر بحث کے مان لے۔ دوسرا یہ کہ خدائے قدوس نے ہمارے آقا و مولا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قیامت تک کی ہر ہر چیز کا علم عطا فرمایا کیونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو چاہو وہ پوچھو۔ یہ نہیں فرمایا کہ یہ پوچھو اور وہ نہ پوچھو۔ فرمایا جو چاہو پوچھو۔ اور یہ وہ ہی کہہ سکتا ہے کہ جس کا علم مکمل ہو۔ تیسرا یہ ہے کہ ہم لوگ جو بھی گھر کے کمرہ میں چھپ کر کام کریں وہ بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظروں سے غائب نہیں چاہے وہ دن کے اجالا میں ہو یا رات کی تاریکی میں۔ کیونکہ عبداللہ کے والد حذافہ ہیں۔ یہ تو ایک بالکل چھپی ہوئی بات تھی باپ تو وہ ہوتا ہے کہ جس کے نطفہ سے بچہ پیدا ہو۔ اس کو معلوم کرنا اس ذات کی شان ہے کہ جس کی نگاہ عالم کے ذرہ ذرہ پر ہو اور بات تو یہ ہے جن آنکھوں نے خالق عالم کو معراج میں دیکھا ہو وہ عالم کو کیوں نہ دیکھیں۔

بھلا عالم سے شئے مخفی رہے اس چشم حق بیں سے
کہ جس نے خالق عالم کو بیشک بالیقین دیکھا

چوتھا فائدہ یہ کہ قیامت تک کے مسلمان اور کافر اور منافق حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم میں ہیں۔ اگر کسی کے غیب کو بیان نہ فرمایا تو اس کی وجہ یہ نہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے بے خبر ہیں بلکہ غیب پوش اور خطا کو چھپانے والے ہیں۔ شان ستاری کے مظہر ہیں۔

عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ اَحَدًا○ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ (سورہ جن۔2)

ترجمہ:۔ غیب کا جاننے والا ہے تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسول

کے رسولوں میں سے علم غیب مخلوق کی نسبت بولا جاتا ہے۔ اللہ باری تعالیٰ کے نزدیک غیب کوئی چیز نہیں ہے۔ یہ آیت کریمہ بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان پاک ہے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عم الغیب کو ظاہر فرما رہی ہے۔ اس میں ارشاد فرمایا گیا کہ رب باری تعالیٰ عالم الغیب کا جاننے والا ہے اور اپنے خاص غیب پر کسی کو قبضہ نہیں دیتا سوائے اپنے خاص پیغمبر کے۔

اس آیت میں دو چیزیں قابل لحاظ ہیں۔ ایک تو خدا باری تعالیٰ کا خاص غیب اور ایک تسلط دینا غیب اس کو کہتے ہیں۔ جو آنکھ، کان، ناک وغیرہ حواس سے نہ معلوم ہو سکے۔ اور نہ عقل میں فوراً آ سکے۔ جیسے جنت و دوزخ وغیرہ۔ حرم پاک اور مدینہ شریف کا علم، علم غیب نہیں۔ یا کراچی اور حیدر آباد کا علم، علم غیب نہیں کیونکہ اس کو آج بھی جا کر دیکھ سکتے ہیں اور ہزار ہا آدمیوں نے ہم کو خبر دی کہ وہ دنیا میں دو شہر ہیں۔ لہٰذا یہ غیب نہیں۔ غیب دو طرح کا ہے۔ ایک تو وہ جس کو دلیل وغیرہ سے معلوم کر سکیں۔ جیسے اللہ باری تعالیٰ کی صفات اور رب باری تعالیٰ کا ھونا۔ دوسری وہ کہ دلیل سے بھی معلوم نہ کر سکیں۔ پہلی قسم کا غیب تو رسولوں کے سوا اوروں کو بھی عطاء ہو جاتا ہے۔ جیسے کہ قرآن پاک میں فرمایا (يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ ....) اور دوسری قسم کا غیب یہ رب باری تعالیٰ کا غیب ہے۔ جس کو فرمایا (غَيْبِهِ) یہ غیب سوائے رسول علیہ السلام کے کسی کو نہ دیا جائے گا۔ لیکن جس کو رسول علیہ السلام اپنے کرم سے بتا دیں۔ اس کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ سے ملے گا۔ یہ اس آیت میں مراد ہے کہ رب باری تعالیٰ اپنا غیب اپنے خاص رسول علیہ السلام کے سوا کسی کے قبضہ میں نہیں دیتا۔ اس آیت پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رب باری تعالیٰ نے خاص اپنا غیب عطا فرمایا۔

(تفسیر کبیر اور تفسیر بیضاوی اور روح البیان)

اب جن آیتوں میں ذکر ہے کہ اور کوئی غیب نہیں جانتا سوائے رب باری تعالیٰ کے اس کے معنی ہیں کہ حقیقی اور ذاتی علم خدائے پاک کے ساتھ تو خاص ہے۔ انکار ہے ذاتی کا اور ثبوت ہے علم عطائی کا جیسے قرآن پاک میں آتا ہے۔ اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا (یونس:65) ساری عزتیں اللہ ہی کیلئے ہیں۔ پھر ارشاد ہوا۔ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَ لِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ (المنافقون:8) عزت اللہ کی ہے اور رسول کی اور مسلمانوں کی۔ ایک جگہ اور ارشاد ہوا۔

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ (الانعام:57، یوسف:40) ترجمہ۔ سوائے اللہ کے کسی کا حکم نہیں۔

اب ان آیتوں کا یہ ہی مطلب ہے کہ حقیقی عزت اور حقیقی حکومت تو صرف اللہ تعالیٰ کی ہے مگر رب باری تعالیٰ کے دینے سے مسلمانوں کو عزت بھی ملی اور حکومت بھی۔ اس طرح علم غیب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کتنا علم غیب دیا یہ تو دینے والا رب اور لینے والا محبوب ہی جانتے ہیں۔ لوح محفوظ میں سارے (مَا كَانَ وَمَا يَكُوْنُ) کا علم ہے۔ مگر لوح محفوظ میرے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دریا کا ایک قطرہ ہے۔ قصیدہ بردہ شریف میں ہے۔

وَمِنْ عُلُوْمِكَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَم

مگر ہاں جس قدر روایات سے پتہ چلتا ہے وہ یہ ہے کہ ازل تا روز قیامت ذرہ ذرہ اور قطرہ قطرہ کا علم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیا گیا ہے۔

دوسری بات یہ اس آیت سے معلوم ہوئی کہ خدا کا علم غیب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قبضہ میں دے دیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی پر توجہ کریں تو اس کو بھی عرش سے فرش تک اس کا دل روشن فرما دیں۔ حضرت غوث پاک فرماتے ہیں کہ

نَظَرْتُ اِلٰى بِلَادِ اللّٰهِ جَمْعًا ‏ ‏ كَخَرْدَلَةٍ عَلٰى حُكْمِ التِّصَالِیْ

ترجمہ:۔ میں نے اللہ کے سارے شہروں کو ایسا دیکھا جیسے چند رائی کے دانے ملے ہوئے ہیں۔

غرضیکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہر ہر ادا اور ہر صفت عظیم ہے اور بیان فرماتے ہیں میں قاسم ہوں میرے پاس تمام جہانوں کی کنجیاں ہیں اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس کو چاہیں جو عطا فرمادیں۔

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ (پارہ:30۔سورۃ:81۔آیت:24)

ترجمہ۔اور یہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں۔

یہ جب ہوسکتا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم غیب ہو اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کو اس سے مطلع فرمادیتے ہوں۔اس آیت شریف کی تفسیر میں مولوی شبیر احمد صاحب دیوبندی نے حاشیہ میں حسب ذیل تشریح لکھی ہے۔

یہ پیغمبر ہر قسم کے غیوب کی خبر دیتا ہے ماضی سے متعلق ہوں یا مستقبل سے یا اللہ کے اسماء وصفات سے یا احکام شرعیہ سے یا مذاہب کی حقیقت و بطلان سے یا جنت و دوزخ کے احوال سے یا واقعات بعد الموت سے ان چیزوں کے بتلانے میں ذرا بخل نہیں کرتا۔

صحیح بخاری میں ہے کہ ایک شخص کا اونٹ گم ہوگیا۔حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آکر آہ وزاری کرنے لگا۔حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ پہاڑی سے ذرہ دور تیرا اونٹ ہے۔وہ شخص وہاں پہنچا تو اُس کا اونٹ وہاں موجود تھا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا پتہ بھی بتادیا تھا کہ فلاں درخت کے پاس ہے۔وہ شخص اپنا اونٹ لے کر واپس آگیا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

مَا كَانَ وَمَا يَكُوْنُ "جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہوگا" اس کا مجھ کو علم ہے۔مگر لوح محفوظ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کے دریا کا ایک قطرہ ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا وَّ دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ
وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا (سورہ احزاب)

ترجمہ:۔ اے غیب کی خبریں بتانے والے بے شک ہم نے آپ کو بھیجا حاضر وناظر خوش خبری دیتا اور ڈر سناتا اور اللہ کی طرف سے اس کے حکم سے بلانے والا اور چمکا دینے والا چراغ۔

یہ آیت کریمہ بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان مبارکہ کا مجموعہ ہے اس میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بہت سے خاص صفتوں کا ذکر فرمایا گیا ہے۔اس آیت میں 8 امور قابل غور ہیں۔

1- یا سے بحث 2- النَّبِيُّ 3- اَرْسَلْنٰكَ 4- شَاهِدًا 5- مُبَشِّرًا 6- نَذِيْرًا
7- دَاعِيًا 8- سِرَاجًا مُّنِيْرًا

اے برادر! اگران آٹھ کی پوری تفصیل کی جائے تو آٹھ دفتر درکار ہیں۔ کچھ خاص چیزیں پیش ہیں۔''یا'' پکارنے کا کلمہ ہے اور پکارنا چند مصلحتوں سے ہوتا ہے غافل کو متوجہ کرنا عتاب کا اظہار جیسے اوخبیث، بزرگی کا اظہار جیسے يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ تکوین، تاثیر، اظہار محبت، جیسے کہ اے پیارے۔ یہاں یا اظہار محبت کے لئے ہے کیونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک آن کے لئے بھی رب باری تعالیٰ سے غافل نہیں۔اس لئے اچھے القاب سے خطاب کیا جاتا ہے۔

رب باری تعالیٰ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی بھیجے ہیں اور 313 رسول۔معنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر عربی زبان کی لغت نکال کر دیکھیں تو نبی علیہ السلام کے دو معنی ہیں۔غیب کی خبر دینے والے کے ہیں یا بڑے درجے والا یہاں دونوں معنی بن سکتے تو ہیں مگر پہلے معنی زیادہ مناسب ہیں کیونکہ آگے آرہا ہے۔شَاهِدًا گواہ وغیرہ اور خبریں ہی ہیں۔حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی بھی ہیں رسول بھی، مزمل بھی ہیں مدثر بھی مگر یہاں نبی سے اس لئے خطاب فرمایا

آگے ارسلنا میں رسالت کا ذکر آتا ہے۔تو آپ نبوت اور رسالت دونوں ذکر ہو گئیں۔

نبی سے مراد تو لی جائے اللہ تبارک وتعالیٰ کی خبریں بندوں کو پہنچانے والے اور شاہد یعنی گواہ سے مراد بندوں کی خبریں ہم کو دینے والے بروز قیامت یا نبی ہماری خبریں دینے والے اور شاہد جنت ودوزخ کی گواہی دینے والے ہیں۔ اَرۡسَلۡنٰکَ سے ادھر اشارہ ہے کہ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم وتوہین ہماری تعظیم وتوہین ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اعتراض ہم پر اعتراض ہے۔اس لئے رب باری تعالیٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے جوابات دیئے۔

شاہد کے تین معنی ہیں۔گواہ، موجود حاضر، محبوب۔اور حقیقتاً شاہد تو حاضر ہی کو کہتے ہیں (عَالِمُ الۡغَیۡبِ وَالشَّهَادَةِ) گواہ اور محبوب کو بھی اس لئے شاہد کہتے ہیں کہ گواہ تو واقعہ واردات پر موجود تھا اور محبوب عاشق کے دل میں حاضر رہتا ہے اور یہاں سب معنی بن سکتے ہیں۔

گواہ کے معنی تو اس لئے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیامت میں سب کی گواہی دیں گے۔ (وَجِئۡنَا بِکَ عَلٰی هٰٓؤُلَآءِ شَهِیۡدًا (النساء:41)۔نیز تمام انبیاء نے جنت ودوزخ کی گواہی سن کر دی اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گواہی معراج میں دیکھ کر دی۔اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شاہد حقیقی ہیں۔لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس کے ایمان یا کفر کی گواہی دے دیں تو ممکن نہیں کے اس کے خلاف ہو جائے۔اب کوئی اگر حضرت صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ایمان میں شک کرے وہ خود بے دین ہے کہ وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت میں شک کرتا ہے کیونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے ایمان کی گواہی دی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گواہی رب باری تعالیٰ کی بارگاہ میں بلا جرح قبول ہوتی ہے۔

اے برادر! شاہد کے معنی عربی میں گواہ کے ہیں۔ گواہ وہ شخص ہوتا ہے جس نے موقع پر اپنی آنکھوں سے واقعہ دیکھا ہو۔ عدالتوں میں ہر روز گواہ پیش ہوتے ہیں۔ حاکم گواہ سے پوچھتا ہے کہ تو نے کیا دیکھا اگر وہ کہہ دے میں نے دیکھا کہ میرے سامنے مار رہا تھا تو حاکم کہتا ہے کہ اس گواہ کو قائم رکھو۔ اگر گواہ کہہ دے کہ میں نے دیکھا نہیں سنا تھا تو حاکم کہتا ہے کہ جاؤ تمہاری گواہی کوئی چیز نہیں، کسی کام کی نہیں۔ گواہی وہ معتبر ہوتی ہے جو گواہ نے اپنی آنکھوں سے دیکھی ہو۔ سنی ہوئی گواہی کا اعتبار نہیں کیا جاتا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اول ماخلق اللّٰہ نوری و خلق الخلق من نوری ۔ پہلے جو چیز رب نے پیدا کی وہ میرا نور تھا۔ باقی ساری مخلوق میرے نور سے پیدا کی ۔ لہٰذا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں تشریف آوری سے پہلے خالق کے قرب خاص میں رہ کر تمام چیزوں کا مشاہدہ فرما کر یہاں تشریف لائے اور آخرت میں خالق کے سامنے مخلوق کے گواہ ہوں گے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ ہر مخلوق کے ہر حال سے باخبر ہوں ورنہ گواہی کیسی۔

اے پیارے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم اور کمالات کی مخالفت در پردہ رب باری تعالیٰ کی مخالفت ہے کیونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رب باری تعالیٰ کے گواہ ہے۔ علم ہے تو گواہ ہیں اگر علم نہیں تو گواہی نہیں ہوسکتی۔ جب حضرت ملک الموت ساری دنیا کی مخلوقات دیکھ رہے ہیں اور ہر ایک کے سانس کا حساب کرتے ہیں جب دنیا کے ذرہ ذرہ کو دیکھ رہا ہے اور جانتا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ان ذرات کو دیکھنا کیا مشکل ہے۔ اور شاہد کے معنی محبوب بھی ہوسکتے ہیں اور واقعی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عالم کے محبوب ہیں۔ پہلے جو گزرے نبی علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کا ہی گیت گاتے رہے۔ انسان، جن ملائکہ اور

لکڑی پتھر، درخت وغیرہ سب ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرتے ہیں۔ احد پہاڑ محبت کرتا ہے، لکڑیاں فراق میں روتی ہیں۔ جانور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ کر دامن پاک سے لپٹ کر روتے ہیں، ہرن فریاد کرتے ہیں۔ غرضیکہ انبیاء کرام کی محبوبیت بھی ان کا معجزہ ہے۔ رب باری تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا۔ وَاَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّىْ انہیں جو دیکھتا عاشق ہو جاتا۔ حضرت آسیہ نے دیکھ کر فرمایا۔ قُرَّةُ عَيْنٍ لِّىْ وَلَكَ اے فرعون یہ میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ حسن یوسفی اور آواز داؤدی اسی محبوبیت کے لئے عطا ہوئے۔ جیسے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام معجزات اعلیٰ ہیں۔ ایسے ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبوبیت زمانہ اور مکان کی پابند نہیں۔ آج نہ کوئی حسن یوسفی کا عاشق ہے اور نہ لحن داؤدی پر فدا۔ کسی محبوب کا غائبانہ عاشق کوئی نہیں ہوا لیکن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبوبیت کا یہ عالم ہے کہ آج بھی بغیر دیکھے کروڑوں ان کے نام پر جانیں فدا کر رہے ہیں۔ حسن یوسف کے چاہنے والوں نے دیدار یوسفی کے لئے روپے خرچ کئے مگر اس شمع رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام پر کروڑوں پروانے فدا ہو رہے ہیں۔ پیر سیّد چراغ النبی شاہ صاحب فرماتے ہیں۔

غاروں سے نکل کر شمع ہدیٰ محفل میں جلوہ ریز ہوئی
پھر پروانے پہ پروانہ کوئی یہاں گرا کوئی وہاں گرا
جب میرے نبی نے چراغ حزیں رخسار سے گیسو سرکایا
اک وجد میں آیا میخانہ کوئی یہاں گرا کوئی وہاں گرا

مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا وَّ دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ میں تین حصوں کا ذکر ہے۔ خوشخبریاں دینا، ڈرانا، اللہ تعالیٰ کی طرف بلانا۔ اگرچہ پہلے انبیائے کرام نے بھی یہ فرائض انجام دیئے مگر ان کی تبلیغ میں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تبلیغ میں تین طرح کا فرق ہے۔ اوّلاً تو وہ

حضرات سن کر یہ کام انجام دیتے تھے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیکھ کر، دوسرے وہ خاص جماعتوں یا قوموں کے نبی اور مبشر ونذیر تھے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام عالم کے بشیر اور نذیر ہیں۔ دوسرے پیغمبر خاص وقت کے لئے مبلغ اور بشیر ونذیر مگر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیامت تک کے لئے۔

آج جو تبلیغ بذریعہ علماء مشائخ وقرآن پاک ہو رہی ہے وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی تبلیغ ہے۔ ان خصوصیتوں کی وجہ سے اس جگہ ان تین صفتوں سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو موصوف کیا۔ (روح البیان سورۂ فتح) زیر آیت اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاهِدًا فرماتے ہیں کہ تمام انبیاء کی امتوں کی بروز قیامت 40 صفیں ہوں گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کی 80 صفیں ہوں گی۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس آیت میں فرمایا گیا۔ چمکانے والا سراج۔ قرآن پاک میں آفتاب کو بھی فرمایا گیا ہے (سِرَاجًا وَّ قَمَرًا مُّنِیْرًا) اگر مراد سورج ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی آسمان ہدایت کے سورج ہیں کہ سورج سے سب روشن ہوتے ہیں۔ وہ کسی سے روشن نہیں ہوتا۔ اسی طرح حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سب منور مگر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی سے مستفید نہیں۔ اگر اس کے معنی چراغ کئے جائیں تو بھی بالکل درست ہے۔ چراغ سے تاریکی دور ہوتی ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تاریکی، جہل وکفر دور ہوئی۔ چراغ سے گمشدہ چیز تلاش کی جاتی ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور کی روشنی سے گمی ہوئی راہ ہدایت ملی۔ چراغ گھر والے کے لئے رحمت ہے اور چور کے لئے زحمت۔ اسی طرح حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مومن کے ایمان کے محافظ اور شیطان یعنی چور کو دفع فرمانے والے ہیں۔

ایک جلتے ہوئے چراغ سے ہزاروں چراغ جلالو مگر اس چراغ کے نور میں کمی نہیں۔
اسی طرح حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور سے سب منور ہیں مگر نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کمی نہیں۔ چراغ ہر طرف اپنا نور دیتا ہے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی ہر طرف کو منور فرمایا۔ فرش کو بھی، عرش کو بھی، چراغ کی آگ اوپر کی طرف جاتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی معراج میں اوپر تشریف لے گئے اور ایسے اوپر تشریف لے کر کہ جہاں کوئی فرشتہ بھی نہ پہنچ سکے۔ چراغ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتا ہے۔ اور حضور نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ معظمہ کو چمکا کر مدینہ شریف میں تشریف لے گئے۔

منیر اس لئے فرمایا کہ چراغ کے نیچے اندھیرا رہتا ہے مگر یہ چراغ نیچے اور اوپر ہر طرف روشنی دیتا ہے اور چراغ صرف ظاہر کو چمکاتے ہیں۔ مگر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور کا چراغ ظاہر و باطن دونوں کو چمکاتا ہے۔ دوسرے چراغ ہوا سے گل ہو جاتے ہیں مگر جو نور محمدی چراغ کو بجھانا چاہے، وہ خود بجھ جاتا ہے اور چراغ دن میں بیکار ہوتے ہیں مگر نور محمدی ﷺ کا چراغ ہمیشہ منور کرنے والا ہے۔

رات میں ہر گلی کوچہ میں مختلف چراغوں سے یا بجلی سے روشنی کی جاتی ہے مگر آفتاب نکلتے ہی سب چراغ بجھا دیئے جاتے ہیں۔ پہلے ہر شہر ہر قبیلے میں انبیاء تھے اور اب صرف حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی نبوت سارے جہاں میں ہے رات میں چوری ہوتی ہے دن میں نہیں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے کتب الٰہیہ میں چوری ہوئی تحریفیں کی گئیں۔ شیاطین بھی ملائکہ کی باتوں کی چوریاں کیا کرتے تھے۔ اس آفتاب ہدایت کے چمکتے ہی ساری چوریاں بند ہو گئیں۔ قرآن پاک میں چوری یا تحریف ناممکن ہو گئی اور شیطان چور کا آسمان پر جانا بند ہوا۔ اسے رجم کیا جانے لگا کیونکہ آفتاب ہدایت طلوع ہو گیا، دن نکل آیا۔

اے پیارے! نہ تو آفتاب یعنی سورج کا نور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ ہے اور نہ کسی اور چیز کا کیونکہ رب باری تعالیٰ نے سب سے پہلے حضور نبی کریم رؤف الرحیم کے نور کو پیدا فرمایا اور آپ کے نور مبارکہ سے سب عالم فرش وعرش، شجر وحجر یعنی تمام چیزیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور پاک سے پیدا فرمائیں۔ سورج کا نور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ایک ذرہ کی حیثیت کا بھی نہیں۔ جب سورج دنیا کے ذرہ ذرہ کو دیکھ رہا ہے تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ان ذرات کو دیکھنا کونسا مشکل ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سراجاً منیراً ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چراغ قیامت تک روشن رہے گا۔ اس لئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اب بھی علم غیب ہے۔

چند احادیث پاک علم غیب کی بیان کی جاتی ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک جگہ قیام فرمایا پس ہم کو ابتداء پیدائش کی خبر دی یہاں تک کہ جنتی لوگ اپنی منزلوں میں پہنچ گئے اور جہنمی اپنی منزل میں۔ جس نے یاد رکھا اُس نے یاد رکھا اور جو بھول گیا وہ بھول گیا۔

(بخاری ومشکوٰۃ)

اس جگہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو قسم کے واقعات کی خبری دی۔ ایک عالم کی پیدائش کی ابتداء کس طرح ہوئی۔ دوسری پھر عالم کی انتہاء کس طرح ہوگی یعنی روز اوّل تا قیامت ایک ایک ذرہ بیان کر دیا۔

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے میرے لئے زمین سمیٹ دی پس میں نے زمین کے مشرقوں اور مغربوں کو دیکھ لیا۔

(مشکوٰۃ۔ باب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

حضرت عبدالرحمٰن بن عائش رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہم نے اپنے رب کو اچھی صورت میں دیکھا۔ رب باری تعالیٰ نے اپنا دست قدرت ہمارے سینہ پر رکھا جس کی ٹھنڈک ہم نے اپنے قلب میں پائی پس تمام آسمان وزمین کی چیزوں کو ہم نے جان لیا۔ (مشکوٰۃ۔ باب المسجد)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو اس حال پر چھوڑا کہ کوئی پرندہ اپنے پر بھی نہ ہلاتا مگر اس کا ہم کو علم بتادیا۔

(مسند امام احمد بن حنبل)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمارے سامنے ساری دنیا کو پیش فرمادیا پس ہم اس دنیا کو اور جو اس میں قیامت تک ہونے والا ہے اس طرح دیکھ رہے ہیں جیسے اپنے ہاتھ کو دیکھتے ہیں۔ (شرح مواہب لدینہ للزرقانی)

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نہیں چھوڑا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی فتنہ چلانیوالے کو دنیا کے ختم ہونے تک جن کی تعداد 300 سے زیادہ تک پہنچے گی مگر ہم کو اس کا نام اس کے باپ کا نام اور اس کے قبیلے کا نام بتادیا۔ (مشکوٰۃ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو قبروں پر گزرے جن پر عذاب ہورہا تھا فرمایا کہ ان شخصوں کو عذاب دیا جارہا ہے اور کسی دشوار بات میں عذاب نہیں ہورہا ان میں سے ایک پیشاب سے نہ بچتا تھا اور دوسرا چغلی کیا کرتا تھا۔ پھر ایک شاخ کو لے کر اُس کو آدھا آدھا چیرا پھر ہر قبر میں ایک ایک کو گاڑ دیا اور فرمایا کہ جب تک یہ ٹکڑے خشک نہ ہوں گے ان دونوں شخصوں کے عذاب میں کمی کی جائے گی۔

(بخاری باب اثبات عذاب القبر)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوہ بدر میں ایک روز پہلے میدان جنگ میں تشریف لے گئے فرمایا کہ یہ فلاں شخص کے گرنے کی جگہ ہے اور اپنے دست مبارک کو ادھر اُدھر زمین پر رکھتے تھے۔ راوی نے بیان کیا کہ کوئی بھی مقتولین میں سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ کی جگہ ذرا بھی نہ ہٹا۔ (مسلم)

اے برادر! غور کر کہ کون کس جگہ مرے گا اس کی خبر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنگ بدر کے میدان میں ایک روز پہلے دے رہے ہیں۔

اس کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نظر سے پڑھیں کیونکہ ایک تصدیق معراج کی کی تو صدیق ہو گئے۔ اور ابو جہل نے کنکروں کو کلمہ پڑھتے دیکھا اور سنا، چاند کو دو ٹکڑے ہوتے دیکھا مگر وہ اپنے ظاہر پر قیاس کر بیٹھا مگر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے ماننے یا نہ ماننے سے مجھ کو کوئی فرق نہیں پڑتا میں رب باری تعالیٰ کا بھیجا ہوا نبی ہوں اور نبی رہوں گا۔

ابو جہل اشد اندھا کہاں دیکھا محمد کو
جو صدیقوں نے دیکھی ہے وہ صورت مصطفیٰ کی ہے

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے اپنی تفسیر عزیزی میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ باقی باللہؒ کی خدمت میں مہمان حاضر ہوا کرتے تھے۔ آپ کے باورچی نے عرض کی کہ حضرت بعض دن مہمان زیادہ آجاتے ہیں۔ کھانا تھوڑا ہوتا ہے اور بعض دن مہمان کم آتے ہیں اور کھانا زیادہ ہوتا ہے آپ سرکار فرما دیا کریں۔ جتنے مہمان آیا کریں میں اتنا ہی کھانا تیار کر لیا کروں۔ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بلی بیٹھی ہوئی تھی فرمایا کہ اس سے پوچھ لیا کرو باورچی بلی سے

پوچھ لیا کرتا تھا۔یعنی جتنے مہمان آنے والے ہوتے اتنی مرتبہ بلی میاؤں میاؤں کہتی ۔ باورچی اتنے آدمیوں کا کھانا تیار کر لیتا۔ایک مرتبہ بلی نے تین مرتبہ آوازیں دیں۔اس کے معنی یہ ہوئے کہ تین مہمان آئیں گے ۔جب دستر خوان بچھایا گیا تو مہمان چار بیٹھ گئے باورچی نے حضرت خواجہ صاحب سے عرض کی کہ آج بلی نے غلطی کی ہے۔اس نے تین آدمی کہے تھے۔حضرت آدمی چار بیٹھ گئے ہیں ۔حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ نے بلی سے فرمایا کہ اے بلی باورچی تیری شکایت کرتا ہے تو نے اتنی غلطی کیوں کی پاس ہی مسافر بیٹھے کھانا کھا رہے تھے ۔بلی دوڑ کر گئی ۔ ایک مسافر کے کپڑے کو پہلے ہاتھ کے نیچے سے کھینچتی تھی پھر کپڑے کو منہ میں ڈال کر کھینچا تو وہ شخص اٹھ کر کھڑا ہوگا۔اس مسافر نے کہا کہ حضرت بلی سچی ہے ۔میں مہمان نہ تھا میں تو کافر تھا یہاں آ گیا تھا میں تو کسی بندہ خدا کی تلاش میں تھا۔یہاں آ کر میں نے دیکھا کہ بلیوں کو بھی علم غیب ہے۔میں سچے دل سے کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہوتا ہوں۔

اے پیارے! اس حکایت سے یہ ثابت ہوا کہ منکرین علم غیب حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پاک کی نسبت انکار کرتے ہیں مگر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلاموں کے غلاموں کی حیوان بلی جو کہ آپ کی خدمت میں رہتی تھی ۔اس کو بھی علم غیب تھا تو بتا دیا کرتی تھی کہ آج اتنے مہمان آئیں گے ۔منکرین علم غیب کی اس حکایت کو ذرا غور سے پڑھیں اور عقائد باطلہ سے توبہ کریں اور توبہ کر کے زمرہ اہل اسلام میں شامل ہو جائیں۔

ایک دن کا واقعہ ہے کہ ایک عورت جس کی عمر تقریباً 45 سے 50 سال ہوگی ۔حضور قبلہ پیرومرشد پیر سیّد چراغ النبیؒ شاہ صاحب گیلانی نقشبندی جماعتی کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ حضور میری ایک پریشانی ہے۔مہربانی فرما کر دور کر دیں۔آپ نے فرمایا کہ بولو کیا پریشانی ہے ۔اس نے عرض کی کہ تقریباً دو سال سے میرا بیٹا گم ہو گیا ہے جس کی عمر

تقریباً 12 سال ہے۔بہت کوشش کرنے کے باوجود بھی نہیں مل رہا نہ اس کی کوئی خبر ہے کہ وہ زندہ بھی ہے کہ نہیں۔آپ مہربانی فرمائیں کہ وہ مجھے مل جائے میرا ایک ہی بیٹا ہے۔حضور قبلہ نے فرمایا کہ وہ زندہ ہے اور ایک نقش عنایت فرمایا اور کہا کہ اس نقش کو گھر میں کسی چیز کے ساتھ لٹکا دینا ۔انشاءاللہ تعالیٰ اگر میرے رب نے چاہا تو ایک دو روز میں واپس آجائے گا۔دو دن کے بعد وہ عورت آپ کی بارگاہ میں دوبارہ حاضر ہوئی اور اس کے ساتھ ایک لڑکا بھی تھا۔حضور قبلہ اس وقت اندر حجرہ مبارک میں تشریف فرما تھے۔عورت نے لڑکے کو باہر ہمارے پاس بھیج دیا اور خود اندر چلی گئی۔میرے دل میں خیال آیا کے اس لڑکے سے پوچھوں کہ اس عورت کا لڑکا ملا ہے یا نہیں۔میں نے اس سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ میں ہی وہ لڑکا ہوں جو 2 سال سے گم تھا۔مجھے بڑی حیرت ہوئی کہ سمجھدار ہو کر اپنی والدہ کو چھوڑ کر چلا گیا۔میں نے اس سے یہ بات کہی اس نے جواب دیا کہ دو سال پہلے مجھے اغوا کر لیا گیا تھا اور مجھے ایک ویران اور پہاڑی جگہ پر قید کر دیا گیا تھا۔اس لئے میں واپس نہ آسکا۔وہ ظالم لوگ مجھ سے کام کرواتے تھے۔میں نے پوچھا کہ پھر واپس کیسے آئے۔اس نے بتایا کہ کل شام کے وقت بہت تیز طوفان آیا تھا۔اس طوفان کے دوران میں میں نے ایک بزرگ کو دیکھا جس نے میرا ہاتھ پکڑ لیا تھا۔میری آنکھیں مٹی اور گرد و غبار سے بند ہوگئی تھیں۔میری جب آنکھ کھلی تو میں نے خود کو اپنے گھر میں پایا اور مجھے کچھ یاد نہیں ہے۔کچھ دیر بعد حضور قبلہ پیر سید چراغ النبی شاہ صاحب حجرہ مبارک کے دروازے سے باہر تشریف لائے تو وہ لڑکا اُٹھ کر کھڑا ہوگیا اور کہا کہ یہ ہی وہ بزرگ ہیں جنہوں نے میرا ہاتھ پکڑا تھا اور مجھ کو گھر چھوڑ کر گئے تھے۔

وہ کونسی مشکل ہے جو چراغ یہاں پر حل نہ ہوئی
ہر بگڑی بات بنی اس کی جس نے بھی نبی کا نام لیا

یہ علم غیب نہیں تو اور کیا ہے منکرین اس بارے میں کیا کہتے ہیں کہ 2 سال سے ایک لڑکا گم ہے اور جس کا پتہ اُس کے ماں باپ کو بھی نہیں آپ فرماتے ہیں کہ وہ زندہ ہے۔ یہ تو غلامان غلام کا علم ہے تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم غیب کیا ہوگا۔ یہ تو دینے والا جانے اور لینے والا جانے کہ رب باری تعالیٰ نے کیا کیا دیا۔

رب باری تعالیٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبی کے خطاب سے پکارا۔ ''یَآ اَیُّھَا النَّبِیّ'' اور نبی کے معنی ہیں، خبر دینے والا۔ اگر اس خبر سے صرف دین کی مراد ہو تو ہر مولوی نبی ہے۔ اور اگر دنیا کے واقعات مراد ہو تو ہر اخبار اور نیوز چینل والے نبی ہو جاتے۔ معلوم ہوا نبی میں غیبی خبریں معتبر ہیں یعنی فرشتوں کی اور عرش کی خبر دینے والا۔ جہاں پر اخبار کام نہ آسکیں، وہاں نبی کا علم ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ علم غیب نبی کے معنی میں داخل ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جمعہ کے دن خطبہ پڑھا۔ پس فرمایا کہ اے فلاں نکل جا کیونکہ تو منافق ہے۔ ان میں سے بہت سے آدمیوں کو رسوا کر کے نکال دیا۔ (عینی شرح بخاری جلد 4۔ ص:221)

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ منافقین 300 مرد اور عورتیں 170 تھیں۔ (شرح شفا ملا علی قاری)

پیچھے علم غیب کے متعلق ایک حدیث بیان ہو چکی ہے جس میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہم پر ہماری امت پیش کی گئی۔ لہٰذا ہم نے منافقوں، کفار اور مومنین کو پہچان لیا۔ یہاں تک تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب کی بحث تھی اب اس میں چند ایک حوالے یہ کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے سے اولیاء کرام کو بھی علم غیب دیا جاتا ہے۔ مگر ان کا علم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے سے ہوتا ہے۔ ان کا علم

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب کے سمندر کا ایک قطرہ ہوتا ہے۔

شاہ عبدالعزیز تفسیر عزیزی سورہ جن میں فرماتے ہیں کہ لوح محفوظ کی خبر رکھنا اور اس کی تحریر دیکھنا بعض اولیاء اللہ سے بھی بطریق تواتر منقول ہے۔

شیخ ابوعبداللہ شیرازی فرماتے ہیں۔ بندہ حالات میں منتقل ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ روحانیت کی صفت پالیتا ہے۔ پس غیب جانتا ہے۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ۔ کتاب عقائد تالیف)

شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ عارف کا نفس بالکل جسم بن جاتا ہے اور عارف کی ذات بجائے روح کے ہو جاتی ہے۔ وہ تمام عارف کو علم حضوری سے دیکھتا ہے۔ (الطاف القدس)

زرقانی نے لطائف المنن میں فرمایا کہ کامل بندے کا اللہ کے غیبوں میں سے کسی غیب پر مطلع ہو جانا عجیب نہیں اس حدیث کی وجہ سے کہ مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے اور یہ ہی اس حدیث قدسی۔ کے معنی ہیں کہ رب فرماتا ہے کہ میں اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ پاس اس کا دیکھنا حق کی طرف سے ہوتا ہے۔ لہٰذا اس کا غیب پر مطلع ہونا کچھ عجیب بات نہیں ہے۔ (زرقانی شرح مواہب۔ ص228)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی۔ زبدۃ الاسرار میں حضور غوث پاک کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ اے بہادری والے فرزند! آاس دریا سے کچھ لے لے جس کا کنارہ ہی نہیں۔ قسم ہے اپنے رب کی تحقیق نیک بخت اور بد بخت لوگ مجھ پر پیش کئے جاتے ہیں اور ہمارا گوشہ چشم لوح محفوظ رہتا ہے اور میں اللہ کے علم کے سمندر میں غوطے لگا رہا ہوں۔ (زبدۃ الاسرار)

مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند قدس سرہٗ کا قول نقل فرماتے ہیں کہ حضرت بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اس گروہ اولیاء کی نظر میں زمین دسترخوان کی طرح ہے اور ہم کہتے ہیں کہ ناخن کی طرح ہے کوئی چیز ان کی نظر سے غائب نہیں۔

(نفحات الانس)

امام شعرانی بیان فرماتے ہیں کہ ہم نے اپنے شیخ سید علی خواص رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہمارے نزدیک اس وقت تک کوئی مرد کامل نہیں ہوتا جب تک کہ اپنے مرید کی حرکات نسبی کو نہ جان لے۔ یوم میثاق سے لے کر اس کے جنت یا دوزخ میں داخل ہونے کو۔

(کبریت احمر)

حضور قبلہ پیر سیّد چراغ النبی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک اللہ کا ولی کامل اپنے ہر مرید کو ایک دن رات میں 360 مرتبہ دیکھتا ہے۔ اس وقت تک وہ مرد کامل نہیں ہے جب تک وہ اپنے ہر مرید کو دن رات میں 360 مرتبہ نہ دیکھے۔ (سچی لگن)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رب باری تعالیٰ فرماتا ہے پس جب کہ میں بندے سے محبت کرتا ہوں تو اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ (بخاری، مشکوٰۃ جلد اوّل۔ کتاب الدعوات)

یہ بھی خیال رہے کہ حضرت خضر علیہ السلام اور حضرت الیاس علیہ السلام اس وقت زمین پر زندہ ہیں اور یہ حضرات اب امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ولی ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب تشریف لائیں گے وہ بھی امت کے ولی کی حیثیت سے ہوں گے۔ ان کے علوم بھی اب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے اولیاء کے علوم ہیں۔ اللہ سمجھ عطا فرمائے۔ آمین۔

علم غیب میں مخالفین کی کتابوں سے تائید کے بیان

حضور قبلہ پیر سیّد چراغ النبی شاہ صاحب نے جو مخالفین کے کتابوں سے تائید کی عبارات بیان فرمائی ہیں وہ پیش کی جاتی ہیں۔جن سے مسئلہ علم غیب بخوبی حل ہو جاتا ہے۔

☆ مولوی رشید احمد گنگوہی ''رشیدیہ صفحہ 27'' میں فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہ السلام کو ہر دم مشاہدہ امور غیبیہ اور تیقظ حضور حق تعالیٰ رہتا ہے۔

☆ حاجی امداد اللہ صاحب ''شمائم امدادیہ۔ص:110) میں لکھتے ہیں کہ لوگ کہتے ہیں کہ علم غیب انبیاء اور اولیاء کو نہیں ہوتا۔ میں کہتا ہوں کہ اہل حق جس طرف نظر کرتے ہیں۔دریافت و ادراک مغیبات کا ان کو علم ہوتا ہے۔اصل میں یہ علم حق ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حدیبیہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے معاملات کی خبر نہ تھی۔اس کو دلیل اپنے دعویٰ کی سمجھتے ہیں یہ غلط ہے کیونکہ علم کے واسطے توجہ ضرور ہے۔

☆ مولوی محمد قاسم نانوتوی ''تحزیر الناس۔ص:4) پر لکھتے ہیں۔علوم اولین اور ہیں اور علوم آخرین اور۔لیکن سب علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم میں مجتمع ہیں۔اسی طرح عالم حقیقی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم ہیں اور انبیاء علیہ اسلام باقی اور اولیاء بالعرض ہیں۔

اس آخری عبارت پر غور کرنا چاہیے کہ مولوی قاسم صاحب نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اولین اور آخرین کا علم جمع مانا ہے۔اور اولین میں حضرت آدمؑ،حضرت خلیل و حضرت ابراہیم علیہ السلام اسی طرح سارے ملائکہ حاملان عرش و حاضرین لوح محفوظ بھی شامل ہیں۔لہٰذا ان سب کے علوم سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم زیادہ ہونا چاہیے۔

☆ مولوی اشرف علی تھانوی صاحب ''تکمیل الیقین۔ص:135'' مطبوعہ ہندوستان پرنٹنگ پریس میں فرماتے ہیں کہ شریعت میں وارد ہوا ہے کہ رسل و اولیاء غیب اور آئندہ کی خبر دیا

کرتے ہیں کیونکہ جب خدا غیب اور آئندہ کے حوادثات کو جانتا ہے۔اس لئے کہ ہر حادث اس کے علم سے اسی کے ارادے کے متعلق ہونے سے اسی کے فعل سے پیدا ہوتا ہے تو پھر اس سے کون سا امر مانع ہوسکتا ہے کہ یہ ہی اللہ ان رسل و اولیاء میں سے کسی شئے کو جان سکے لیکن اگر اللہ کسی کو بتادے تو اُس کو کون روک سکتا ہے۔ پس ان لوگوں کو جو کچھ معلوم ہوتا ہے وہ اللہ کے بتانے سے ہی معلوم ہوتا ہے اور پھر وہ لوگ اوروں کو خبر دے دیتے ہیں۔ ان میں سے ایسا کوئی نہیں جو بذات خود علم غیب کا دعویٰ کرتا ہو چنانچہ شریعت محمدیہ بالذات علم غیب کے دعویٰ کرنے کو اعلیٰ درجہ کی ممنوعات میں شمار کرتی ہے اور جو اس کا دعویٰ کرے اس کو کافر بتاتی ہے۔

علم غیب کے چند عقلی دلائل

چند عقلی دلائل سے بھی علم ما کان و ما یکون کا ثابت ہے۔ وہ دلائل حسب ذیل ہیں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سلطنت رب باری تعالیٰ کے وزیر اعظم بلکہ خلیفہ اعظم ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کو خلیفۃ اللہ بنایا گیا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سلطنت کے خلیفہ اعظم اور زمین میں رب باری تعالیٰ کے نائب ہیں۔

اے برادر! سلطنت کے مقرر کردہ حکم میں دو صفتیں لازم ہوتی ہیں۔ ایک تو علم اور دوسرے اختیارات۔ اس دنیاوی سلطنت کے حکام جس قدر بڑا درجہ رکھتے ہیں اسی قدر ان کی معلومات اور اختیارات زیادہ ہوتے ہیں۔ جیسے گورنر سارے صوبے کا علم و اختیارات اور وزیر اعظم کو سارے ملک کے متعلق علم و اختیارات ضروری ہیں کہ ان دو صفتوں کے بغیر وہ حکومت کر ہی نہیں سکتا اور سلطانی قانون عوام میں جاری ہی نہیں کرسکتا۔

اسی طرح رب باری تعالیٰ کے جتنے انبیاء حضرات ہیں ان میں جن کا جس قدر بڑا درجہ اسی قدر ان کے اختیارات اور علم زیادہ ہے اور حضرت آدم علیہ السلام کی خلافت کو رب باری تعالیٰ

نے ان کے علم ہی سے ثابت فرمایا کہ گویا کہ ان کو اتنا وسیع علم دیا ہے وہ ہی خلافت رب باری تعالیٰ کے لئے موزوں ہیں۔ چونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سارے عالم کے نبی اور عرش و فرش کے لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امتی ہیں لہٰذا ضروری تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام انبیاء سے زیادہ علم اور اختیارات دیئے جائیں۔ اس لئے بہت سے معجزات دکھائے گئے۔ چاند اشارے سے شق ہو گیا۔ ڈوبا ہوا سورج واپس آ گیا، بادل کو حکم دیا پانی برسا، پھر حکم دیا تو کھل گیا۔ یہ سب خداداد اختیارات کا اظہار ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امتی تو ملائکہ بھی ہیں۔ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا (پارہ۔18، سورہ25، آیت1)۔ اس لئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم ملائکہ سے زیادہ ہونا ضروری ہے اور ملائکہ کو تو ما کان وما یکون کا علم ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ حضور نبی کریم رؤف الرحیم رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس سے زیاد علم ہو۔

چند سال کامل استاد کی صحبت میں رہ کر انسان عالم بن جاتا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبل ولادت پاک کروڑوں برس رب باری تعالیٰ کی بارگاہ خاص میں حاضر رہے تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیوں نہ کامل عالم ہوں گے۔

''روح البیان میں لَقَدْ جَآءَكُمْ کی تفسیر میں فرمایا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے جبریل تمہاری عمر کتنی ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بارگاہ نبوت میں عرض کیا ایک ستارہ 70 ہزار سال بعد چمکتا ہے اور میں نے اسے 72 ہزار مرتبہ چمکتے دیکھا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ ستارہ ہم ہی تھے۔ حساب لگالو کتنے کروڑوں برس حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دربار خاص میں حاضر رہے۔

یہاں پر سکھانے والا رب باری تعالیٰ اور سیکھنے والے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم ہیں رب باری تعالیٰ نے کیا سکھایا قرآن اور اپنے خاص علوم۔ بتاؤ کہ رب باری تعالیٰ کامل استاد نہیں یا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لائق شاگرد نہیں ۔ رب باری تعالیٰ کامل عطا فرمانے والے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کامل لینے والے ۔قرآن کریم کامل کتاب (اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْآنَ) وہ ہی سب سے زیادہ مقبول بارگاہ رب باری تعالیٰ ہے پھر علم ناقص کیوں؟ رب باری تعالیٰ نے ہر بات لوح محفوظ میں کیوں لکھی؟ لکھنا تو اپنی یاداشت کے لئے ہوتا ہے کہ بھول نہ جائیں یا دوسروں کو بتانے کے لئے ۔رب باری تعالیٰ تو بھول سے پاک ہے اس سے ظاہر ہے کہ رب باری تعالیٰ نے دوسروں کے لئے لکھا ہے اور حضور نبی کریم تو دوسروں سے زیادہ محبوب ہیں لہٰذا وہ تحریر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ہے۔

غیبوں کے غیب رب تعالیٰ کی ذات پاک ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیدار کی تمنا عرض کی تو رب باری تعالیٰ نے فرمایا (لَنْ تَرَانِیْ) تم ہم کو دیکھ نہ سکو گے۔ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رب تعالیٰ ہی کو معراج میں اپنی مبارک ظاہری آنکھوں سے دیکھ لیا۔ تو عالم کیا چیز ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چھپ سکے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا میں رب باری تعالیٰ کو دیکھا کیوں کہ خود نور ہو گئے تھے۔

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ الایمان بالقدر فصل اوّل کے آخر میں)

پیر سیّد چراغ النبی شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ دیکھو شیطان دنیا کو گمراہ کرنے والا ہے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا کو ہدایت دینے والے ہادی ۔ گویا کہ شیطان وبائی بیماری ہے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طبیب مطلق ہیں ۔ رب تعالیٰ نے شیطان کو گمراہ کرنے کے لئے اتنا وسیع علم دیا کہ دنیا کا کوئی شخص اس کی نگاہ سے غائب نہیں ۔ پھر اسے یہ خبر بھی ہے کہ کون گمراہ ہو سکتا ہے کون نہیں اور جو گمراہ ہو سکتا ہے وہ کسی حیلہ سے ۔ ایسے ہی وہ ہر دین کے

مسئلہ سے خبردار ہے اس لئے ہر نیکی سے روکتا ہے اور ہر برائی کرواتا ہے۔ اور شیطان نے رب باری تعالیٰ سے عرض کیا تھا کہ یارب مجھ کو اتنا علم دے دے کہ (لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۙ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ) (سورہ 15۔ آیت 39-40)

ترجمہ۔ میں تیرے عبادت گزار اور مخلصین کو گمراہ کرسکوں۔

اے برادر! جب گمراہ کرنے والے کو اتنا علم دیا گیا تو ضروری ہے کہ دنیا کے طبیب مطلق حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہدایت دینے والے کے لئے اس سے کہیں زیادہ علم والے ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر شخص کی بیماری کو اس کی استعداد کو اس کے علاج کو جانیں ورنہ ہدایت مکمل نہ ہوگی۔ اور رب تعالیٰ پر اعتراض آئے گا کہ اس نے گمراہ کرنے والے کو قوی کیا اور ہدایت دینے والے ہادی کو کمزور رکھا۔ لہٰذا گمراہی تو کامل رہی اور ہدایت ناقص۔ اس لئے پیچھے بیان ہو چکا ہے کہ رب تعالیٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبی کے خطاب سے پکارا (یٰٓاَیُّهَا النَّبِیّ) اور نبی کے معنی ہیں خبر دینے والا۔

معلوم ہوا کہ نبی میں غیبی خبریں معتبر ہیں یعنی فرشتوں کی اور عرش کی خبر دینے والا جس جہاں میں ہمارا خیال بھی نہ کام آسکے۔ وہاں پر نبی کا علم ہوتا ہے اگر حضور ہم کو جنت دوزخ کا نہ بتاتے تو ہمارا خیال بھی جنت دوزخ کی طرف نہ جاتا یا زبان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی سے ہم کو معلوم ہوا کہ آب کوثر ہے، جنت کے الگ الگ درجے ہیں۔ فرشتے ہیں، نیکی ہے اور بدی بھی ہے۔ اچھے عمل والے جنت میں جائیں گے اور برے عمل والے دوزخ میں۔ معلوم ہوا کہ علم غیب نبی کے معنی میں داخل ہے۔ اللہ ہدایت دے۔

شانِ رسالت میں تنقید حرام

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا ؕ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝

ترجمہ:۔ اے ایمان والو! راعنا نہ کہو یوں عرض کرو کہ حضور ہم پر نظر رکھیں اور پہلے ہی بغور سن لو اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

بظاہر اس آیت میں مسلمانوں کو ایک چیز سے روکا جارہا ہے اور ایک چیز کا حکم دیا جارہا ہے مگر درحقیقت یہ عظمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چمکتی ہوئی ایک روشن دلیل ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا صحابہ کرام کو رَاعِنَا کہنے سے منع فرمانا اور اَنْظُرْنَا کہنے کا حکم دینا اس لئے تھا کہ منافقین کو میرے محبوب کی شان میں بے ادبی کا موقع نہ ملے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے ادبی بہت بڑا گناہ ہے۔ جو حضرات نکتہ چینی اور باریکیوں میں الجھے رہتے ہیں۔ وہ کبھی بھی منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکتے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت مسلمان کا ایمان ہے۔

اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ صحابہ کرام کا دستور یہ تھا کہ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کچھ کلام فرماتے اور صحاب کرام کی سمجھ میں کوئی کلمہ نہ آتا تو عرض کرتے۔ رَاعِنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ اس کلام میں ہمارے لئے رعایت فرمایئے یعنی ہماری خاطر دوبارہ فرمادیجئے۔ یہ کلمہ راعنا یہودی زبان میں ایک گالی تھی۔ یہود بھی خدمت اقدس میں یہ ہی کلمہ بری نیت سے کہتے تھے۔ اس پر آیت کریمہ نازل ہوئی اور مسلمانوں کو یہ کلمہ بولنے سے روک دیا گیا اور فرمایا گیا کہ اے مومنو اس کلمہ کی بجائے تم اُنْظُرْنَا کہا کرو یعنی اگرچہ تم یہ کلمہ نیک نیتی

سے کہتے ہو اور اچھے معنی مراد لیتے ہو مگر یہود کو اس کی وجہ سے گستاخی کا موقعہ مل جاتا ہے۔ سبحان اللہ کیا عظمت محبوب ثابت ہوئی کہ پروردگار عالم کو اپنے محبوب کی شان اس قدر بڑھانا منظور ہے کہ کسی کو ایسی بات کہنے کی اجازت نہیں دیتا کہ جس کلمہ سے دوسرے کو بدگوئی کرنے کا موقع ملے۔ اس مسئلہ سے معلوم ہوا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں کوئی بات منہ سے نکالنا اگرچہ بری نیت سے نہ ہو وہ بھی کفر ہے۔ فقہا فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نعلین پاک کی بھی ادنیٰ گستاخی کی تو کافر ہو گیا۔

شرح فقہ اکبر میں امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ کا ایک واقعہ نقل فرمایا کہ ہارون الرشید کے دستر خوان پر کدو شریف پک کر آیا کسی نے کہا کے کدو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت پسند تھا ایک اور شخص وہاں پر بیٹھا تھا اس نے کہا مجھے تو یہ پسند نہیں ہے۔ اس پر حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے قتل کے ارادے سے تلوار نکال لی اور حکم فرمایا کہ تو مرتد ہو گیا کیونکہ تو نے اپنی بے رغبتی کا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابلہ میں ذکر کیا ہے۔ جب تک اس شخص نے توبہ نہ کی آپ نے اس کو قتل کرنے کا ارادہ نہ بدلا جب اس نے توبہ کی تب چھوڑا۔

اے برادر! حضرت یوسف علیہ السلام کے دامن پر غلامی کا دھبہ لوگوں نے لگایا تھا کہ مصر والوں نے سمجھا تھا کہ یہ بادشاہ مصر کے غلام ہیں۔ رب باری تعالیٰ نے ایک ایسی قحط سالی بھیجی کہ تمام ملکوں کے لوگ اپنی جائیدادیں، جانور اور دوسری اشیاء فروخت کرنے کے بعد آخر آپ کے ہاتھ پر خود فروخت ہو گئے اور آپ نے سب کو آزاد کر دیا۔ اب تمام دنیا تو آپ کی آزاد کردہ غلام ہوئی اور آپ سب کے آقا ہو گئے۔ اب کون تھا جو ان کو غلام کہتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جن لوگوں نے اس زمانہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں کلمات گستاخانہ کہے یا چھاپے وہ بے دین ہیں اور کافر ہیں۔

صحابہ کرامؓ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رعایت کے لحاظ سے رَاعِنَا کہتے تھے۔لیکن یہود نے اس کو کھینچ کے پڑھنا شروع کردیا کہ راعینا۔ یعنی راعی چرواہے کو کہتے ہیں۔صحابہ کرام کہتے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رَاعِنَا ۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارا لحاظ رکھیے ہماری رعایت فرمایئے۔وہ یہ درخواست کرتے تھے لیکن یہود معاذ اللہ (راعینا) کہہ کر اپنی طرف سے بغض اور گندی سوچ کا اظہار کرتے تھے۔یعنی (راعی غَنَمَنَا) ہماری بکریوں کو چرانے والا۔تو معاذ اللہ جب یہود نے (راعینا) کہنا شروع کردیا تو رب باری تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کو اور قیامت تک کے مسلمانوں کو یہ پیغام دیا کہ اس لفظ کو بری سوچ والے استعمال کررہے ہیں تو تم اس کا استعمال ہی ترک کردو تاکہ کسی طرح اس لفظ کو بول کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کا موقع نہ مل سکے۔

رَاعِنَا کو اگر باب مفاعلہ سے مشتق بنائیں تو پھر جانبین ہوتے ہیں۔مثال کے طور پر لفظ مصافحہ تب بنتا ہے جب دو بندے آپس میں ہاتھ ملاتے ہیں۔ایک آدمی کے ہاتھ کے عمل کو مصافحہ نہیں کہا جاسکتا۔تو جہاں بھی مفاعلہ ہوتا ہے۔وہاں جانبین کا ہونا ضروری ہے۔اگر وہ جانبین نہیں ہوں گے باب مفاعلہ نہیں بنے گا۔

تو اب دوستو! رَاعِنَا میں باب مفاعلہ ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جانبین ہیں اور پھر اُن کی مساوات سمجھی جارہی تھی۔یعنی اس کا مطلب یہ بنا کہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ ہمارا لحاظ کرو اور ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لحاظ کرتے ہیں۔یعنی اس لفظ سے یہ معنیٰ نکل سکتا تھا اگرچہ صحابہ کرام کی نیت یہ نہیں تھی لیکن اس میں گنجائش یہ بن رہی تھی اور رَاعِنَا باب مفاعلہ سے ہونے کی وجہ سے مساوات کا پہلو نکل رہا تھا کہ آقا اور غلام دونوں برابر ہورہے ہیں جبکہ رب تعالیٰ نے تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو انبیاء میں سب سے اونچی شان عطا فرمائی ہے۔

اس واسطے رب تعالیٰ نے اس مساوات کی نفی کیلئے جو کہ ایک نبی اور امتی کے درمیان بن رہی تھی۔ یعنی رَاعِنَا کہنا ناجائز قرار دے دیا تا کہ کہیں ایسا تصور بھی پیدا نہ ہو کہ امتی یہ کہے کہ میں نبی جیسا ہوں اور نبی میرے جیسے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس سوچ کو بند کرنے کیلئے رَاعِنَا کا استعمال بھی ناجائز فرمادیا اور بتادیا کہ مقام نبوت بہت بلند مقام ہے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ہی مسلمان کا ایمان ہے۔

اے برادر! جس وقت کوئی شخص کسی سے کوئی کام لینا چاہے یا کوئی بات منوانا چاہے تو اس میں دو چیزیں قابل غور ہوتی ہیں یعنی ایک حکم ہوتا ہے اور ایک درخواست ہوتی ہے۔ اگر چہ لفظ ایک جیسے ہوتے ہیں ایک شخص یہ کہتا ہے کہ آپ میرا یہ کام کر دیں ۔ یہ کسی بڑے سے درخواست کر رہا ہوتا ہے اور دوسرا وہ جو اپنے نوکر سے کہتا ہے کہ تم میرا یہ کام کر دو تو وہ بطور حکم کر رہا ہے۔ ان دونوں میں فرق ہے۔ درخواست اور ہوتی ہے اور حکم اور ہوتا ہے۔

رَاعِنَا میں ایک پہلو یہ ہے کہ اس سے حکم والا معنیٰ نکل رہا ہے اس صیغہ کے لحاظ سے وہم پیدا ہو رہا تھا اگر چہ بولنے والے صحابہ کرام کی یہ نیت نہ تھی لیکن رب تعالیٰ نے منصب نبوت کا ادب سکھانے کیلئے اور شان رسالت کے متعلق گفتگو کے آداب بتانے کیلئے اُن پر رَاعِنَا کا بولنا ناجائز قرار دے دیا کہ اس لفظ کو ہزار بار اچھی نیت سے بولو چونکہ اس میں وہم پیدا ہو رہا ہے اس واسطے قیامت تک کے مسلمانوں پر اس کا بولنا حرام قرار دیا گیا۔

تفسیر رازی 243:2 میں ہے کہ رَاعِنَا کا معنیٰ قَوْلُ رَاعِنَا کہ رعونت والی بات نہ کرو یعنی جس بات میں تکبر ہو۔

پیر سیّد چراغ النبی شاہ رحمۃ اللہ علیہ سچی لگن میں فرماتے ہیں کہ تکبر رب تعالیٰ کی ذات پاک کیلئے ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی ذات کے سوا کسی دوسرے کیلئے پسند نہیں فرمایا۔ تکبر وہ

چیز ہے کہ جو انسانی وجود میں آ کر اسے متکبر بنا دیتا ہے۔ اور انسان کو اصلی فوائد سے محروم کر دیتا ہے۔ نیکیوں کے ذخیرے کو تباہ و برباد کر دیتا ہے۔ اور بڑے بڑوں کو سر کے بل گرا دیتا ہے۔ تکبر انسانی زندگی کے لئے زہر قاتل ہے۔ ایک انسان ساری عمر خدا کی عبادت کرتا رہے ہر سانس کے ساتھ رب تعالیٰ کو یاد کرتا رہے لیکن ایک لمحے کا تکبر اس کی ساری کمائی کو غارت کر دیتا ہے۔ اس کے نیک اعمال کو نیست و نابود کر دیتا ہے۔ تکبر، نفاق، کفر، شرک اور بغض پیدا کرتا ہے۔ اس سے نافرمانی اور عناد پیدا ہوتا ہے۔ اس سے دشمنی بڑھتی ہے۔ متکبر آدمی کی نہ دنیا ہوتی ہے اور نہ دین۔ اسے کوئی پسند نہیں کرتا۔ اسی تکبر کی بدولت شیطان کی لاتعداد عبادت و بندگی نیست و نابود ہوئی۔ تکبر تمام برائیوں کی جڑ ہے۔ اس لئے فرمایا کہ رعونت والی بات نہ کرو یعنی جس بات میں تکبر ہو اور رب باری تعالیٰ کے پیغمبر سے کوئی اکڑ کر نہ بولے کوئی رعونت سے نہ بولے اس انداز سے نہ بولے جس سے یہ معلوم ہو کہ یہ عاجزی کے سوا بول رہا ہے۔

رب باری تعالیٰ نے فرمایا کہ

''اے ایمان والو راعنا نہ کہو یوں عرض کرو حضور ہم پر نظر رکھیں اور پہلے ہی بغور سن لو اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔'' اس لئے میرے محبوب علیہ السلام سے گفتگو کرتے وقت نرم نرم اور عاجزی کے انداز میں گفتگو کرو اور کوئی شخص تکبر کے انداز میں گفتگو نہ کرے۔

یہ قرآن پاک کی تعلیمات کا اثر ہے کہ جس وقت حضرت عروہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اہل قریش کے سفیر بن کے آئے اور حدیبیہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس صحابہ کرام علیہم الرضوان کو بیٹھے دیکھا تھا تو جن پانچ باتوں سے وہ زیادہ متاثر ہوئے تھے اُن میں سے ایک بات یہ بیان کی۔ (اِذَا تَكَلَّمَ خَفَضُوْا اَصْوَاتَهُمْ) (بخاری شریف۔) کہ جس وقت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گفتگو کرتے ہیں تو صحابہ کرام علیہم الرضوان بولتے وقت یہ ضرور

پابندی کرتے ہیں کہ ہماری آواز حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز کے برابر نہ ہونے پائے۔ ہماری آواز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز سے پست رہے۔

یہ آداب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہیں اور قرآن پاک نے سکھائے ہیں۔ اور صحابہ کرامؓ نے پھر اُن پر عمل کر کے دکھایا ہے۔ یہ طریقہ کار صحابہ کرام علیہم الرضوان کا ہی نہیں تھا بلکہ یہ تابعین کا بھی تبع تابعین کا بھی یہی طریقہ کار آج تک تھا اور آج سے لے کر قیامت تک ایمان والوں کا نصاب اور طریقہ کار رب باری تعالیٰ نے اس آیت مبارکہ سے واضح فرما دیا۔

صحابہ کرامؓ عربی زبان کے لحاظ سے اس کا استعمال کرتے تھے اور صحیح معنی میں کرتے تھے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رہنمائی حاصل کرتے تھے اور وہ کہتے تھے (رَاعِنَا) یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری رعایت رکھیں۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب قرآن پاک کی آیات پڑھ رہے ہیں تو ہمیں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ساتھ لے کر چلیں تا کہ ہم لکھ لیں، سن لیں اور یاد کر لیں۔ یہ اُن کی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست ہوتی تھی۔ مگر دوسری طرف عبرانی زبان میں اسی لفظ کو نازیبا الفاظ کے زمرے میں شمار کیا جاتا اور گالی کے طور پر اس کا استعمال ہوتا تھا۔ اس لئے یہودیوں کو موقع مل گیا۔ انہوں نے اپنا بغض اسی لفظ کی آڑ میں ظاہر کرنا شروع کر دیا تو رب تعالیٰ نے صحاب کرام پر بھی اس لفظ کا بولنا حرام کر دیا۔ ارشاد فرمایا (لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا) تم راعنا نہ کہو۔

اگرچہ تم اچھی نیت سے کہتے ہو لیکن دوسرے لوگ اس لفظ سے بری سوچ کی گنجائش پیدا کر رہے ہیں۔ تو جب انہیں اس سے گنجائش ملتی ہے تو تمہارے لئے جائز نہیں تم یہ لفظ بولنا بند کر دو۔ دوستو اگر ایک لفظ کے دو معنی ہوں ایک اچھا اور ایک شان رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لائق نہ ہو تو شریعت کا تقاضا یہ ہے کہ اُس لفظ کو چھوڑ دیا جائے تا کہ اس لفظ کی آڑ میں کوئی

گستاخ مذموم ارادوں کو پورا نہ کر سکے۔

سوچنے اور غور کرنے کی بات یہ ہے کہ وہ تو کافر یہود تھے جو یہ مذموم حرکتیں کرتے تھے لیکن آج اسلام کے اندرونی محاذ پر شان رسالت سے متعلق کچھ لوگوں کے گرے ہوئے انداز کی وجہ سے بھی امت مسلمہ کو شرمساری ہو رہی ہے اور پریشانی بھی۔ تحذیر الناس، حفظ الایمان، تقویۃ الایمان وغیرہ کتابوں میں جو جسارتیں کی ہیں وہ بہت بڑا المیہ ہیں اپنی مرضی کا ترجمہ کرتے ہیں اور نبی کو بشر ماننا اور بڑے بھائی کا درجہ دینا یا گاؤں کے چوہدری جتنی تعظیم اور کلمہ شریف کا ترجمہ اپنی مرضی کا کرنا شامل ہیں۔ جن کے جواب حضور قبلہ پیر و مرشد چراغ النبی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''ایمان کی پہچان'' میں ان منافق لوگوں کو ان ہی کی کتابوں کے حوالے سے دیئے ہیں یہ وہ آیات جو بتوں کے بارے میں اتاری گئیں اُن سے زور پکڑتے ہیں۔ انسان کو رب تعالیٰ نے تین حصوں میں پیدا فرمایا۔ ایک مومن، دوسرا کافر اور تیسرا منافق۔ کافر کے بارے میں فرماتے ہیں اس کی تو بات ہی نہیں کرنی چاہیے کیونکہ اس نے تو جانا ہی جہنم میں ہے۔ جیسے ابوجہل اور ابولہب یہ اور ان جیسے سب کے سب تو جہنم میں جائیں گے اور منافق کے بارے میں فرماتے ہیں کہ مولانا روم نے آج سے 200 سال پہلے منافق کی تشبیہ پیش کی کہ بندر اور منافق کی خصلت ایک ہی ہے کیونکہ بندر بھی حرکات میں شکل وصورت میں انسان جیسا ہے اور منافق بھی مومن کی طرح دیکھنے میں دونوں ایک جیسے ہیں لیکن منافق کی روح جو ہے وہ بندر والی ہے۔ حرکتیں تو وہ بے شک مومن والی ہیں مگر روح اس کی وہی بندر والی ہے دیکھنے میں بے شک ایک جیسے ہیں مومن نماز پڑھتا ہے تو منافق بھی نماز پڑھتا ہے، مومن زکوٰۃ دیتا ہے تو منافق بھی زکوٰۃ دیتا ہے مومن کی داڑھی ہے تو منافق کی بھی داڑھی ہے۔ دیکھنے میں منافق عبادت الٰہی میں مصروف ہوتا ہے مگر بظاہر اُن کی نیت میں عبادت نہیں ہوتی اُن کی نیت میں مومن کو نقصان پہنچانے کی مذموم کوشش

ہوتی ہے۔ایسے لوگ شرح کی زبان میں منافق کہلاتے ہیں اور جو ایسے نہیں ہوتے وہ شریعت کی زبان میں مومن ہوتے ہیں۔ایک طرف منافق ہے اور ایک طرف مومن ہے بندر کو بار بار بندر کہو تو اُسے کوئی پروانہیں لیکن اگر انسان کو جو شکل وصورت میں مومن نظر آتا ہے مگر اُس کو منافق کہو تو وہ تلملا اُٹھتا ہے اور مومن کو جب مومن کہتے ہو اس کے چہرے پر خوشی والی ایک بہار نظر آتی ہے۔
یہاں پر حضور قبلہ چراغ النبی شاہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ کیا بات ہے کہ منافق کو جب منافق کہتے ہیں تو وہ پریشان ہوتا ہے اور مومن کو جب مومن کہتے ہیں تو وہ خوش ہوتا ہے۔جو اس کے خلوص کی خوشبو ہے جو اس کے اندر کی پاکیزگی اور طہارت ہے وہ مومن کے چہرے پر نمودار ہوتی ہے مومن اگرچہ ہنستا نہیں لیکن اس کا چہرہ اور سارا وجود ہنستا ہوا نظر آتا ہے۔اور منافق روتا نہیں مگر اس کا سارا وجود روتا ہوا نظر آتا ہے۔

یہ مومن اور منافق حرف ہی تو ہیں۔م،ن،ا،ف،ق،منافق تو اس میں رکھا کیا ہے حروف ہی ہیں۔کسی کی طرف اشارہ کر کے کہہ دیا جائے منافق تو اس کی حالت ہی اور ہو جاتی ہے اور مومن م،و،م،ن=مومن۔ان حروف میں رکھا کیا ہے یہ حروف ہی تو ہیں لیکن اگر کوئی مومن ہو تو اُس کو مومن کہہ دیا جائے تو وہ اپنے آپ کو خوب خوب مسرور پاتا ہے۔

حضور قبلہ چراغ النبی شاہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ۔یہ دو آدمی ہیں ایک محبوب ہے اور ایک مردود ہے۔آپ لفظوں کو نہ دیکھیں۔اِن لفظوں کے پیچھے کوئی کیفیت ہے۔جب وہ لفظ بولے جاتے ہیں۔وہ اندر کی جو کیفیت ہے وہ اُبھر کے باہر آتی ہے۔یعنی اُبھر کے سامنے آتی ہے اچھی ہو یا کہ بری ہو محبوب ہو یا مردود۔م۔و۔م۔ن۔اس کو جمع کرو یہ بن جائے گا مومن تو اُس کے پیچھے امان سے جڑا ہوا ایک پیکر سامنے آجاتا ہے۔اس لئے جب یہ لفظ کہا جائے تو آدمی مسرور ہوتا ہے۔

اے برادر۔ ایک اور لفظ ہے۔ جیسے یہ لفظ مومن ہے جس کو کہا جائے صرف وہ ہی خوش ہوتا ہے۔ ایک لفظ ایسا بھی ہے کہ جس کو سُنا کر بولنے والا بھی خوش ہوتا ہے اور سننے والے بھی خوش ہوتے ہیں۔ چاہے ایک سننے والا ہو یا ہزاروں ہوں یا کڑوڑوں ہوں سب کے سب خوش ہوتے چلے جاتے ہیں۔

اے پیارے۔ وہ نام ہے محمد ﷺ۔ اس نام کو جو سنتا ہے وہ محبت سے جُھوم جاتا ہے

۔

اس حروف میں رکھا کیا ہے دیکھنے میں تو یہ۔ م۔ ح۔ م۔ د۔ ہے لیکن جب اِن حروف کو جمع کیا تو لفظ بنا۔ محمد ﷺ تو خیال کدر گیا اس کے پیچھے کیا ہے۔ زبان نے کیا کہا۔ روح کہ اندر وجد کیوں آیا۔ ایمان کو جوش کیوں آیا۔ یہ نور کے جلوے کیوں اُبر اُبر کہ باہر آتے ہیں۔ دماغ کیوں معتمین ہوا۔ روح کیوں کہتی ہے کہ اس لفظ کو دوبارہ کہو۔ اور مومن کہتا چلا جاتا ہے۔ اور روح پر نور کی برسات برستی چلی جاتی ہے۔ کیوں کہ اس کے پیچھے ایک نام ہے اور خالی نام ہی کافی نہیں اس نام کے پیچھے جو شخصیت ہے وہ شخصیت نام بولتے ہی سامنے آتی ہے۔ شخصیت کی جیسی حالت ہوگی اتنی ہی شان اُس کے نام کی ہوگی۔ یا یوں سمجھو کے نام بولتے ہی مسماء سامنے آتا ہے۔ مسمائے کی جیسی حالت ہوگی ویسا ہی نتیجہ ہوگا۔ اور جس شان کا مسماء ہوگا اِس شان کے جلوے ظاہر ہونگے۔ آپ یعنی کے تصور میں اس شخصیت کا ایک خاکہ پیدا ہوتا ہے کہنے کو تو یہ۔ م۔ ح۔ م۔ د۔ ہے۔ حروف ہی تو ہیں۔ کسی کے تصور میں خیال میں کچھ اور نہیں آئے گا۔ جب تک ان حروف کو جمع نہ کیا جائے گا۔

اے برادر۔ جب اِن حروف کو جمع کیا تو لفظ بنا۔ محمد ﷺ۔ تو دل میں خیال اُٹھا اور خیال نے پرواز شروع کی اور ایک لمحہ میں مدینہ منورہ میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار

اقدس میں حاضر ہو گیا۔یعنی کے جس قسم کا مسماء یا شخصیت ہے وہاں پر خیال پہنچا۔

اور ایک طرف سے آواز آئی کہ۔ یا محمد۔صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سب نے کہا کے یارسول اللہ۔صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔یعنی کہ جو یہاں سے مدینہ شریف کی دوری تھی ایک لمحہ میں ختم ہوگئی۔ جب آواز آئی کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔تو سب نے جوش محبت میں کہا کے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔یعنی کے جو مومن ہیں انہوں نے غلبہ محبت سے کہا کے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو محبت کے غلبے سے یہ دوریاں ختم ہوگئیں لیکن منافق کی منافقت باقی رہی۔

اے برادر۔ یہ دو آدمی ہیں ایک۔امر الٰہی اور ایک غضبِ الٰہی۔ جو امر الٰہی میں ہوتا ہے وہ حق کے قریب ہوتا ہے اس لئے مومن محبت میں حق کے قریب ہوتا ہے۔اور جو غضبِ الٰہی میں ہوتا ہے وہ انانیت میں یعنی انکار کرنے والا ہوتا ہے۔اور امر الٰہی والے قبولیت والے ہوتے ہیں۔محبت والے ہوتے ہیں۔ پیار والے ہوتے ہیں۔ پیار والے جُھکتے ہیں۔اور اِنکار والے بگڑ تے ہیں۔آپ فرماتے ہیں کہ اِن بگڑنے والوں کے سر پر مٹی ڈالو یعنی اِن منافقوں کی عقل پر سر پر مٹی ڈالو۔

اے برادر۔ یہاں پر آکر ایک سوال دل میں پیدا ہوتا ہے کہ یہ لوگ منافق کیسے ہیں قرآن پاک بھی پڑھتے ہیں اور نماز بھی پڑھتے ہیں۔سجدے بھی کرتے ہیں۔رکوع۔اور قیام بھی کرتے ہیں۔ذکر رب باری تعالیٰ بھی کرتے ہیں۔تو یہ منافق کیسے؟

آپ فرماتے ہیں کہ

مولانا روم مثنوی شریف میں منافق کے بارے میں بیان کرتے ہیں۔آؤ میں بتاتا ہوں۔

آمنافق با موافق درِ نماز از پائے پیدا آمند نے نیاز

ترجمہ:۔ منافق نماز میں موافقت کرتا ہے اور دل میں منافقت یہ نیاز مندی نہیں۔

اے برادر! آپ نے دیکھا نہیں کہ یہ بندر جو انسانوں جیسی حرکتیں کرتے ہیں اور یہ منافق ہیں یہ بھی مومن کی طرح حرکتیں کرتے ہیں۔ جیسے بار بار بندر انسانوں جیسی حرکتیں کرنے سے انسان نہ بن سکا اسی طرح منافق بار بار مومن کی نقل کرنے سے مومن نہ بن سکا لیکن ان کی جنس تبدیل ہوگئی مومن تو یہ نہ بن سکے لیکن بندر ضرور بن گئے۔ ظاہر بین تو ظاہر کے اعتبار سے جنس کا خیال کرتے ہیں اور حقیقت شناس اندر کی کیفیت دیکھ کر جنس تبدیل کرتے ہیں۔ منافق نے کیا کیا کہ داڑھی لمبی کرلی، ناخن تراش لیے۔ چوڑی آستینوں والے کپڑے پہن لیے۔ اب وہ مومن نمازیوں کے ساتھ ہو گیا لمبے لمبے رکوع، لمبے لمبے سجدے، لمبے لمبے قیام، لمبی لمبی قرأت، ہر جگہ ذکرو اذکار۔ اُس کو چھیڑو تو اللہ اللہ کرے مکا مارو تو زور سے اللہ ہو کرے اور جب دھکا مارو تو اللہ کا ذکر شروع کردے۔ دیکھا آپ نے (آمنافق با موافق در نماز) منافق موافقت کر رہا ہے نماز میں موافقت نہیں کرتا اعتبار باطل میں وہ موافقت کر رہا ہے۔ نماز میں کیونکہ دیکھنے والے تو چہرہ دیکھیں گے دل کب دیکھیں گے وہ تو کپڑے شلوار، قمیض، پگڑی، دستار دیکھیں گے۔ وہ دل کے اندر کب دیکھیں گے کہ دل میں عشق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ نہیں ہے۔ وہ تو ظاہراً دیکھتے ہیں اور ظاہر میں نماز ہی ہے اور یہ نماز میں موافقت کرتے ہیں اور دل میں منافقت کرتے ہیں۔ (آز پائے پیدا آمند نے نیاز) یہ نیاز مندی نہیں ہے یہ جھگڑا اور نفاق کے لئے آئے ہیں۔ ان کے دل میں شوق عبادت نہیں ہے صرف منافقت ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر تشریف فرما تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ وہ فلاں آدمی کھڑا ہو جا، دوسرے کو فرمایا پھر تیسرے کو فرمایا یہاں تک کہ ایک ایک کر کے 30 آدمی کھڑے ہو گئے اور بڑے ہی عجیب و غریب انداز میں کھڑے ہوئے کہ ہمارا نام لے کر پکارا جا رہا ہے اور دوسرے جو بیٹھے رہ

گئے ہیں وہ ہماری مثال کیسے ہو سکتے ہیں۔ ہمارے لمبے سجدے اور لمبے قیام ہیں اس لئے تو ہم کو پکارا جا رہا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے 30 آدمیوں کو کھڑا کیا اور فرمانے لگے بہت کوشش کی کہ پردہ پڑا رہے، بہت کوشش کی کہ تمہیں بچالیا جائے، بہت کوشش کی کہ یہ جو سنگت ہے وہ قائم رہ جائے لیکن ظالموں تم تو نماز کیلئے نہیں آئے تھے نماز سے تو بے نیاز ہو کر آئے ہو۔ نماز میں نیاز مند بن کر تو تم نہیں (آز پائے پیدا آمند نے نیاز) تم تو دل گھر چھوڑ کر آئے ہو۔ صرف سجدے، رکوع، قیام، قرآت لے کر آئے ہونا۔ اس کے پیچھے جو ایمان ہوتا ہے۔ وہ مفقود ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے بہت کوشش کی کہ تم لوگوں کو ایمان مل جائے نہیں ملا تو اب رب باری تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے میرے محبوب کب تک پردے ڈالو گے۔ اتنا بھی لحاظ کیا کرنا میں کہتا ہوں کہ یہ منافق ہیں یہ کبھی بھی مومن نہیں بن سکتے، نکالو ان کو باہر۔ اب جب حکم ربی آ گیا ہے تو اُٹھو اور جاؤ باہر۔

جب یہ تیس آدمی مسجد سے باہر نکلے تو سامنے سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ چلے آ رہے تھے۔ جب انہوں نے دیکھا تو ان کو بڑی تکلیف ہوئی کہ شاید نماز ہو گئی ہے تو پوچھا کہ کیا ہوا تو یہ جو منافقوں کی جماعت تھی کہنے لگی کہ اندر جاؤ پتہ چل جائے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب اندر پہنچے تو ہر طرف نور ہی نور تھا اور پتہ چلا کے انکار والے سارے چلے گئے اور محبوبیت والے رہ گئے۔

مومن اور منافق کا فیصلہ قیامت میں ہوگا کیونکہ جب انسان دنیا چھوڑتا ہے تو اس کا سفر آخرت شروع ہو جاتا ہے۔ دنیا میں تو مومن اور منافق اکھٹے رہتے ہیں لیکن جب روز قیامت مومن کے چہرے سے نور چھلکتا ہوگا تو نبی بھی پوچھیں گے کہ یہ کون ہیں ان کو اتنا رتبہ کیسے ملا اور منافق سوچ رہے ہوں گے کہ سجدے تو ہمارے لمبے تھے، قرأت تو ہماری لمبی تھی لیکن رتبہ ان کا بڑا

ہوگیا اور پھر خیال آئے گا کہ اے میرے اللہ ایک بار صرف ایک بار ہم کو دنیا میں بھیج تا کہ ہم بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منا کر آئیں اور یہ رتبہ پائیں اور جس طرح یہ مسجدوں میں بیٹھ کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر کرتے تھے اس طرح ہم بھی دل کے ساتھ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر کریں گے اور جس طرح یہ خود کو بھول جاتے تھے گھر کو بھول جاتے تھے تیرے محبوب کا ذکر کرتے ہوئے۔ اے میرے اللہ ہم بھی تیرے محبوب پر جان فدا کریں گے، مال فدا کریں گا۔ یارب ہم تیرے محبوب پر تنقید نہیں کریں گے۔ بس رب تعالیٰ ہمیں ایک موقعہ اور دے دو لیکن رب تعالیٰ فرمائے گا کہ اب بہت دیر ہوگئی۔ جب میرا محبوب آیت پاک سنایا کرتا تھا تو اس وقت تمہارے دل سے نفاق نہ گیا تم میرے محبوب پر تنقید کرتے تھے۔ اس لئے اب جہنم کی آگ میں جلتے رہو۔

جس وقت ایک انسان شان رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ملحوظ خاطر رکھتا ہے تو اُسے کیا ملتا ہے اور اگر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان کو ملحوظ خاطر نہیں رکھتا تو اُس کا بگڑتا کیا ہے۔ ایک نصرانی نے کلمہ پڑھا۔ جس وقت اُس نے کلمہ پڑھا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس کو بہت عزت دی اور بہت نوازا۔ اس نے سورۃ آل عمران بھی لکھی اور سورۃ بقرہ بھی لکھی۔ مگر کچھ لوگوں کو عزت راس نہیں آتی کہنے لگا۔ جو میں لکھتا ہوں نبی ﷺ کو وہ ہی آتا ہے۔ یہ اُس نے یاد نا رکھا کہ لکھنے کا مقام کس نے دیا ہے اور لکھواتا کون ہے۔ کہنے لگا۔ جو میں لکھتا ہوں وہی نبی ﷺ آتا ہے۔ وہ عیسائی ہو کر مر گیا۔ عیسائیوں نے اُس کو دفن کیا۔ اور زمین نے اُگل کر باہر پھینک دیا۔ صبح جب عیسائیوں نے دیکھا تو وہ باہر پڑا تھا۔ کہنے لگے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ کر آیا ہے لہذا اُن کے صحابہ نے اِسے قبر سے باہر نکال دیا حالانکہ اُنہوں نے ایسا نہیں کیا تھا۔ عیسائیوں نے تین دن تک دفن کرتے رہے۔ جب صبح کو وہ

آتے تو مردہ باہر ہوتا۔ تیسری بار اُن کو یقین ہو گیا مُردہ گندہ ہے اس لیے زمین نے بھی اِس کو جگہ نہیں دی ہے۔ کیوں کہ اُس نے جو بکواس کی تھی کہ جو میں لکھتا ہوں وہی نبی ﷺ کو آتا ہے اس لیے زمین اُس کو اُگلتی رہی۔ (بخاری شریف باب علامات النبوۃ۔ حدیث نمبر 3348)

ایک اور حدیث مبارکہ

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بھی کسی بیمار کی عیادت کے لئے تشریف لے کر جاتے تو فرماتے لَا بَأْسَ طَهُوْرٌ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی ترجمہ:۔ کوئی حرج نہیں اس سے تو گناہ جھڑ جائیں گے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس بیمار کی بھی عیادت کرتے تو یہ جملہ بولتے تھے۔ طہور کا مطلب یہ ہے کہ یہ بیماری تمہارے گناہ جھاڑنے آئی ہے۔ اس سے بیمار کو حوصلہ مل جاتا اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لفظوں میں بڑی تاثیر تھی اور جس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے وہ شخص ٹھیک ہو جاتا تھا۔ ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک شخص کی عیادت کیلئے تشریف لے گئے وہ ایک بدو قیس بن ابی خازم تھا جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا لَا بَأْسَ طَهُوْرٌ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی اس سے سارے گناہ جھڑ جائیں گے۔ وہ بھی بڑا عجیب آدمی تھا اسے پتہ نہیں تھا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں کیسے بولنا ہے۔ وہ بدو بول پڑا هِيَ حُمّٰى تَفُوْرُ عَلٰى شَيْخٍ كَبِيْدٍ ترجمہ:۔ یہ تو بخار ہے جو جوش مار رہا ہے۔ بوڑھا مرنے کو تیار ہے تم کہتے ہو اس میں حرج کوئی نہیں ہے۔ میں مر رہا ہوں بخار جوش پر ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں (لَا بَأْسَ) کچھ بھی نہیں ہوگا۔ جب وہ یوں بولا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا (فَنِعْمَ اِذًا) ٹھیک ہے اگر ایسا ہے تو پھر ایسا ہی ہے۔ پھر کیا ہوا دوسرے دن اسی بخار سے وہ مر گیا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو فرما دیا تھا اگر وہ قبول کر لیتا کہ ٹھیک ہے

سرکار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو فرما دیا ہے لیکن اُس نے تنقید کر دی۔ وہ بخار سے تنگ تھا کہنے لگا بوڑھے کو قبر نظر آ رہی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہتے ہو کوئی حرج ہی نہیں ہے۔ کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے۔ شان رسالت کا جو تقاضا تھا وہ پیش نظر نہ رکھا تو اس کی فوراً گرفت ہو گئی۔

(بخاری شریف۔ حدیث نمبر 3347)

اے برادر! اگر ادب سے بولیں تو کیا ملے گا۔

یٰۤاَیُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ لَا یَحْطِمَنَّكُمْ سُلَیْمٰنُ وَ جُنُوْدُهٗ وَ هُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ

(سورۃ النمل آیت 18)

ترجمہ:۔ اے چیونٹیو! اپنی بلوں میں داخل ہو جاؤ کہیں ایسا نہ ہو کہ عدم توجہ کی وجہ سے حضرت سلیمان (علیہ السلام) اور اُن کے لشکر کے نیچے تم روندی جاؤ۔

اے برادر! اس آیت میں ذرہ غور کر کے دیکھ کہ اس چیونٹی کو یہ شان کیسے ملی۔ جب حضرت سلیمان علیہ السلام کا لشکر آ رہا تھا تو ایک چیونٹی دوسری چیونٹیوں سے کہنے لگی۔ اے چیونٹیو! اپنے بلوں میں داخل ہو جاؤ کہیں ایسا نہ ہو کہ عدم توجہ کی وجہ سے سلیمان اور اُن کے لشکر کے نیچے تم روندی جاؤ اس واسطے اپنے اپنے بلوں میں داخل ہو جاؤ۔

امام رازی فرماتے ہیں کہ رب تعالیٰ نے اُس چیونٹی کو دیگر چیونٹیوں کی ملکہ بنایا۔ اُس کو یہ مقام کیسے ملا کہتے ہیں کہ اُس چیونٹی نے ادب نبوی ظاہر کیا تھا۔ اُس نے عصمت پیغمبر کا عقیدہ بیان کیا۔ (وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ) کہنے لگیں چیونٹیو ویسے نہیں ہو سکتا کہ حضرت سلمان علیہ السلام جانتے ہوئے تم پر قدم رکھیں ایسا نہیں ہو گا ہاں بے خبری میں قافلہ ہے اور لشکر ہے ہو سکتا ہے کہ آپ کی اس طرف توجہ نہ ہو اور تم اُن کے قدموں کے نیچے آ جاؤ۔ اس لئے اپنی بلوں میں داخل ہو جاؤ۔

اپنی سوچ کا اُس چیونٹی نے اظہار کیا کہ اللہ کا نبی گنہگار نہیں ہوسکتا اور اللہ کا نبی ظالم نہیں ہوتا۔ رب تعالیٰ نے چیونٹی کی ستھری سوچ کو دیکھ کر اُس کو چیونٹیوں کی سردار بنا دیا۔

ایک اور جگہ قرآن پاک میں ہے۔ جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اور جادوگروں کا آپس میں مقابلہ ہو رہا تھا مگر جادوگروں کو کلمہ نصیب ہوگیا وہ کلمہ پڑھ گئے اس کا سبب کیا بنا۔ یہاں پر بھی امام رازی نے اپنی تفسیر میں صوفیاء کا قول لکھا اس کا سبب یہ بنا تھا کہ جس وقت آپس میں آمنے سامنے آئے تو جادوگروں سے ایک نیکی ہوگئی۔ نبی کا ادب ہوگیا۔ رب باری تعالیٰ کے نبی کا تھوڑا سا ادب کر بیٹھے اُس ادب نے اُن کا بیڑا پار کر دیا۔ حالانکہ وہ بد بخت اور مجرم تھے رب تعالیٰ کے دشمن فرعون کے مہمان تھے اور فرعون کو حق ثابت کرنا چاہتے تھے مگر بولتے وقت شان نبوت کا تھوڑا سا لحاظ کیا۔ کچھ رب تعالیٰ کے نبی کا ادب کر بیٹھے رب باری تعالیٰ نے اُن کو کلمہ کی توفیق عطا فرما دی۔ انہوں نے کہا تھا۔

یَا مُوْسٰی اِمَّا اَنْ تُلْقِیَ وَاِمَّا اَنْ نَّکُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِیْنَ (سورۃ الاعراف۔115)

ترجمہ:۔ اے موسیٰ مرضی تمہاری ہے یا تو آپ پھینکیں یا ہم پھینکتے ہیں۔

اس میں رب تعالیٰ کے نبی کا ذکر پہلے کیا۔ اے کلیم یا آپ اپنا عصا پہلے پھینکیں یا ہم رسیاں پھینکتے ہیں۔ اُن سے رب تعالیٰ کے نبی کا ادب ہوگیا۔

امام رازی فرماتے ہیں کہ رب تعالیٰ کے نبی کا نام جو انہوں نے پہلے ذکر کیا تھا اور یہ کہا کہ پہلی باری چاہو تم لے لو یا ہمیں دے دو۔ چونکہ اُنہوں نے پیشکش کر دی تھی اور رب تعالیٰ کے نبی کو مقدم کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کے دلوں کا کفر نکال کر اُن کو ایمان عطا فرما دیا۔ نبوت کے لحاظ سے یہ ادب ہے جو لوگ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ادب کرتے ہیں وہ خوش نصیب ہیں اور جو تنقید کرتے ہیں وہ نامراد ہیں اور منافق۔ اے برادر! مومن بن۔ آمین ثم آمین

حاضر و ناضر

جہاں تک ہماری نظر کام کرے وہاں تک ہم ناظر ہیں اور جس جگہ تک ہماری دسترس ہو کہ تصرف کرلیں وہاں تک ہم حاضر ہیں۔ آسمان تک ہماری نظر کام کرتی ہے وہاں تک ہم ناظر ہیں یعنی دیکھنے والے ہیں مگر وہاں ہم حاضر نہیں کیونکہ وہاں ہماری دسترس نہیں۔ جس حجرے یا گھر میں ہم موجود ہیں وہاں ہم حاضر ہیں کہ اس جگہ ہماری پہنچ ہے اور فرماتے ہیں کہ عالم میں حاضر و ناظر کے شرعی معنی یہ ہیں کہ قوت قدسیہ والا ایک ہی جگہ رہ کر تمام کی سیر کرے اور صدہا کوس پر حاجت مندوں کی حاجت روائی کرے۔ یہ رفتار خواہ صرف روحانی ہو یا جسم مثالی کے ساتھ ہو یا اسی جسم سے ہو جو قبر میں مدفون یا کسی جگہ موجود ہے۔ سب معنی کا جواب قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔

یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا ..... (پارہ:22۔آیت:45-46)

ترجمہ:۔ اے غیب کی خبریں بتانے والے بے شک ہم نے آپ کو بھیجا حاضر و ناظر اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا اور چمکا دینے والا آفتاب۔

اس آیت مبارکہ پر آٹھ طرح سے بحث ہو چکی ہے پیچھے آپ پڑھ کر آئیں ہیں۔ مختصر عرض کرتا ہوں۔ شاہد کے معنی گواہ بھی ہو سکتے ہیں اور حاضر و ناظر بھی۔ گواہ کو شاہد اس لیے کہتے ہیں کہ وہ موقعہ پر حاضر تھا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شاہد یا تو اس لئے فرمایا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں عالم غیب کی دیکھ کر گواہی دے رہیں ہیں۔ ورنہ سارے انبیاء گواہ تھے یا اس لئے کہ قیامت میں تمام انبیاء کی عینی گواہی دیں گے یہ گواہی بغیر دیکھے ہوئے نہیں ہوسکتی۔ اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مبشر اور نذیر اور داعی الی اللہ ہونا ہے کہ سارے پیغمبروں نے یہ کام کئے مگر سن کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھ کر۔ اس لئے معراج

صرف حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہوئی۔ سراج منیر (آفتاب) کہتے ہیں۔ وہ بھی عالم میں ہر جگہ ہوتا ہے گھر گھر موجود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ہر جگہ موجود ہیں۔ اس آیت کے ہر کلمہ سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حاضر و ناظر ہونا ثابت ہے۔

حاضر و ناظر کا یہ مفہوم جو اپنے دامن میں بڑی وسعتوں کے سمیٹے ہوئے ہے اس کو ہم دو اقسام میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ پہلا معنی رب باری تعالیٰ نے اپنا گواہ بنایا۔

یَآاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا

ترجمہ:۔ اے نبی ہم نے آپ کو گواہ بنایا ہے۔ حاضر و ناظر بنایا ہے۔

رب تعالیٰ نے کس کا گواہ بنایا ہے۔ یہ ذکر نہیں کیا پھر یہ قانون ہے۔

اَلْمُطْلَقُ یَجْرِیْ عَلٰی اِطْلَاقِہٖ ترجمہ:۔ جہاں مطلق لفظ ہو تو ہم اس کو مقید نہیں کر سکتے۔ وہ علی الاطلاق ہوگا۔ اے محبوب ہم نے آپ کو مطلقاً گواہ بنایا۔ اس کو بیان نہیں کیا۔

امام سلمی فرماتے ہیں پہلا معنی یہ ہوگا رب تعالیٰ فرماتے ہیں ہم نے تجھے اپنا گواہ بنایا ہے۔ ہم نے تجھے اپنے دربار کا حاضر ناظر بنایا ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ اے محبوب لوگ تجھ سے میرے بارے میں پوچھیں گے اور دنیا کو یہ تڑپ ہے کہ پتہ چلے رب تعالیٰ کیسا ہے۔ رب تعالیٰ کی ذات کیسی ہے، رب تعالیٰ کی صفات کیسی ہیں، رب تعالیٰ کا جمال کیسا ہے، رب تعالیٰ کا اختیار کیسا ہے۔ اے میرے محبوب ہم نے تجھے اپنا گواہ بنایا ہے یعنی جس نے میری رحمت دیکھنی ہو وہ تجھے دیکھ لے۔ جس نے میری قدرت دیکھنی ہو وہ تمہارے پاس جائے، جس نے میرا علم دیکھنا ہو وہ تم میں دیکھے، ہم نے تجھے اپنی ذات کا بھی گواہ بنایا ہے اور اپنی صفات کا بھی گواہ بنایا ہے۔

اے برادر! ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ میں رب تعالیٰ سے ملوں۔ رب تعالیٰ کو دیکھوں اور

اُس کے پاس جاؤں مگر سفر کہاں کرے، کس جانب جائے، کہاں بیٹھے اور کہاں جا کہ رب باری تعالیٰ کو ڈھونڈتے۔ کسی ایک طرف رب تعالیٰ کو کیسے تلاش کرے گا۔ اگر کوئی مغرب کی طرف جارہا ہے تو کیا شمال کی طرف رب باری تعالیٰ نہیں ہے۔ اگر کوئی اوپر کی طرف جارہا ہے تو کیا زمین پر رب باری تعالیٰ کے جلوے نہیں ہیں۔

بحر و بر میں خشک و تر میں ہیں تیرے جلوے عیاں
ہر جگہ رہتا ہے لیکن پھر بھی ہے تو لامکاں

ہر شخص رب تعالیٰ کو پانا چاہتا تھا اُس کو ڈھونڈنا چاہتا تھا مگر بڑی مشکل تھی کہ کس طرف جائیں۔ لہٰذا دیکھیں تو کیسے دیکھیں، پھر دیکھنے کے لئے ایک دوسرے کا آمنے سامنے ہونا ضروری ہے۔ یہ ساری چیزیں لوگوں کے لئے الجھنیں تھیں۔ اس لئے رب تعالیٰ نے فرمایا! میرے محبوب ہم نے تجھے سب سے بڑے مقصد کے لئے بھیجا ہے۔ جس نے میری گواہی لینی ہو، میں نے تجھے گواہ بنادیا ہے۔ مجھے کوئی دیکھ نہیں سکتا تو نہ دیکھے اس لئے کہ اُس میں مجھے دیکھنے کی طاقت نہیں ہے۔ ہم نے تجھے اپنا گواہ بنایا ہے۔ لوگوں کا کام تمہارے پاس آنا ہے اور تمہارا کام انہیں میرے تک پہنچانا ہے۔ اس لئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رب تعالیٰ کے دربار کے حاضر ہیں اور ساتھ ناظر بھی ہیں اس لئے تو رب تعالیٰ آپ سرکار دو عالم کو دیکھ کر مسکراتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس وقت دعا مانگی اور میری طرف دیکھ کر مسکرائے تو میں نے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باتیں رب تعالیٰ سے کرتے ہیں اور مسکراتے میری طرف دیکھ کر ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ میں اس لئے مسکرا رہا ہوں کہ میرا رب باری تعالیٰ مسکرایا ہے۔ (کنز العمال۔ حدیث نمبر

اس سے ثابت ہوا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرش پہ چلتے ہوئے بھی رب تعالیٰ کے جلوے دیکھتے ہیں اور ناظر ہیں۔ اس واسطے رب باری تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے تجھے اپنا گواہ بنایا ہے اور جس نے بھی یہ دیکھنا ہوا کہ میری رحمت کتنی ہے، میرا فضل کتنا ہے، جس نے یہ دیکھنا ہو کہ میری طرف سے انعامات کتنے ہیں اور جس نے دیکھنا ہو کہ میرے اختیارات کتنے ہیں میری قدرت کتنی ہے۔ اے میرے محبوب وہ تمہارے پاس آئے جب وہ تمہاری رحمت دیکھے گا اُسے میری رحمت کا نظارہ ملے گا۔ جو تمہارا علم دیکھے گا اُسے میرے علم کی طرف اشارہ ملے گا۔ جس وقت تمہارا جمال دیکھے گا۔ (اَنَا مِرْاٰۃُ جَمَالِ الْحَقِّ) تمہارے چمکتے چہرے سے اُس کو میرا جلوہ نظر آئے گا تو یہ سب سے بڑے گواہ کا کردار پورا ہو جائے گا۔ لہٰذا یہ پہلا معنی ہے کہ ہم نے آپ کو گواہ بنایا ہے۔

جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلا شک وشبہ رب تعالیٰ کے گواہ ہیں اس لئے کہ رب تعالیٰ نے اپنی ذات پاک کو دیکھنے کے لئے ایک وسیلہ پیدا فرمایا۔ اُس کو ہزاروں کروڑوں سال اپنی آغوش میں لئے رکھا اور رب تعالیٰ نے ساری کائنات کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دروازہ دکھایا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بغیر تم مجھے نہیں پاسکو گے۔ اسی لئے تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود فرماتے ہیں۔

وَاَعْلَمُکُمْ بِاللّٰہِ اَنَا (بخاری شریف۔ 7) جتنا مجھے رب تعالیٰ کا پتہ ہے اتنا کسی کو نہیں ہے۔ میں تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو جاننے والا ہوں۔

اے برادر! یہ بالکل حقیقت ہے کہ جس چیز کے بارے میں گواہی دینی ہے گواہ کو اس کا پتہ نہ ہو تو پھر گواہی کا حق پورا نہیں ہو سکے گا اور گواہی کا پورا فائدہ نہیں ہو سکے گا۔ اس لئے رب تعالیٰ نے اپنی ذات اور صفات اور قدرت کے مناظر اپنے محبوب علیہ السلام کو دکھائے ہیں۔ تا کہ

کوئی ایسا نہ رہے جو قیامت کے دن یہ بہانہ کرے کہ یا اللہ تیرے گواہ کے پاس گیا تو تھا مگر اُس نے مجھے تیرا پورا تعارف نہیں کروایا۔ اس لئے رب باری تعالیٰ نے گواہ کو یعنی اپنے محبوب کو سب کچھ دکھا دیا تا کہ جو بھی آئے گواہ اُس کو مطمئن کرتا جائے۔ اس لئے تو حضور نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں جتنا مجھے رب کا پتہ ہے اتنا کسی کو نہیں ہے۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ

(پارہ۔2۔آیت143)

ترجمہ:۔ اور بات یونہی ہے کہ ہم نے آپ کو سب امتوں میں افضل کیا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور یہ رسول تمہارے نگہبان اور گواہ ہیں۔

اس آیت کریمہ میں بظاہر امت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف فرمائی جارہی ہے لیکن ظاہر کہ امت کو جو کچھ بھی عزت ملی وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی سے ملی۔ اس آیت کے چند مطلب ہیں۔ ایک تو یہ کہ قیامت کے دن دوسرے انبیاء کرام کی امتیں بارگاہ الٰہی میں عرض کریں گی۔ کہ یا رب تعالیٰ تیرا کوئی پیغمبر ہم تک نہیں پہنچا اور نہ کسی نے تیرے احکام ہم تک پہنچائے ہیں۔ وہ انبیاء کرام عرض کریں گے کہ یا رب تعالیٰ یہ جھوٹے ہیں ہم نے تیرے سارے احکام ان کو سنائے اور بتائے مگر یہ ایمان نہ لائے۔ انبیائے کرام کو حکم الٰہی ہوگا کہ آپ اپنے دعویٰ پر کوئی گواہ لائیں۔ وہ حضور نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کو اپنی گواہی میں پیش کریں گے۔ یہ امت گواہی دے گی کہ یا رب باری تعالیٰ تیرے پیغمبر سچے ہیں اور کفار جھوٹے ہیں اور یا رب تعالیٰ واقعی ان حضرات انبیاء نے تبلیغ فرمائی تھی۔ اس پر کفار اعتراض کریں گے کہ تم تو ہمارے زمانہ میں موجود نہ تھے تم تو سینکڑوں برس کے بعد پیدا ہوئے بغیر دیکھے بھالے گواہی کس طرح دے رہے ہو۔ مسلمان رب باری تعالیٰ کی بارگاہ عرض کریں

گے کہ ہم نے دیکھنے والے سے سنا ہے یعنی اپنے پیغمبر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے اور مسلمانوں کی تصدیق فرمانے کے لئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائیں گے اور عرض کریں گے کہ یارب تعالیٰ ہم نے واقعی اپنی اُمت سے فرمایا تھا کہ گزشتہ پیغمبروں نے اپنی اپنی قوم کو تبلیغ فرمائی تھی۔اس گواہی پر انبیاء کرام کے حق میں فیصلہ ہو جائے گا۔

اے پیارے! اس آیت سے چند فائدے حاصل ہوئے کہ ایک تو یہ کہ یہ امت یعنی مسلمان سارے پیغمبروں کی گواہ ہے اور مدعی گواہ سے بہت محبت کرتا ہے۔جس سے معلوم ہوا کہ تمام پیغمبروں کو یہ امت محبوب ہے۔دوسرے یہ کہ میری امت والے قابل گواہ ہیں۔دوسرے یہ کے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اگلے اور پچھلوں کے حالات کو خود اپنی آنکھ سے دیکھا ہے ورنہ سنی ہوئی شہادت تو مسلمان دے چکے تھے۔اگر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کے حالات کو خود چشم حق بین سے دیکھا نہ تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گواہی پر جرح کیوں نہ ہوئی؟ جیسا کہ امت کی گواہی پر جرح ہوئی تھی معلوم ہوا کے یہ گواہی دیکھی ہوئی تھی اور یہاں پر ضرورت تھی کہ دیکھنے والا اپنی گواہی جو دیکھی ہوئی ہے وہ دے۔اس لئے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معراج ہوئی تا کہ جنت و دوزخ رب تعالیٰ کی ذات وصفات کی سب تو گواہی دیں سنی ہوئی اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گواہی ہو دیکھی ہوئی اور تیسرے یہ کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت کے حالات ہر آدمی کے کام سے ہر وقت واقف ہیں کیونکہ بارگاہ الٰہی میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دو گواہیاں ہوں گی۔ ایک تو یہ کہ امت محمدی ٹھیک کہہ رہی ہے دوسرے یہ کہ یہ لوگ گواہی کے قابل ہیں۔فاسق وفاجر بدکار وغیرہ نہیں ہیں۔(بدکار کی گواہی شرعاً قبول نہیں ہوتی) ورنہ (عَلَمَكُمْ) کا قاعدہ علمی نہیں بنتا۔(عَلَمِیْ) اس لئے فرمایا گیا کہ یہاں (شَهِيْد) میں رقیب کے معنی شامل ہیں۔لہٰذا حضور

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس کے ایمان کی گواہی دے دی وہ واقعی جنتی ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایمان قطعی ہے کہ اس کی گواہی رب تعالیٰ کے گواہ نے دے دی۔ اس کا منکر رب کا منکر ہے۔ اس آیت مقدسہ سے حضور نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حاضر وناظر ہونا ثابت ہوا۔

لَقَدْ جَآءَ کُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ ... (پارہ 11۔ آیت 128)

ترجمہ:۔ بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے۔

اس آیت سے تین طرح حضور نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حاضر و ناظر ہونا ثابت ہوتا ہے۔ ایک یہ کہ (جَـآءَ کُـمْ) میں قیامت تک کے مسلمانوں سے خطاب ہے کہ تم سب کے پاس حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے جس سے معلوم ہوا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر مسلمان کے پاس ہیں اور مسلمان تو کرہ ارض میں ہر جگہ موجود ہیں تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ہر جگہ موجود ہیں۔ اور دوسرا یہ کہ فرمایا گیا (مِنْ اَنْـفُسِکُمْ) تمہارے نفسوں میں سے ہیں یعنی ان کا آنا تم میں ایسا ہے جیسے جان کا قلب میں آنا ہے کہ قلب کی رگ رگ اور رونگٹے رونگٹے میں موجود اور ہر ایک سے خبردار رہتی ہے۔ ایسے ہی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر مسلمان کے ہر قول وفعل سے خبردار ہیں۔ اگر اس آیت کے صرف یہ معنی ہوتے کہ وہ تم میں سے ایک انسان ہیں تو (مِـنْـکُمْ) کافی تھا (مِـنْ اَنْـفُسِکُمْ) کیوں ارشاد ہوا؟ تیسرے یہ کہ فرمایا گیا عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ ان پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ ہماری راحت وتکلیف کی ہر وقت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر ہے تب ہی تو ہماری تکلیف سے قلب مبارک کو تکلیف ہوتی ہے ورنہ اگر ہماری خبر نہ

ہوتو تکلیف کیسی؟

اے برادر! یہ کلمہ بھی حقیقت میں اَنْفُسِكُمْ کا بیان ہے کہ جس طرح جسم کے کسی عضو کو دکھ ہو تو روح کو تکلیف ہوتی ہے اور اسی طرح تم کو دکھ درد ہو تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف ہوتی ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (پارہ 17۔ آیت 107) ترجمہ:۔ اور ہم نے آپ کو نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لیے۔

ایک اور جگہ فرمایا۔ وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ (پارہ 9۔ آیت 156)

ترجمہ:۔ اور میری رحمت ہر چیز کو گھیرے ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام جہانوں کے لئے رحمت ہیں اور رحمت تمام جہانوں کو محیط ہے اور خیال رہے کہ رب تعالیٰ کی شان ہے رب العالمین اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان ہے رحمۃ للعالمین۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس جس کا رب تعالیٰ رب ہے اس اس کے لئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رحمت ہیں۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ (پارہ 9۔ آیت 33) ترجمہ:۔ اور اللہ کا کام نہیں کہ انہیں عذاب کرے جب تک اے محبوب آپ ان میں تشریف فرما ہو۔

یعنی عذاب الٰہی اس لئے نہیں آتا کہ ان میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیامت تک ہر جگہ موجود ہیں۔

روح البیان میں ہے کہ ہر سعید کے ساتھ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح مبارک رہتی ہے اور یہی رقیب عتید سے مراد ہے اور جس وقت روح محمدی ﷺ کی توجہ دائمی حضرت آدمی سے ہٹ گئی تب ان سے نسیان اور اس کے نتائج ہوئے۔ جیسے خطا پر حضرت آدم کا جنت سے علیحدہ ہونا۔ ایک حدیث مبارکہ میں ہے کہ جب زانی زنا کرتا ہے تو اس سے ایمان نکل

جاتا ہے۔ روح البیان میں اسی جگہ ہے کہ ایمان سے مراد توجہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے یعنی جو مومن کوئی اچھا کام کرتا ہے تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توجہ کی برکت سے کرتا ہے اور جو گناہ کرتا ہے وہ ان کی بے توجہی کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اس سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حاضر و ناظر ہونا بخوبی ثابت ہوا۔ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قصیدہ نعمان میں فرماتے ہیں۔

وَاِذَا سَمِعْتُ فَعَنْکَ قَوْلاً طَیِّبًا   وَاِذَا نَظَرْتُ فَلَا اَرٰی اِلَّاکَ

جب میں سنتا ہوں تو آپ ہی کا ذکر سنتا ہوں اور جب دیکھتا ہوں تو آپکے سوا کچھ نظر نہیں آتا

حضور قبلہ پیر سیّد چراغ النبی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''ایمان کی پہچان'' میں ان منافقوں اور منکروں کو ان ہی کی کتابوں سے جو ثبوت پیش کیے ہیں اُن کے علاوہ جو آپؒ نے بیان کیے اور جو ان کی کتابوں میں ہیں وہ پیش خدمت ہیں۔

تحریر الناس صفحہ 10 میں مولوی قاسم صاحب بانی مدرسہ دیوبند لکھتے ہیں کہ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِھِمْ (پارہ21۔آیت6) کو بعد لحاظ صلہ مِنْ اَنْفُسِھِمْ کے دیکھے تو یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی امت کے ساتھ وہ قرب ہے جو ان کی جانوں کو بھی ان کے ساتھ حاصل نہیں کیونکہ اولیٰ بمعنی اقرب ہے۔ ترجمہ صراط مستقیم، مصنف مولوی اسماعیل دہلوی صفحہ 13 میں چوتھی ہدایت جب عشق کے بیان میں کوئلے اور آگ کی مثال دے کر کہتے ہیں کہ اس طرح جب اس طالب کے نفس کامل کو رحمانی کوشش اور جذب کی موجیں احادیث کے دریاؤں کی تہہ میں کھینچ کر لے جاتی ہیں تو اَنَا الْحَق اور لَیْسَ فِیْ جُبَّتِیْ سِوَی اللّٰہ کا آوازہ اس سے صادر ہونے لگتا ہے اور یہ حدیث قدسی کُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِهٖ وَیَدَهُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِهَا

ایک اور روایت کی رو سے لِسَانَهُ الَّذِیْ یَتَکَلَّمُ بِهٖ اسی حالت کی حکایت ہے۔اس عبارت میں صاف اقرار ہے کہ جب انسان فنا فی اللّٰہ ہو جاتا ہے تو خدائی طاقت سے دیکھتا، سنتا اور چھوتا اور بولتا ہے یعنی عالم کی ہر چیز کو دیکھتا ہے ہر دور و نزدیک کی چیزوں کو پکڑتا ہے یہ ہی حاضر و ناظر کے معنی ہیں۔اور جب ایک معمولی انسان فنافی اللہ ہو کر اس درجہ تک پہنچ جاتا ہے تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر فنافی اللہ کون ہو سکتا ہے تو بدرجہ ''اولیٰ'' حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حاضر و ناظر ہوئے۔

امدادالسلوک صفحہ 10 میں مولوی رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں کہ

ہم مرید بیقین داند کہ روح شیخ مقید بیک مکان نیست پس ہر جا کہ مرید باشد قریب یا بعید اگر چہ از شیخ دور است اما روحانیت اور دور نیست چوں ایں امر محکم دارو ہر وقت شیخ دا بیان دوار رود و ربط قلب پیدا آید و ہر دم مستفید بور شیخ رالقلب حاضر آوردہ بلسان حال سواں کند البتہ روح شیخ باذن اللہ تعالیٰ القاء خواہد کرد مگر ربط تام شرط است و بسبب ربط قلب شیخ رالسان قلب ناطق می شود و بسوئے حق تعالیٰ راہ ے کشائند و حق تعالیٰ اورا محدث می کند۔

ترجمہ:۔ مرید یہ بھی یقین سے جانے کہ شیخ کی روح ایک جگہ قید نہیں ہے۔مرشد جہاں بھی ہو دور ہو یا نزدیک اگر چہ پیر کے جسم سے دور ہے لیکن پیر کی روحانیت دور نہیں جب یہ بات پختہ ہوگئی تو ہر وقت پیر کی یاد رکھے اور دلی تعلق اس سے ظاہر ہو اور ہر وقت اس سے فائدہ لیتا رہے مرید واقعہ جات میں پیر کا محتاج ہوتا ہے شیخ کو دل میں حاضر کر کے زبان حال سے اس سے مانگے پیر کی روح اللہ کے حکم سے ضرور القا کرے گی۔مگر پورا تعلق شرط ہے اور شیخ سے اسی تعلق کی وجہ سے دل کی زبان گویائی ہو جاتی ہے اور حق تعالیٰ کی طرف راہ کھل جاتی ہے اور حق تعالیٰ اس کو صاحب الہام کر دیتا ہے۔

اس عبارت میں حسب ذیل فائدے ہیں۔ 1- پیر کا مریدوں کے پاس حاضر وناظر ہونا۔ 2- مرید کا تصور شیخ میں رہنا۔ 3- پیر کا حاجت روا ہونا۔ 4- مرید اپنے پیر سے مانگے۔ 5- پیر مرید کو القا کرتا رہے۔ 6- پیر مرید کا دل جاری کر دیتا ہے۔

اے برادر! جب پیر میں یہ طاقتیں ہیں تو جو ملائکہ اور جن وانس کے شیخ الشیوخ ہیں اور کل عالم کے لئے رحمت ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں یہ چھ صفات ماننا کیوں شرک ہے؟ اس عبارت نے تو مخالفین اور منکرین کے سارے مذہب پر پانی ہی پھیر دیا۔

حفظ الایمان صفحہ 7 میں مولوی اشرف علی تھانوی صاحب لکھتے ہیں کہ ابو یزید سے پوچھا گیا کہ تہہ زمین کی نسبت۔ تو آپ نے فرمایا یہ کوئی کمال کی چیز نہیں، ابلیس ہی کو دیکھ لو مشرق سے مغرب تک ایک لحظہ میں قطع کر جاتا ہے۔

اے برادر! اس عبارت میں صاف اقرار ہے کہ آناً فاناً مشرق سے مغرب تک پہنچ جانا اہل اللہ کو تو کیا کفار وشیاطین سے بھی ممکن ہے بلکہ ہوتا رہتا ہے اور یہ حاضر وناظر کے معنی ہیں اور ان عبارات سے حضور نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حاضر وناظر ہونا بخوبی واضح ہے۔

اہل اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات جامع کمالات ہے یعنی جس قدر کمالات دیگر انبیاء کرام یا آئندہ اولیاء عظام یا کسی مخلوق کو مل چکے یا ملیں گے وہ سب بلکہ ان سے بھی زیادہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرما دیئے گئے۔ بلکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ سے ان سب کو ملے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے کہ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ ط (پارہ 7۔ آیت 90) آپ ان سب کی راہ چلو۔ اس کی تفسیر روح البیان میں ہے۔ فَجَمَعَ اللّٰهُ كُلَّ خَصْلَةٍ فِيْ حَبِيْبِهٖ عَلَيْهِ السَّلَام

ترجمہ:۔ اللہ نے ہر نبی کی خصلت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمائی۔

مولوی محمد قاسم صاحب ''تحذیر الناس'' صفحہ 29 میں لکھتے ہیں کہ انبیاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لے کرامتوں کو پہنچاتے ہیں۔غرضیکہ اور انبیاء میں جو کچھ ہے وہ ظل اور عکس محمدی ہے۔

اے برادر! اس قاعدے پر بہت سے دلائل قرآن واحادیث سے پیش کئے جاسکتے ہیں مگر چونکہ مخالفین اس کو مانتے ہیں۔اس لئے اس پر زیادہ زور دینے کی ضرورت نہیں تو پہلا قاعدہ یہ مسلّم ہے کہ جو صفت کمال کسی مخلوق کو ملی وہ تمام اعلیٰ وجہ الکمال حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا ہوئی۔اب ہم بتاتے ہیں کہ حاضر وناظر ہونا عطا کیا گیا ماننا پڑے گا کہ یہ صفت بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا ہوئی اور حاضر وناظر ہونا کس کس مخلوق کو عطا ہوا۔

جیسا کہ ابتدا میں بیان ہے کہ ایک جگہ رہ کر تمام عالم کو مثل کف دست کے دیکھنا،ایک آن میں عالم کی سیر کر لینا اور صدہا کوس پر کسی کی مدد کر دینا اس جسم یا جسم مثالی کا متعدد جگہ موجود ہو جانا۔یہ صفات بہت سی مخلوقات کو ملی ہیں۔یہ حاضر وناظر ہونے کے تین معنی ہیں۔

1- روح البیان،خازن اور تفسیر کبیر میں ہے

حَتّٰی اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا (پارہ 7۔آیت 61)

ترجمہ:۔ یہاں تک کہ آئے تم میں سے کسی کو موت تو وفات دیتے ہیں اس کو ہمارے رسول۔

اسی آیت کے تحت ہے کہ

جُعِلَتِ الْاَرْضُ لِمَلَكِ الْمَوْتِ مِثْلَ الطَّشْتِ يَتَنَاوَلُ مِنْ حَيْثُ شَآءَ

یعنی ملک الموت کے لئے ساری زمین طشت کی طرح کردی گئی ہے کہ جہاں سے چاہیں لے لیں

اسی طرح روح البیان میں اسی جگہ ہے کہ

لَیْسَ عَلٰی مَلَکِ الْمَوْتِ صَعُوْبَۃٌ قَبْضِ الْاَرْوَاحِ وَاِنْ کَثُرَتْ وَکَانَتْ فِیْ اَمْکِنَۃٍ مُتَعَدَّدَۃٍ

ملک الموت پر روحیں قبض کرنے میں کوئی دشواری نہیں اگر چہ روحیں زیادہ ہوں اور مختلف جگہ ہوں تفسیر خازن میں اسی آیت کے ماتحت ہے کہ

مَامِنْ اَھْلِ بَیْتِ شَعْرٍ وَّلَا مَدَرٍ اِلَّا مَلَکُ الْمَوْتِ یُطِیْفُ بِھِمْ یَوْمًا مَرَّتَیْنِ

کوئی خیمہ اور مکان والے نہیں مگر ملک الموت ہر روز ان کے پاس دو بار جاتے ہیں۔

اے برادر! مشکوٰۃ باب فصل الاذان میں ہے کہ جب اذان اور تکبیر ہوتی ہے تو شیطان 36 میل دور بھاگ جاتا ہے پھر جہاں یہ ختم ہوئی اذان تو پھر موجود ہوتا ہے اس کی رفتار کا یہ عالم ہے۔

جب ہم سوتے ہیں تو ہماری روح جسم سے نکل کر عالم کی سیر کرتی ہے۔ جسے روح سیرانی کہتے ہیں جس کا ثبوت قرآن پاک میں ہے کہ وَیُمْسِکُ اُخْریٰ اور جہاں کسی نے جسم کے پاس کھڑے ہو کر اس کو اٹھایا وہ ہی روح جو ابھی مکہ معظّمہ یا مدینہ شریف میں تھی آناً فاناً جسم میں آکر داخل ہوگئی اور آدمی بیدار ہوگیا۔ روح البیان میں زیر آیت وَھُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰکُمْ بِالَّیْلِ (پارہ 7۔ آیت 60) کے تحت ہے کہ فَاِذَا انْتَبَہَ مِنَ النَّوْمِ عَادَتِ الرُّوْحُ اِلٰی جَسَدِہٖ بِاَسْرَعَ مِنْ لَّحْظَۃٍ یعنی جب انسان نیند سے بیدار ہوتا ہے تو روح جسم میں ایک لحظ سے کم میں لوٹ آتی ہے۔

اے برادر! ہمارا نور نظر آن کی آن میں آسمانوں پر جا کر زمین پر لوٹ آتا ہے اور ہمارا خیال آن واحد میں تمام عالم کی سیر کر لیتا ہے۔ دوستوں اور تو اور بجلی جو گرڈ اسٹیشن سے آتی ہے تو آدھے سیکنڈ میں زمین کے قطر کو طے کر لیتی ہے اور حضرت جبرائیل کی رفتار کا یہ عالم ہے کہ

حضرت یوسف علیہ السلام جب آدھے کنویں سے نیچے چلے اور ادھر سے حضرت جبرائیل علیہ السلام سدرہ سے چلے ابھی حضرت یوسف علیہ السلام کنویں کی تہہ کو نہ پہنچے تھے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام سدرہ سے وہاں پہنچ گئے۔ دیکھو تفسیر روح البیان زیر آیت **یَجۡعَلُوۡهُ فِیۡ غَیٰبَتِ الۡجُبِّ** (پارہ 12۔ آیت 15) حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے حلق حضرت اسماعیل علیہ السلام پر چھری چلائی ابھی چھری روانی ہوئی تھی کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام سدرہ سے بمعہ دنبہ حضرت خلیل اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور حضرت سلیمان کے وزیر آصف بن برخیا نے ایک پلک جھپکنے سے پہلے بلقیس کا تخت یمن سے لاکر شام میں حضرت سلیمان کی خدمت میں حاضر کر دیا۔ جس کا ثبوت قرآن پاک میں ہے کہ **اَنَا اٰتِیۡکَ بِهٖ قَبۡلَ اَنۡ یَّرۡتَدَّ اِلَیۡکَ طَرۡفُکَ** (پارہ 19۔ آیت 40) اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ وزیر آصف بن برخیا کو یہ بھی خبر تھی کہ تخت کہا ہے اور یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ پلک جھپکنے سے پہلے یمن گئے بھی اور لوٹ کر بھی آئے اور اتنا وزنی تخت لے آئے۔ جس تخت کا وزن ٹنوں کے حساب سے تھا وہ اس کو لے آئے۔

اے برادر! معراج کی شب میں سارے انبیاء کرام نے بیت المقدس میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے نماز ادا کی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم براق پر تشریف لے گئے اور براق کی رفتار کا یہ عالم تھا کہ حد نظر اس کا ایک قدم پڑتا تھا مگر رفتار انبیاء کرام کا یہ عالم تھا کہ ابھی بیت المقدس میں مقتدی تھے اور ابھی مختلف آسمانوں پر پہنچ گئے۔ حضور نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ ہم نے فلاں آسمان پر فلاں پیغمبر سے ملاقات کی اور فلاں آسمان پر فلاں پیغمبر سے ملاقات کی۔ اے دوستو! اس سے معلوم ہوا کہ براق کی یہ برق رفتاری خراماں تھی دولہا گھوڑے پر سوار ہو کر خراماں ہی جایا کرتے ہیں اور انبیاء کرام کی خدمت گزاری کا وقت تھا۔ ابھی بیت المقدس میں اور ابھی افلاک پر پہنچ گئے کہ استقبال کل عالم کے

دولہا کا کرنا تھا۔

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے اشعۃ اللمعات آخری باب زیارۃ القبور میں فرمایا کہ پنجشنبہ کے دن مردوں کی روحیں اپنے خویش واقارب کے یہاں جا کران سے ایصال ثواب کی تمنا کرتی ہیں اب اگر کسی میت یعنی مردے کے خویش واقربا دوسرے ملک میں بھی رہتے ہوں تو روحیں وہاں ہی پہنچیں گی۔

اے برادر! اس گفتگو سے بخوبی معلوم ہوگیا کہ سارے عالم پر نگاہ رکھنا ہر جگہ کی آناً فاناً سیر کر لینا ایک وقت میں چند جگہ پایا جانا یہ وہ صفات ہیں کہ رب تعالیٰ نے اپنے بندوں کو عطا فرمائی ہیں۔اس سے دو باتیں سمجھ میں آتی ہیں کہ ایک تو یہ کہ کسی بندے کو ہر جگہ حاضر وناظر ماننا شرک نہیں ہے۔شرک اسے کہتے ہیں کہ رب باری تعالیٰ کی ذات وصفات میں کسی اور کو شریک ماننا ہے اور یہاں یہ بات نہیں ہے اور دوسرا یہ کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خدام میں ہر جگہ رہنے کی طاقت ہے تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تو بدرجہ اولیٰ یہ صفت ہے۔

چند احادیث مبارکہ بیان کی جاتی ہیں جس سے اچھی طرح حاضر وناظر کو سمجھنے میں مدد ملے گی۔

ایک شب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھبرائے ہوئے بیدار ہوئے فرماتے ہیں کہ سبحان اللہ اس رات میں کس قدر خزانے اور کس قدر فتنے اتارے گئے ہیں۔ (مشکوٰۃ)

اس سے معلوم ہوا کہ آئندہ ہونے والے فتنوں کو بچشم ملاحظہ فرما رہے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زید اور جعفر اور ابن رواحہ کی خبر موت آنے سے پہلے لوگوں کو خبر موت دے دی۔فرمایا کہ اب جھنڈا حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لے لیا اور وہ شہید ہو گئے پھر جھنڈا حضرت جعفر

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لے لیا اور وہ شہید ہو گئے اب جھنڈا ابن رواحہ نے لے لیا اور وہ شہید ہو گئے۔ یہاں تک کہ جھنڈا اللہ کی تلوار خالد بن ولید نے لے لیا تا آنکہ رب تعالیٰ نے اُن کو فتح دے دی اور جھنڈا اُن کے ہاتھ میں ہی رہا۔ (مشکوٰۃ۔باب المعجزات)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ظہر کی جماعت کرا رہے تھے۔ آخری صف میں کسی نے غلطی کی۔ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلام پھیرا تو اُس شخص کو نام لیکر بلایا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا **هَلْ تَرَوْنَ قِبْلَتِیْ هٰهُنَا** یعنی کیا تمہیں یہ عقیدہ دیا گیا ہے کہ جب میں آگے دیکھوں تو میں صرف آگے ہی دیکھتا ہوں مجھے پیچھے نظر نہیں آتا۔ اے صحابہ غور سے سن لو۔ **فَوَاللّٰہِ مَا یَخْفٰی عَلَیَّ خُشُوْعُکُمْ وَلَا رُکُوْعُکُمْ** خدا کی قسم ہے میں آگے دیکھوں تو پھر بھی تمہارے خشوع اور تمہارے رکوع میرے سامنے ہوتے ہیں۔ تمہارا خشوع مجھ سے چھپا نہیں ہوتا تمہارا رکوع چھپا ہوا نہیں ہوتا۔

اے برادر! حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قسم کے ساتھ فرمایا اگر قسم کے بغیر کہیں تو پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جملہ چٹانوں پر نقش ہوتا ہے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قسم اُٹھا کر کہا (واللہ) مجھے خدا کی قسم ہے کہ آنکھیں میری آگے ہوتی ہیں لیکن ایسے وقت بھی تم مجھ سے پوشیدہ نہیں ہوتے میں تمہارا رکوع بھی دیکھتا ہوں اور خشوع بھی دیکھتا ہوں۔ ساتھ ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرما دیا **اِنِّیْ لَاَرٰکُمْ مِنْ وَّرَاءِ ظَهْرِیْ** میں تمہیں اپنی پشت کے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔ (بخاری شریف۔ص:59)

اے برادر! اس بات کو پوری طرح سمجھنے کیلئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان بھی سامنے رکھیے جو بخاری شریف جلد نمبر 1 صفحہ 179 پر موجود ہے۔

وَاِنِّیْ وَاللّٰہِ لَاَنْظُرُ اِلٰی حَوْضِیْ اَلْآنَ ترجمہ:۔ میرا جو حوض کوثر ہے میں اُس کی طرف دیکھ رہا ہوں۔

اے برادر! انظر مضارع کا صیغہ ہے۔اب میرا حوض میری آنکھوں کے سامنے ہے۔ میں اپنے حوض کو دیکھ رہا ہوں۔بڑی قابل غور بات ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھے زمین پر ہیں اور حوض کوثر جنت کا حوض ہے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سات آسمانوں کے پار کی چیز کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قسم اُٹھا کر کہا(وَاللّٰہِ لَاَنْظُرُ) خدا کی قسم اب دیکھ رہا ہوں،مشاہدہ میرا جاری ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیکھتے اس انداز میں ہیں کہ

سر عرش پہ تیری گزر دل فرش پہ ہے تیری نظر
ملکوت وملک میں کوئی شئے نہیں وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی چشم حق بین سے آئندہ کے واقعات اور دور وقریب کے حالات اور حوض کوثر جنت و دوزخ وغیرہ کو ملاحظہ فرماتے ہیں۔حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلاموں کو بھی رب تعالیٰ یہ قدرت وعلم عطا فرماتا ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فقہ اکبر اور علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے جامع کبیر میں حارث ابن نعمان اور حارثہ ابن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ ایک بار میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو سرکار نے مجھ سے سوال فرمایا کہ اے حارث تم نے کس حال میں دن پایا میں نے عرض کیا کہ سچا مومن ہو کر۔حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے ایمان کی کیا حقیقت ہے۔میں نے عرض کی میں گویا عرش الٰہی کو ظاہر دیکھ رہا ہوں اور گویا جنتیوں کو ایک دوسرے سے جنت میں ملتے ہوئے اور

دوزخیوں کو دوزخ میں شور مچاتے ہوئے دیکھتا ہوں۔

اس حدیث مبارکہ کو مولانا روم نے مثنوی میں بھی بیان فرمایا ہے کہ

گفت پیغمبر صبح زید را ــــــ کیف اصبحت اے رفیق باصفا
گفت تشنہ بودہ ام من دوزہا ــــــ شب نخفتستم زعشق وسوزہا
گفت خلقاں چوں بہ بینند آسماں ــــــ من ببینم عرش رابا عرشیاں
ہشت جنت ہفت دوزخ پیش من ــــــ ہست پیدا ہمچو بت پیش شمن
کہ بہشتی کیست و بیگانہ کے ست ــــــ پیش من پیدا چوما روماہی ست
یارسول اللہ بگویم سرّ حشر ــــــ دوجہاں پیدا کنم امروز نشر
وانما یم حوض کوثر راجوش ــــــ کاب برروزاں زند بانگش بگوش
ہیں بگویم یا فروبندم نفس ــــــ لب گزیدش مصطفٰی یعنی کہ بس

ترجمہ:۔ ایک صبح حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زیدؓ سے فرمایا کہ اے میرے پیارے رفیق آج رات کیسی گزری؟ عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنوں کو (روزہ سے) پیاسا رہا ہوں اور راتوں کو سوزِعشق کی آگ میں جلتا رہا اور جاگتا رہا۔ (زیدؓ نے) کہا جب لوگ آسمان کو دیکھتے ہیں میں عرش کو مع عرش کے باشندوں کو دیکھتا ہوں۔ آٹھوں جنتیں اور ساتوں دوزخیں میرے سامنے اس طرح نمایاں ہیں جس طرح پجاری کے سامنے بت۔ کہ بہشتی کون ہے اور جنت سے بیگانہ کون ہے؟ میرے سامنے اس طرح ظاہر ہیں جیسے سانپ اور مچھلی۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں قیامت کا راز کہہ ڈالوں دنیا میں آج ہی قیامت برپا کردوں۔ حوض کوثر کو ٹھاٹھیں مارتا دکھادوں کہ ان کے چہروں پر پانی چھڑکے کانوں پر آواز پہنچائے۔ ہاں میں بتاؤں یا سانس گھونٹ لوں مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لئے ہونٹ دبائے کہ بس۔

مقام غور ہے کہ جب اس آفتاب کے ذروں کی نظر کا یہ حال کہ جنت و دوزخ عرش و فرش، اور جنتی دوزخی کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں تو جن کے لئے یہ سب کچھ رب تعالیٰ نے بنایا ہے تو اس آفتاب کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر کا کیا پوچھنا ہے۔

اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واقعے کو دیکھئے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک لشکر کا سردار ساریہ کو بنا کر بھیجا۔ اور جب وہاں پر جنگ ہو رہی تھی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ میں خطبہ جمعہ پڑھتے ہوئے پکارنے لگے کہ اے ساریہ پہاڑ کو لو۔ کچھ عرصہ کے بعد اس لشکر سے قاصد آئے اور انہوں نے بیان کیا کہ دشمن نے شکست دے دی تھی کہ ہم نے کسی پکارنے والے کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا کہ اے ساریہ پہاڑ کو لو۔ تو ہم نے اس آواز پر عمل کیا اور پہاڑ کو اپنی پشت کے پیچھے لیا اور خدا نے ہم کو فتح دے دی۔

اے دوستو! ذرا غور تو کرو ادھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مدینہ منورہ میں جمعۃ المبارک کے روز دوران خطبہ حضرت ساریہ رضی اللہ تعالیٰ کو آگاہ فرمانا اور حضرت ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آواز سن کر عمل کرنا اور جنگ جیت جانا یہ غلاموں کی نظر کا کمال ہے۔ (مشکوٰۃ)

اے برادر! اب آقا دو عالم رحمت کل عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر کا کمال بھی دیکھ اور غور کر۔

ایک دن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز کسوف جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم کو پڑھائی بحالت نماز ہاتھ اٹھایا جیسے کچھ لینا چاہتے ہیں بعد نماز صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز میں یہ جنبش کیسی تھی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہم پر جنت پیش کی گئی جس میں ایک باغ میں انگور کے خوشے لگے ہوئے تھے۔ چاہا کہ ہم اس کا ایک خوشہ توڑ لیں مگر چھوڑ دیا تا کہ لوگوں کو علم بالغیب قائم رہے۔ اگر ہم یہ خوشہ توڑ لیتے تو لوگ

تا قیامت اس سے کھاتے رہتے۔

اس سے پتہ چلا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ میں کھڑے ہیں ہاتھ اٹھایا تو جنت میں پہنچا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسم پاک مدینہ منورہ میں ہے اور ہاتھ مبارک جنت الفردوس کے باغ کے خوشہ پر ہے یہ ہے حاضر و ناظر کے معنی کہ جسم پاک تو ہو مدینہ منورہ میں اور ہاتھ مبارک خوشے توڑ رہے ہیں۔ جنت الفردوس جو سات آسمانوں سے دور ہے۔

یہ میرے آقا راحت قلب وسینہ معطر معطر پسینہ حضور نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظروں کا کمال ہے اور حاضر ناظر کے معنی ہیں۔ ان چند احادیث مبارکہ سے آپ کو اچھی طرح سمجھ آ گئی ہوگی کہ حضور نبی کریم حاضر بھی ہیں اور ناظر بھی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ سمجھ عطا فرمائے۔ آمین۔

توبہ قبول ہونے کا طریقہ

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ○ (پارہ5۔آیت64)

ترجمہ:۔ اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمادے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

اس آیت کریمہ میں مسلمانوں کو توبہ کرنے اور اپنے گناہ معاف کرانے کا طریقہ بتایا جارہا ہے۔مگر اس سے شان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس قدر ظاہر ہو رہی ہے کہ سبحان اللہ۔ اس آیت مبارکہ میں توبہ قبول ہونے کی تین شرطیں بیان ہوئیں۔پہلی یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری، دوسری اپنے گناہ سے وہاں جاکر توبہ کرنا، تیسری حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شفاعت فرمانا۔اگر ان تینوں شرطوں میں سے ایک بھی نہ ہو پائی تو سمجھ لو کے قبول توبہ کی امید نہیں ہے۔

اس آیت سے چند فائدے حاصل ہوئے۔یہ کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بارگاہ الٰہی کے وکیل مطلق یا مختار عام ہیں کیونکہ گناہ تو رب تعالیٰ کا کیا مگر جاؤ کہاں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت عالی میں۔جیسے جرم تو کیا حکومت کا مگر جاؤ کہاں؟ وکیل یا مختار عدالت کے پاس بغیر وکیل کے دنیاوی کچہری میں کوئی بھی پوچھتا نہیں اور عدالت رب تعالیٰ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بغیر کچھ پوچھ کچھ نہیں۔اس لئے نماز میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام ضرور آتا ہے۔اس کے بارے میں حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی نے کیا خوب فرمایا ہے کہ۔

ذکر خدا جو ان سے جدا چاہو نجد یو　　　واللہ ذکر حق نہیں کنجی سقر کی ہے

بے انکے واسطے کے خدا کچھ عطا کرے　　　حاشا غلط غلط یہ ہوس بے بصر کی ہے

دوسرا یہ کہ دروازہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دروازۂ رب تعالیٰ ہے۔ اگر فقیر کو مانگنا ہو تو چھت پر یا مکان کے پیچھے کھڑے ہو کر نہیں مانگتا بلکہ دروازے پر آ کر بھیک مانگتا ہے۔ اسی طرح جب رب تعالیٰ سے مانگنا ہو تو رب تعالیٰ کے دروازے یعنی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں آ کر مانگو جو کچھ بھی رب تعالیٰ کی طرف سے ملے گا اسی دروازے اور ان ہی کے ہاتھوں سے ملے گا۔

تیسرا یہ کہ شفاعت کے لئے مدینہ منورہ میں حاضری ضروری نہیں۔ اسی لئے فی المدینہ نہیں فرمایا گیا ورنہ پھر ہم فقیر پردیسی گنہگاروں کی مغفرت کی کیا سبیل ہوتی اور مالدار بھی زندگی میں ایک دوبار ہی پہنچتے ہیں اور گناہ دن رات کرتے ہیں۔ اس لئے اے برادر! جہاں بھی ہو قلب سلیم لے کر یعنی سچے دل کے ساتھ بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف متوجہ ہو جاؤ کیونکہ ہر دل ان کی جلوہ گاہ ناز ہے۔

چوتھا یہ کہ یہ حکم حاضری قیامت تک کے مجرموں، گنہگاروں کے لئے ہے۔ فقط زندگی کے زمانہ سے مراد نہیں ہے۔ کیونکہ کلمہ (اِذْ) عام ہے۔ اس لئے عالمگیری کتاب الحج میں فرمایا کہ جب روضہ اقدس پر حاضر ہوں تو یہ آیت مبارکہ پڑھے۔ (تفسیر مدارک اور تفسیر خزائن العرفان) میں ہے کہ ایک شخص حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظاہری طور پر وصال فرمانے کے بعد روضہ پاک پر حاضر ہوا اور یہی آیت پڑھ کر عرض کرنے لگا کہ یا حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے یہ حکم سنا۔ میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے اور رب تعالیٰ سے بخشش چاہنے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دروازے پر حاضر ہوا ہوں تو میرے گناہ کی بخشش میرے رب تعالیٰ سے کرائیے۔

اس پر قبر شریف سے ندا آئی کہ تیری بخشش کی گئی۔اس واقعہ اوراس آیت مبارکہ سے چند مسائل فقیہ بھی معلوم ہوئے۔

1- اللہ تعالیٰ کے مقبولوں کو وسیلہ بنانا ذریعہ کامیابی ہے۔ 2- قبر بزرگان پر حاجت روائی کے لئے جانا جائز ہے اور (جَـاءُ وْکَ) میں داخل ہے۔ 3- بعد وفات کے مقبول بندوں کو ''یا'' کے ساتھ پکارنا جائز ہے۔مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ چالیس ابدال شام میں رہتے ہیں جن کی برکت سے بارش ہوتی ہے اور دشمنوں پر فتح حاصل کی جاتی ہے اور شام والوں سے عذاب دور رہتا ہے۔''شامی'' کے مقدمہ میں ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حاجت کے وقت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ کی قبر پر حاضر ہو کر دعا کرتا ہوں۔ 4- یہ کہ ظَلَمُوْا سے معلوم ہوا کہ کسی طرح کا مجرم ہو اگر صدق دل سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں آکر توبہ کرے تو رحمت الٰہی دستگیری کرے گی۔

اے برادر! حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سمندر کی طرح پاک فرمانے والے ہیں کہ کیسا بھی کوئی گندہ آدمی آکر غوطہ لگائے پاک ہو جاتا ہے اور مدینہ منورہ وہ شفا خانہ ہے کہ کسی بیمار سے یہ نہیں کہا جاتا کہ تیرا علاج ہمارے پاس نہیں۔ ہر بیمار کو حکم ہے چلے آؤ منہ مانگی مراد پاؤ۔

دور ہو جاتے ہیں دکھ اور شفا پاتے ہیں
جو بھی آجائے مدینہ کے شفا خانے میں

واقعہ معراج شریف

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَی الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ط اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ٥

(سورہ بنی اسرائیل۔آیت 17)

ترجمہ:۔ پاکی ہے اسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جس کے گرد ہم نے برکت دے رکھی ہے کہ ہم اسے اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں بیشک وہ سنتا دیکھتا ہے۔

اس آیت مبارکہ میں بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کھلی ہوئی شان ہے۔ اس میں اس عظمت کا ذکر ہے جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا کسی پیغمبر کو عطا نہیں ہوئی یعنی معراج شریف۔

اے برادر! واقعہ معراج کے متعلق تین باتیں ذہن میں رکھنی چاہیے۔ یہ کہ معراج شریف کیوں ہوئی، دوسری یہ کہ معراج کب ہوئی اور کس طرح ہوئی، تیسری یہ کہ اس آیت مبارکہ میں نکات کیا کیا ہیں۔ معراج شریف میں رب تعالیٰ کی صدہا حکمتیں ہیں اور بالکل ظاہر چار حکمتیں سمجھ میں آتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ تمام معجزات اور درجات جو انبیاء کرام کو علیحدہ علیحدہ عطا فرمائے گئے وہ تمام بلکہ ان سے بھی بڑھ کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا ہوئے۔ اس کی بہت سی مثالیں بتائی جا سکتی ہیں۔ جیسے حضرت موسیٰ کلیم اللہ کو یہ درجہ ملا کہ وہ کوہِ طور پر جا کر رب تعالیٰ سے کلام کرتے تھے اور حضرت ادریس علیہ السلام جنت میں بلائے گئے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام چوتھے آسمان پر بلائے گئے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معراج دی گئی۔ جس میں رب تعالیٰ سے کلام بھی ہوا۔ آسمان کی سیر بھی ہوئی، جنت و دوزخ کا معائنہ بھی

ہوا۔غرض کہ وہ سارے مراتب ایک معراج میں طے کرادیئے گئے۔

اے برادر! پھر بڑا فرق ہے کوہ طور اور عرش حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کہ حضرت کلیم اللہ جاتے ہیں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلائے جاتے ہیں۔

طور اور معراج کے قصہ سے ہوتا ہے عیاں

اپنا جانا اور ہے اور ان کا بلانا اور ہے

دوسری حکمت یہ ہے کہ تمام پیغمبروں نے رب تعالیٰ کی جنت اور دوزخ کی گواہیاں دیں اور اپنی اپنی امتوں کو پڑھوایا کہ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مگر ان حضرات میں سے کسی کی گواہی دیکھی ہوئی نہ تھی، سنی ہوئی تھی اور گواہی کی انتہا دیکھنے پر ہوتی ہے تو ضرورت تھی کہ اس جماعت پاک انبیاء میں کوئی ہستی وہ بھی ہو کہ ان تمام چیزوں کو دیکھ کر گواہی دے اور اس گواہی پر شہادت کی تکمیل ہو جائے اور اس شہادت کی تکمیل حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پاک پر ہوئی۔اسی کی طرف اشارہ ہے۔(اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاهِدًا) گواہی تو سب پیغمبروں نے دی تھی مگر وہ اسناد تھی اور حضور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گواہی اس اسناد کی انتہا۔ اسی لئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبیین ہیں کہ سمعی شہادتوں کی انتہا عینی شہادت پر ہوتی ہے۔

اے برادر! اگر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری پہلے سے ہی ہو جاتی تو دیگر انبیاء نبوت سے سرفراز نہ کئے جاتے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی نئے نبی کی ضرورت نہیں کہ عینی شاہد کی گواہی کے بعد سنی ہوئی گواہی کیسی۔

تیسری حکمت یہ ہے کہ رب تعالیٰ نے فرمایا(اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ)یعنی اللہ نے مسلمانوں کی جان و مال خرید لئے

جنت کے بدلے میں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی جان و مال کا خریدار، مسلمان فروخت کرنے والے اور یہ سودا ہوا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معرفت اور جس کی معرفت سے سودا ہوا ہو وہ مال کو بھی دیکھے اور قیمت کو بھی۔ اس لئے فرمایا گیا اے محبوب تم نے مسلمانوں کی جان و مال کو دیکھا۔ آؤ اب جنت کو بھی دیکھ جاؤ اور اپنے غلاموں کی عمارتیں اور باغات وغیرہ بھی ملاحظہ کرلو بلکہ خریدار کو بھی دیکھ لو یعنی خود رب تعالیٰ کی ذات پاک کو بھی۔ اور امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے، امام کا دیکھنا سب کا دیکھنا ہے۔

چوتھی حکمت یہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام مملکت الٰہیہ کے بہ عطاء الٰہی مالک ہیں۔ اسی لئے تو جنت کے پتہ پتہ پر حوروں کی آنکھوں میں غرض کہ ہر جگہ لکھا ہوا ہے۔ (اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ) یعنی یہ سب چیزیں رب تعالیٰ کی بنائی ہوئی ہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رسول رب تعالیٰ کو دی ہوئی ہیں۔ اس لئے تو احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و محبّ میں نہیں میرا تیرا

یعنی مرضی الٰہی یہ تھی کہ مالک کو اس کی ملکیت دکھادی جائے۔ سبحان اللہ

معراج نبوت کے گیارہ برس پانچ ماہ بعد 27 رجب المبارک کی شب سوموار کی رات کو حضرت امہانی بنت ابی طالب کے گھر سے ہوئی۔ خود حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر مبارک سے نہ ہوئی تاکہ حضرت جبرائیل بغیر اجازت وہاں حاضر ہوسکیں۔ اگر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر مبارک سے ہوتی تو حضرت جبرائیل یا تو دروازے سے پکار کر جاتے اور اجازت لے کر اندر حاضر ہوتے یا بلا اجازت ہی اندر آجاتے اور یہ دونوں فعل ناجائز تھے رب

تعالیٰ فرماتا ہے(اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَکَ مِنْ وَّرَاءِ الْحُجُرَات) پھر فرماتا ہے (لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ) تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو باہر سے پکار لینا جائز اور نہ بلا اجازت گھر میں جانا جائز ہے۔ خیال رہے کہ ملائکہ بھی مومن ہیں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب کے نبی ہیں۔

اے برادر! نبوت کی کل مدت 23 سال ہے۔ جس کے آدھے یعنی ساڑھے گیارہ برس کے بعد بالکل درمیان میں معراج ہوئی۔ اس طرح ماہ رجب جو کہ سال نبوت کا تقریباً درمیانی ہے اور دوشنبہ کا دن ہے۔ اس میں معراج شریف کو منتخب کیا گیا۔ معراج اسی درمیانی تاریخ و ماہ میں ہوئی۔ ایک نکتہ قابل غور ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش پاک اور ہجرت مدینہ منور اور پہلی وحی اور معراج شریف اور وفات شریف سب ہی دوشنبہ کو ہوئے کیونکہ اس دن کا نام یوم الاثنین یعنی دوسرے درجہ والا دین اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی بعد از خدائے بزرگ توئی قصہ مختصر۔ تو دوسرے مرتبہ والا دوسرے دن میں ہر نعمت سے سرفراز اگیا۔ اس لئے اس دن کو فارسی میں دوشنبہ اور اردو میں پیر کہتے ہیں یعنی سارے دنوں کا یہ پیر ہے۔

معراج میں کیا ہوا

اس کا مختصر واقعہ یہ ہے کہ جو کہ مسلم و بخاری اور دیگر کتب احادیث میں بیان ہوا کہ رجب کی (27) ستائیسویں شب ہے رات کا آخری حصہ ہے محبوب رب تعالیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی ہمشیرہ ام ہانی بنت ابی طالب کے گھر میں آرام فرما رہے ہیں کہ حضرت جبرائیل امین براق اور برات لے کر حاضر ہوئے پیغام الٰہی لائے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بیدار کیا۔ رب تعالیٰ کا پیغام پہنچایا۔ سینہ مبارک کو چاک فرما کر آب زم زم سے قلب مبارک کو دھویا اور

اس سینہ فیض گنجینہ کو حکمت ونور سے بھر دیا پھر کوثر کے پانی سے غسل کرایا اور محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دولہا بنایا۔ حلہ بہشتی پہنایا، براق حاضر کیا، براق کو براق اس لئے کہتے ہیں کہ اس کی رفتار مثل برق یعنی (بجلی) کے ہے اور یا اس لئے کہ بالکل سفید ہے۔ (روح البیان) اس کا جسم گدھے سے بڑا اور گھوڑے سے کسی قدر چھوٹا ہے۔ جہاں تک اس کی نگاہ وہاں تک کو ایک قدم میں طے کرے اور پھر حضرت جبرائیل نے اس کی لگام پکڑی۔ حضرت اسرافیل پیچھے کھڑے ہوئے۔ ملائکہ نے چاروں طرف سے براق کو گھیر لیا۔ اس شان سے فرشتوں کے جھرمٹ میں دولہا کی سواری مکہ معظمہ سے روانہ ہوئی اور آن کی آن میں بیت المقدس سامنے آ گیا اور وہاں تمام انبیاء ورسل وملائکہ کو موجود پایا کہ استقبال کے لئے حاضر ہیں اور نماز کی تیاری ہے۔ امام الانبیاء کا انتظار ہے دولہا کا پہنچنا تھا کہ سلامی دی اور تمام انبیاء وملائکہ مقتدی بن کر پیچھے صف بستہ کھڑے ہو گئے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امامت فرمائی۔ سبحان اللہ کیا نماز ہے کہ انبیاء مقتدی اور امام الانبیاء امام، پہلا قبلہ جائے نماز، ملائکہ مقربین مؤذن حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اذان وتکبیر کہی۔ (شامی باب الاذان)

نماز اسریٰ میں تھا یہ ہی سرعیاں ہوں معنی اوّل آخر
کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر جو سلطنت پہلے کر گئے

اے برادر! آج اوّل وآخر کے معنی کھلے کہ خاتم النبیین (آخری رسول) پہلے سلطانوں کی امامت فرما رہے ہیں اس نماز سے فارغ ہونا تھا کہ سفر آسمان تیار تھا۔ وہی براق اور وہی اس کی رفتار وہی برات اور وہی دولہا۔ آن کی آن میں پہلے آسمان پر پہنچے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے استقبال کیا۔ اپنے فرزند کی بلائیں لیں۔ مدتوں بعد تمنا بر آئی مرحبا کہا پھر یکے بعد دیگر آسمان آتے گئے گزرتے گئے۔

ہر آسمان پر مختلف انبیاء کرام سے ملاقاتیں ہوتی رہیں۔ دوسرے آسمان پر حضرت یحییٰ علیہ السلام و حضرت عیسیٰ علیہ السلام، تیسرے پر حضرت یوسف علیہ السلام، چوتھے پر حضرت ادریس علیہ السلام، پانچویں پر حضرت ہارون علیہ السلام، چھٹے پر حضرت موسیٰ علیہ السلام، ساتویں پر حضرت ابراہیم علیہ السلام زیارت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشرف ہوئے۔ یہاں سے گزرنا تھا کہ سدرہ سامنے آیا یہ سدرہ حضرت جبرائیل کے لئے سدراہ بن گیا۔ یہ سدرہ ایک بیری کا درخت ہے۔ جس کے پتے ہاتھی کے کان کے برابر اور اس کے پھل مٹکے کی طرح ہیں۔ یہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کی قیام گاہ ہے کہ اس سے آگے ان کی پہنچ نہیں۔ سدرہ پر پہنچ کر حضرت جبرائیل نے آگے جانے سے معذرت کی کہ میری حد یہیں تک ہے ۔حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جبرائیل ہم نے تو ابھی ایک قدم اٹھایا ہے اور تم نے ساتھ چھوڑ دیا۔ حضرت جبرائیل نے عرض کیا۔

اگر یک سر موئے برتر پرم فروغ تجلی بسوزد پرم

آگے بڑھنا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان مبارک ہے۔ اب اگر میں بال برابر بھی آگے جاؤں تو تجلیات کی تاب نہ لاسکوں گا اور میرے پر جل جائیں گے۔ آگے رب تعالیٰ جانے اور اس کے جانے والے محبوب جانیں کہ کہاں گئے۔ وہاں گئے جہاں پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے کوئی گیا اور نہ کوئی بعد میں اور نہ کوئی کبھی بھی جاسکے گا۔ وہاں گئے جہاں کب اور کہاں ہی ختم ہو چکا تھا۔

اے برادر! کب اور کہاں تو مکان اور زمان کے لئے ہے۔ جہاں سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رونق افروز ہیں وہاں نہ زمانہ ہے نہ مکان۔ کوئی بتائے تو کیا بتائے کہ رب تعالیٰ نے کیا دیا اور محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا لیا۔ رب تعالیٰ نے کیا فرمایا، محبوب خدا نے کیا

سنا۔ رب تعالیٰ اور محبوب خدا میں کیا راز و نیاز ہوئے۔ یہ تو دینے والا اور لینے والا ہی جانتے ہیں۔

یہاں پر قرآن پاک نے بھی بھید نہ کھولا بلکہ یوں فرمایا کہ فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَا اَوْحٰى (سورہ نجم۔10) رب نے اپنے بندے کی طرف جو وحی کی وہ کی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے رب تعالیٰ نے طور پر جو کچھ خلوت میں فرمایا وہ تمام قرآن پاک کے ذریعہ دنیا میں شائع کر دیا گیا دیکھو سورۂ طہٰ۔ مگر جو اسرار حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر معراج شریف میں ظاہر فرمائے وہ صیغہ راز ہی میں رکھے گئے کہ ''ہم نے اپنے بندے کو جو وحی کی وہ کی''۔ کسی کو کیوں بتائیں ہاں اتنا معلوم ہے کہ وہاں سے امت کے لئے تحفہ 50 وقت کی نمازوں کا دن رات میں عطا ہوا۔ واپسی میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ نمازیں تو بہت ہیں کم کرائی جائیں آپ کی امت اتنی نمازیں نہ پڑھیں گی۔ اب بارگاہ رب تعالیٰ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مابین حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بار بار حاضری ہوتی رہی اور پانچ پانچ کر کے نمازیں کم ہوتی رہیں یہاں تک کہ پانچ رہ گئیں۔

دوستو! اس کی تفصیل پیچھے بیان ہو چکی ہے یہ پانچ نمازیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عرض پر رہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی یہ تمنا تھی کہ طور پر جمال الٰہی دیکھنا چاہا تھا تو روک دیا گیا۔ آج مجھے موقع ملا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بار بار جمال رب تعالیٰ کا مشاہدہ کریں اور میں ان آنکھوں سے رخ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آئینہ میں جمال رب تعالیٰ کی خوب دل بھر کر زیارت کروں۔

اس سفر معراج میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنت کی سیر بھی فرمائی اور اپنے غلاموں کے باغات اور عمارتوں کو بھی دیکھا اور جہنم کو بھی دیکھا، گنہگاروں کے عذاب اور اپنے رب کے عتاب کو بھی دیکھا۔ چنانچہ ایک جماعت کو دیکھا کہ دوزخ میں پتھر کھا رہی ہے۔

حضرت جبرائیل نے عرض کیا کہ یہ وہ مالدار ہیں جو کہ اپنے مالوں کی زکوٰۃ نہیں نکالتے تھے۔ایک اور شخص کو دیکھا کہ خون کے دریا میں کھڑا پتھر کھا رہا ہے۔ حضرت جبرائیل نے عرض کیا کہ یہ سود خور ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر ایک قوم کو دیکھا جن کی زبانیں اور ہونٹ لوہے کی قینچیوں سے کاٹے جارہے ہیں۔ حضرت جبرائیل نے عرض کیا کہ یہ عالم بے عمل ہیں اور ایک کو دیکھا کہ جس کے ناخن تانبے کے ہیں وہ اپنے چہروں اور سینوں کو ان سے زخمی کر رہے ہیں۔ حضرت جبرائیل نے عرض کیا کہ یہ مسلمانوں کی غیبت کرنے والے ہیں غرض کہ ہر قوم کا حال آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ملاحظہ فرمایا (روح البیان)۔ مگر یہ ملاحظہ مثال کے تھا کہ انبیاء کرام کی آنکھیں گزشتہ اور آئندہ کی باتوں کو مثل حالت موجود کے مشاہدہ فرماتی ہیں ورنہ یہ سب واقعات تو بعد قیامت نمودار ہوں گے۔ بغیر تشبیہ اس طرح سمجھو کہ ہم کبھی خواب میں آئندہ کے واقعات بطور مثال دیکھ لیتے ہیں۔ مگر یہ خواب یقینی نہیں ہوتے۔ ان حضرات کا مشاہدہ یقینی ہے۔ جس طرح بعد موت قیامت سے پہلے میت کی روح جنت یا دوزخ کی سیر کرتی ہے۔ ارواح شہداء جنت میں جاتی ہیں۔ یہ جانا صرف روحانی ہوتا ہے نہ کہ جسمی اور بعد قیامت جانا جسمی ہوگا۔

تفسیر روح البیان زیر آیت وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ اس تمام سیر و سیاحت سے جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس تشریف لائے تو بستر ابھی گرم تھا اور دروازے کی زنجیر ابھی حرکت کر رہی تھی۔ یعنی تقریباً 80 ہزار سال کا سفر ایک آن میں طے فرمایا۔ صبح کو جب اس واقعہ کی خبر دی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بلا تامل تصدیق فرما کر صدیق بن گئے اور ابوجہل وغیرہ نے اس کی تردید کر کے لعنت کا طوق گلے میں ڈال لیا۔

اے برادر! یہ واقعات معراج کے بیان ہوئے اب اس آیت میں کیا نکات ہیں۔

اوّلاً تو اس کو سُبْحٰنَ الَّذِیْ سے شروع فرمایا گیا۔ جو کہ تعجب کے موقعہ پر بولا جاتا ہے چونکہ

واقعہ معراج بہت ہی حیرت انگیز واقعہ ہے اور انسانی عقل سے بالاتر ہے اسی لئے فرمایا کہ سُبْحٰنَ الَّذِیْ یعنی یہ اس کے ارادے سے ہوا۔ جو عجز سے پاک ہے ہر طرح قادر ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اطہر مبارک کا اوپر کی طرف جانا کرۂ آگ و زمہریر سے سلامت گزر جانا۔ آسمانوں میں داخل ہو جانا، جنت و دوزخ کی سیر فرمانا پھر اس قدر جلد واپس آجانا اگر چہ بہت مشکل معلوم ہوتا ہے مگر رب قدیر کے نزدیک کچھ مشکل نہیں۔ ہمارا نور نظر آن کی آن میں آسمانوں کی سیاحت کر کے فوراً واپس ہوتا ہے۔ آگ و زمہریر اس کو نقصان نہیں پہنچاتے۔ یہ تو ادنیٰ سے نور کا حال ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو سراپا نور ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمالات تو اس سے کہیں بڑھ کر ہیں۔ فرمایا گیا لَیْلًا یعنی رات کے تھوڑے حصے میں معراج شریف ہوئی نہ کے دن میں وہ بھی رجب کی رات 27 تاریخ کا پچھلا حصہ جب کہ چاند بھی غائب اور سب نیند میں مشغول کیونکہ آج حقیقت میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بے حجاب جلوہ گر ہیں۔ کسی آنکھ میں یہ طاقت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نظر بھر کر دیکھ لے۔ ملائکہ مقربین بھی کچھ ساتھ دے کر آگے پیچھے رخصت ہو رہے ہیں۔ آج حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مثال آفتاب کی سی ہے۔ جوں جوں چڑھتا ہے نور بڑھتا ہی جاتا ہے۔ ہماری نظر کی یہ تاب نہیں کے آفتاب کی طرف دیکھیں مگر اگر سورج کے آگے بادل آجائیں تو کچھ جلوہ ہماری آنکھیں بھی دیکھ سکتی ہیں۔ اس لئے تو فرمایا

کس کو دیکھا یہ موسیٰ سے پوچھے کوئی — آنکھ والوں کی ہمت پہ لاکھوں سلام

پھر فرمایا (اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی) دور کی مسجد تک معراج شریف کرائی۔ اب رب تعالیٰ جانے کہ دور کی مسجد کون سی ہے۔ مسجد بیت المقدس ہے کہ بیت المعمور مسجد ملائکہ۔ (اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ) اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ رب تعالیٰ سننے دیکھنے

والا ہے۔ دوسرا یہ کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سمیع و بصیر ہیں (مدارج نبوت و روح البیان) یعنی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس لئے معراج شریف کرائی گئی کہ اس عالم کے دیکھنے اور بلا واسطہ ہم کو دیکھنے اور ہمارا کلام سننے پر قدرت رکھنے والے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہیں۔

ادب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ۚ

(سورہ انفال۔24)

ترجمہ:۔ اے ایمان والو! اللہ اوراس کے رسول کے بلانے پر حاضر ہو جب رسول تم کواس چیز کے لئے بلائیں جوتم کو زندگی بخشے۔

یہ آیت مبارکہ شان حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اوراس میں بہت طریقوں سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت شریف ثابت ہے۔اوّلاً تو اس طرح کہ رب تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کواس بارگاہ میں رہنے کا ادب سکھایا اور خود حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہ فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو اپنا ادب سکھاؤ بلکہ رب تعالیٰ نے خود سکھایا کہ اے مسلمانوں اس دربار عالی میں رہنے کا ادب یہ ہے کہ اگر تم کو کسی وقت ہمارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلائیں تو تم کسی حال میں بھی ہو، نماز میں ہو کسی وظیفہ میں مشغول ہو یا دنیا بھر کے کسی کام میں ہو، جس حال میں ہو تمام کاروبار چھوڑ کر فوراً حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہو جاؤ، بالکل دیر نہ لگاؤ۔ اب صحابہ کرام علیہم الرضوان کا عمل دیکھنا چاہیے کہ انہوں نے کس طرح اس پر عمل کیا۔ ایک صحابی اپنی بیوی سے جماع کر رہے تھے کہ دروازے پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آواز دی۔ وہ اسی طرح بغیر انزال کے اپنی بیوی سے فوراً حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے۔ فرمایا لَعَلَّنَا اَعْجَلْنَاکَ شاید ہم نے تم کو جلدی میں ڈال دیا۔ اس نے عرض کیا کہ ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جاؤ غسل کرلو۔ (طحاوی باب الغسل) اس سے یہ مسئلہ فقہا ثابت کرتے ہیں کہ جو

شخص اپنی بیوی سے جماع کرے اور بغیر انزال کے علیحدہ ہو جائے تو اُس پر غسل واجب ہے۔

حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نکاح ہوا۔ پہلی رات تھی بیوی کے پاس گئے ابھی غسل نہ کیا تھا کہ حکم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آ گیا کہ چلو جنگ کے لئے بغیر غسل کئے ہوئے گئے اور وہاں پر شہید ہو گئے۔ جب تمام شہدوں میں ان کو دیکھا گیا تو دیکھا کہ ان کے جسم مبارکہ سے پانی ٹپک رہا تھا۔ ادب حکم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے یہ رتبہ ملا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ان کو فرشتوں نے غسل دیا ہے۔ اس لئے حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غسیل الملائکہ کہتے ہیں۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز پڑھ رہے تھے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آواز دی جلدی سے نماز کو پورا فرما کر حاضر ہوئے۔ ارشاد فرمایا کہ تم کو حاضری میں اتنی دیر کیوں ہوئی۔ عرض کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نماز میں تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا تم نے یہ آیت نہیں پڑھی۔ اِسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ (الانفال۔24) جس سے معلوم ہوا کہ نماز پر لازم ہے کہ نماز چھوڑ کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بلانے پر حاضر ہو جائے۔ بہت سے فقہا نے فرمایا ہے کہ نمازی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بلانے پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو جائے اور جو خدمت فرمادیں اس کو پورا کرے پھر بھی نماز ہی میں ہے۔ (قسطلانی شرح بخاری کتاب التفسیر سورۂ حجر)

اے برادر! یہ بات ہے بھی ٹھیک کیونکہ اگر اس نمازی نے کلام کیا تو کس سے کیا؟ اُن سے کیا جن کو نماز میں سلام کرنا واجب ہے (اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ) اگر کسی اور کو سلام کرتا تو نماز جاتی رہتی۔ اگر کعبہ سے سینہ پھیرا تو کس طرف پھیرا اُدھر جو کعبہ کے بھی کعبہ ہیں۔

شمع اک تو ہے کہ پروانہ ہے کعبہ تیرا اور پروانے ہوتے ہیں جو کعبہ پہ نثار

چلا تو کدھر چلا بارگاہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف جو عین عبادت ہے۔ پھر نماز کیوں جائے گی۔ چلیے بھی کعبہ سے اور سینہ پھر جائے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف عمل کچھ بھی کرے مگر ہوگا نماز میں ہی اور رہتا بھی نماز میں ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رحمت الٰہی کا دریا ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف جانا نماز کو کیوں فاسد کرے اگر اٰمَنُوْا کے معنی کئے جائیں کہ اے میثاق کے دن ایمان لانے والو! تو اس امر میں کفار بھی داخل ہیں بلکہ ساری مخلوق پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت واجب ہے۔ سب نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کی (مشکوٰۃ باب المعجزات) درخت بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بلانے پر آگئے۔ بیان عظمت کے لئے یہ آیت قرآن پاک میں باقی رکھی گئی ورنہ اب ظاہری دعوت نہیں ہے یا بالواسطہ بلانا مراد ہے۔

اے برادر! مسئلہ چند صورتوں میں نماز توڑ دینا جائز ہے۔ اگر نماز میں کسی کا وضو جاتا رہے تو اس کو جائز ہے کہ پانی کی طرف جائے، اگر نمازی نماز میں اپنی رقم (یعنی روپے) کا نقصان ہوتا دیکھے تو نماز توڑ سکتا ہے۔ جیسے کہ نمازی نے دیکھا کہ کوئی نابینا شخص کنویں میں گرا جا رہا ہے تو نماز توڑ کر اس کو ہٹائے۔ کسی نے فرض نماز تنہا شروع کی تھی کہ جماعت کی تکبیر ہوگئی تو وہ شخص نماز توڑ کر جماعت میں شریک ہو جائے اور کسی مسلمان کو مصیبت میں دیکھ کر یعنی مصیبت دور کرنے کے لئے نماز توڑ سکتا ہے۔ (روح البیان) مگر ان تمام صورتوں میں نماز قضا کرنا ہوگی۔

یہاں ایک بات اور ہے کہ رب باری تعالیٰ نے دو بلانے والوں کا ذکر فرمایا! اللہ اور رسول کا اور یہ ظاہر ہے کہ بلاواسطہ اللہ تعالیٰ کسی کو پکارتا نہیں اور نہ کسی کے کان میں رب تعالیٰ کی آواز آئے تو لامحالہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی پکاریں گے۔ ان کا پکارنا رب تعالیٰ کا

پکارنا ہے۔اس لئے آگے فرمایا اِذَا دَعَاکُمْ واحد کے صیغہ سے۔

اس آیت میں فرمایا گیا (لِمَا یُحْیِیْکُمْ) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم کو زندگی بخشتے ہیں۔جس سے معلوم ہوا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مردہ کو، زندہ کے دل کو، جان کو، خیالات کو زندہ فرمانے والے ہیں اور کیوں نہ ہوں۔حضرت جبرائیل علیہ السلام گھوڑی پر سوار ہو کر فرعون کے گھوڑے کے آگے ہو گئے۔اس گھوڑی کی ٹاپ جہاں پڑتی تھی اس جگہ گھاس اُگ آتی تھی۔بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا سامری۔اس نے یہ خاک اٹھالی اور غرق فرعون کے بعد یہ خاک سونے کا بچھڑا بنا کر اس کے منہ میں ڈال دی تو سونے کے بچھڑے میں جان پیدا ہوگئی۔حضرت جبرائیل علیہ السلام کا جسم لگا گھوڑے سے، گھوڑے کا خاک سے اور خاک پڑی بے جان بچھڑے کے منہ میں اور وہ زندہ ہو گیا۔اس لئے اُن کو روح الامین کہتے ہیں کیونکہ ان سے روح ملتی ہے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظروں میں ہزارہا جبرائیلی طاقتیں ہیں۔تو ان کے اشارے سے مردے زندہ کیوں نہ ہوں۔مثنوی میں ہے کہ

اے ہزاراں جبرائیل اندر بشر ٭ بہر حق سوئے غریباں یک نظر

مدارج النبوت میں بہت سے ایسے واقعات لکھے ہیں۔جن میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مردوں کو زندہ فرمایا ہے۔حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت تھی۔انہوں نے بکری ذبح کی۔ان کے بیٹوں میں سے ایک نے دوسرے کو ذبح کر دیا اور ذبح کرنے کے بعد والد کے ڈر سے چھت پر بھاگ گیا۔وہاں سے پاؤں پھسلا تو وہ بھی گر کر وفات پا گیا۔جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی نے دونوں بچوں کی نعشوں کو چھپا دیا تاکہ دعوت میں کوئی حرج نہ ہو۔جب کھانے پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے کر آئے تو فرمایا اے جابر! اپنے بچوں کو بلاؤ ہم ان کے ساتھ ہی کھانا کھائیں گے۔حضرت

جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بچے باہر کھیلنے کے لئے گئے ہیں۔ فرمایا کہ ہم اُن کے ساتھ ہی کھانا کھائیں گے۔ تو حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سارا واقعہ بیان کیا تب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو زندہ فرمایا اور اُن کو بھی اپنے ساتھ کھانا کھلایا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر ایک دعوت میں دستر خوان سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہاتھ مبارک پونچھ لیا۔ اس کے بعد جب کبھی وہ دستر خوان میلا ہو جاتا تھا تو اس کو جلتے ہوئے تنور میں ڈال دیتے تھے وہ اس میں جلتا نہ تھا بلکہ صاف ہو جاتا تھا۔

مثنوی شریف میں ہے کہ ایک جگہ دعوت میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے گئے بکری ذبح کی گئی فرمایا کہ گوشت تو آپ لوگ کھالو مگر ہڈی نہ توڑنا۔ کھانا کھا کر ان ہڈیوں کو جمع فرما کر دعا کی وہ بکری دوبارہ زندہ ہوگئی۔ (مدارج فصل المعجزات)

غرضیکہ جانوروں کو، انسانوں کو، پتھروں کو، لکڑیوں کو جان بخشی ہے۔ کنکروں کو جان بخش کر کلمہ پڑھوالیا۔ لکڑی فراق میں روئی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے صرف مردہ انسانوں کو زندہ کیا مگر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان بے جان چیزوں کو جان بخشی۔ یہ ہیں معنی اس آیت کے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رحمت ہیں

وَمَآ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ ○ (پارہ 21۔آیت 107)

ترجمہ:۔ اور ہم نے آپ کو نہ بھیجا مگر سارے جہان کے لئے رحمت بنا کر۔

اس آیت کریمہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان مبارکہ میں وہ پھول کھلائے جس سے دل و دماغ ایمان سے معطر ہو گیا۔حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رب تعالیٰ نے بے شمار صفات عطا فرمائی ہیں۔ان میں ایک صفت رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ ہے۔اس خاص صفت کا اس آیت میں ذکر ہے لیکن اس آیت مبارکہ کے طریقہ بیان اور ایمان افروز ادا پر غور کریں کہ کس طرح حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت کی وسعت کو ظاہر کیا۔

اے برادر! یہاں پر چار طرح کی بحث ہے۔اوّلاً یہ کہ کون رحمت ہے، کس پر رحمت ہے، کب سے رحمت ہے اور کب تک رحمت ہے۔ظاہراً تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اوّل سے قیامت تک رحمت ہیں۔کون رحمت ہے؟ اس کو بیان فرمایا وَمَآ اَرۡسَلۡنٰکَ سے یعنی تمام جہانوں کے لئے رحمت ہونا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی صفت ہے۔کسی اور کو یہ درجہ عنایت نہ ہوا۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے فرمایا گیا وَرَحۡمَةً مِّنَّا یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہماری طرف سے رحمت ہیں مگر کب تک اور کس لئے رحمت ہیں اس کا ذکر نہ فرمایا گیا اور انبیاء کرام کے لئے فرمایا گیا وَمَا کُنَّا مُعَذِّبِیۡنَ حَتّٰی نَبۡعَثَ رَسُوۡلًا یعنی ہم اس وقت تک کسی ملک وقوم پر عذاب نہیں بھیجتے جب تک اس کی طرف کسی خبر دینے والے رسول علیہ السلام کو نہ بھیج دیتے۔اس سے معلوم ہوا کہ دیگر انبیائے کرام مومنین کے لئے رحمت ہوتے تھے اور ان کی نافرمانی غضب الٰہی کا باعث ہوتی تھی۔دیکھو کہ قوم فرعون، قوم حضرت لوط وغیرہ کا کیا حشر ہوا اور

قوم نوح کس طرح غرق ہوئی مگر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے فرمایا گیا کہ (وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ) اللہ تعالیٰ ان کو عذاب نہ دے گا حالانکہ آپ ان میں ہیں۔

2- کس قدر رحمت ہیں۔ اس کو لِلْعٰلَمِيْنَ نے بیان فرمایا۔ رب باری تعالیٰ کی صفت ہے۔ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت ہے رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ یعنی جس کا اللہ تعالیٰ رب ہے اس کے لئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رحمت ہیں۔ بلکہ یوں کہو کہ ربوبیت الٰہی کا جس کسی کو فیض پہنچا وہ رحمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے سے پہنچا۔ عالم کہتے ہیں کہ رب تعالیٰ کے ماسوا اب اس میں بہت سے قسمیں ہیں۔ عالم امکان، عالم امر، عالم انوار، عالم اجسام، عالم ملائکہ وغیرہ پھر عالم اجسام میں عالم انسان، عالم حیوانات، عالم نباتات، عالم جمادات۔ اس للعلمین کے کلمے سے معلوم ہوا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر عالم کے لئے رحمت ہیں۔ ملائکہ کے لئے بھی، جنات کے لئے بھی، انسانوں کے لئے بھی اور جانوروں کے لئے بھی، کافروں کے لئے بھی اور مسلمانوں کے لئے بھی رحمت ہیں۔ (روح البیان)۔ اسی آیت کے تحت ایک حدیث مبارکہ ہے کہ ایک بار حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبرائیل سے پوچھا کہ اے جبرائیل ہم تو رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ہیں اور تم بھی عالم میں ہو۔ بتاؤ تم کو ہم سے کیا رحمت ملی؟ عرض کیا یا حبیب اللہ اب تک مجھے اپنے انجام کار کی خبر نہ تھی کہ خراب ہو یا اچھا۔ (آخر ہاروت و ماروت اور ابلیس کا انجام حضرت جبرائیل علیہ السلام دیکھ ہی چکے تھے) لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے مجھ کو امان مل گئی اور مجھے اطمینان ہو گیا کیونکہ رب تعالیٰ نے میرے بارے میں قرآن پاک میں فرمایا۔ ذِىْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِى الْعَرْشِ مَكِيْنٍ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ ۝ (تکویر-12)۔ پھر انبیاء مرسلین ملائکہ مقربین کو بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رحمت ملی۔ کفار کو بھی ہر طرح سے رحمت ملی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے دنیا میں عذاب الٰہی آتے تھے اب وہ بند ہو گئے۔ دنیا میں گناہوں پر

رسوائی ہوتی تھی اب وہ موقوف ہوئی۔

اے برادر! قیامت میں بھی مقامِ محشر سے نجات دلانا اور حساب شروع کرانا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے دم سے ہوگا۔ ابولہب کو دوشنبہ کے دن عذاب میں کمی ہوئی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کی خوشی میں اور ابوطالب پر عذاب میں کمی ہوئی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے۔ ''شرح قصیدہ بردہ خرپوتی'' میں ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت سات طرح ہوگی۔ تین سے کفار بھی فائدہ اُٹھائیں گے اور چار قسم کی شفاعت صرف مسلمانوں کے لئے بعض گنہگاروں کے لئے اور بعض نیک کاروں کے لئے۔

3- کب سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رحمت ہیں۔ اس کو بھی اَلْعٰلَمِیْنَ نے بیان کردیا۔ یعنی جب سے عالم ہے تب سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رحمت ہیں۔ جب سے رب تعالیٰ کی ربوبیت کا ظہور ہے۔ تب سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت کی جلوہ گری ہوئی۔

اے برادر! اوّلاً تو عالم کا ظہور میں آنا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل سے ہوا پھر ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کو تمام اعزاز واکرام کا ملنا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل، پھر ان کی خطا کا معاف ہونا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے پھر حضرت نوح کی کشتی کا کنارے لگنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آگ کا گلزار ہونا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کا فدیہ دنبہ آنا بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل سے ہے۔ فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ (سورہ2۔آیت37) اس آیت کریمہ میں حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہونے کا واقعہ بیان فرمایا گیا ہے۔ حضرت آدم

علیہ السلام نے اپنی خطا کے بعد تین سو برس تک سر آسمان کی طرف نہ اُٹھایا۔ اس قدر روئے کہ تمام دنیا کے آنسوؤں کو جمع کیا جائے تو ان آنسوؤں کے برابر نہیں ہو سکتے۔ (خازن مدارک، روح البیان) ۔ پانچ حضرات دنیا میں سب سے زیادہ روئے۔ حضرت امام زین العابدین واقعہ کربلا کے بعد، حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خاتون جنت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام خوف الٰہی میں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کی جدائی میں۔ حضرت آدم علیہ السلام اپنی خطا پر۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام کے دل میں کچھ دعائیہ کلمے رب باری تعالیٰ کی طرف سے القاء ہوئے جب ان کلمات سے دعا مانگی تب رحمت الٰہی نے دستگیری فرمائی وہ دعائیہ کلمات کیا تھے؟ اس میں بہت سے قول ہیں۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے ''مدارج النبوت جلد دوم کے شروع میں، روح البیان نے اس آیت کے تحت، طبرانی، حاکم، ابونعیم، بیہقی نے'' حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک دن روتے روتے حضرت آدم علیہ السلام کے دل میں آیا کہ جب میں پیدا ہوا تھا۔ تب میں نے ساق عرش پر لکھا ہوا دیکھا تھا۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ معلوم ہوتا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رب تعالیٰ کے ایسے مقرب بارگاہ الٰہی ہیں کہ اُن کا نام رب تعالیٰ نے اپنے نام سے ملا کر عرش پر لکھا ہے۔ تب عرض کیا کہ اے رب باری تعالیٰ میں اس ذات گرامی کے طفیل اپنی خطا کی معافی چاہتا ہوں مجھے معاف فرما۔ اس وقت رحمت الٰہی کا دریا جوش میں آیا اور خطا سے معافی ہوئی۔ سبحان اللہ کیا رحمت والا نام ہے کہ اپنے والد کو پہلے تو سجدہ ملائکہ کرایا پھر اس مصیبت سے بچایا۔

اگر نام محمد را نیاوردے شفیع آدم ۔۔۔ نہ آدم یافتے توبہ نہ نوح از غرق نجینا

ترجمہ:۔ نام محمد درمیان شفاعت آدم نہ ہوتا تو۔ نہ آدم کی توبہ قبول ہوتی اور نہ نوح کی کشتی غرق

ہونے سے بچتی۔

اب اولاد آدم علیہ اسلام کو بھی یہ حکم دیا گیا کہ اگر تم لوگ گناہ کرو، کفر کرو، ظلم کرو تو بارگاہ اقدس حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہو کر ان سے شفاعت کی درخواست کرو اور وہاں جا کر رب باری تعالیٰ سے توبہ مانگو اور محبوب ﷺ بھی تمہاری شفاعت فرما دیں تو تمہاری توبہ قبول ہوگی۔ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ (پارہ 5۔آیت 24)

اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مدینہ پاک ہی جاؤ بلکہ اس ذات کریم کی طرف متوجہ ہو جاؤ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں، غائب تو ہم ہیں۔

دل کے آئینہ میں ہے تصویر یار جب ذرا گردن جھکائی اور دیکھ لی

اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ تمام انبیاء بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حاجتمند ہیں۔

4۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کب تک رحمت ہیں؟ اس کو بھی الْعٰلَمِيْنَ نے ہی بیان فرما دیا کہ جب تک عالم ہے تب تک رحمت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ یعنی اس جہاں میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت، قیامت میں، میزان پر، حوض کوثر پر، جنت میں اور گنہگار مسلمانوں پر، جہنم میں غرضیکہ ہر جگہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی رحمت ہے۔ ''روح البیان'' میں اسی آیت کے تحت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہماری زندگی بھی تمہارے لئے بہتر اور ہماری وفات بھی تمہارے لئے بہتر ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعال عنہ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندگی پاک تو ظاہر ہے کہ ہمارے لئے بہتر ہے۔ وفات شریف کس طرح بہتر ہے۔ فرمایا کہ ہماری قبر انور میں جمعہ اور دوشنبہ کو تمہارے اعمال پیش ہوتے رہیں گے۔ نیک اعمال دیکھ کر تو ہم رب باری تعالیٰ کا شکر کریں گے اور برے

اعمال دیکھ کر تمہارے لئے مغفرت کریں گے۔

ایک اور آیت مبارکہ اور اس آیت میں تو فرمایا گیا کہ رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ اور دوسری آیت مبارکہ میں فرمایا گیا وَبِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ رَءُوۡفٌ الرَّحِیۡم (التوبہ۔128) یعنی مومنوں پر رؤف و رحیم ہیں۔ان دونوں آیتوں میں مطابقت کیسے ہو؟

اے برادر! وجہ یہ ہے کہ رحمت عامہ یعنی رزق کا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل سے ملنا، یا زمین و ہوا اور دھوپ کا ملنا، دنیاوی عیش وآرام کا ملنا، قیامت میں میدان محشر سے نجات ملنا وغیرہ۔ یہ تو عام مخلوق کو حاصل ہے لیکن رحمت خاصہ یعنی دنیا اور آخرت میں مثلاً ایمان کا ملنا، گناہ معاف ہونا، درجات میں بلندی کرانا، بارگاہ رب العزت میں مقبولیت کا حاصل ہونا، معراج شریف میں بھی بوقت خاص امت کا تذکرہ ہونا، راتوں کو جاگ جاگ کر مغفرت کی دعائیں فرمانا، قیامت میں درجات کی ترقی کا ہونا یہ صرف مسلمانوں کے لئے بلاشبہ رب باری تعالیٰ کی صفت ہے۔ رحمان یعنی دنیا میں سب پر رحم فرمانے والا اور دوسری صفت ہے رحیم یعنی آخرت میں اہل ایمان پر رحم فرمانے والا۔

اے برادر! یا اس طرح سمجھو کہ جس طرح رب باری تعالیٰ کی صفت رحیم کا ظہور صرف مسلمانوں کے لئے ہے اور رحمت سب کے لئے ہے۔اسی طرح حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رحیم کا ظہور صرف مسلمانوں کے لئے اور رحمت سب کے لئے ہے۔جس طرح پیچھے بیان ہوا کہ شرح قصیدہ بردہ خرپوتی میں ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت سات طرح ہوگی۔تین طرح سے کفار بھی فائدہ اٹھائیں گے اور چار قسم کی شفاعت صرف مسلمانوں کے لئے بعض گنہگاروں کے لئے اور بعض نیک کاروں کے لئے۔اسی طرح رحیم صرف مسلمانوں کے لئے ہیں اور رحمت سب کیلئے ہیں۔

تنبیہ:۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب کے لئے دنیا میں رحمت ہیں تو کفار سے جہاد کیوں فرمایا؟ ان کو قتل کیوں کرایا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ رحمت کا معنی یہ نہیں ہے کہ سب کو دودھ ہی پلایا جائے، سانپ کو مار دینا اور جسم کے خراب اور گلے ہوئے عضو کو کاٹ ڈالنا، سر کو کھول کر خون فاسد نکال دینا بھی سب کے لئے رحمت ہے۔ اسی طرح حکومت کا چوروں اور ڈاکوؤں کو سزا دینا اور ملک کو ان سے محفوظ رکھنا عین حکمت اور رحمت ہے۔ اسی طرح کفار کے غلبہ کو توڑ دینا اور کلمہ الٰہی کا بلند کرنا، بندگانِ خدا پر رحمت ہے۔ جیسے بلاشبہ رب باری تعالیٰ رحمان ورحیم ہے مگر پھر کسی کو غریب رکھتا ہے، کسی کو مالدار، کسی کو عالم، کسی کو بے علم۔ تو یہ تمام انتظام حکمت ومصلحت سے ہیں خلاف رحمت نہیں۔

نمازتہجد کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فرض ہونا اور مقام محمود

وَ مِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ق عَسٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ٥

(بنی اسرائیل۔79)

ترجمہ:۔ اور رات کے کچھ حصے میں تہجد پڑھو یہ خاص تمہارے لئے زیادہ ہے۔قریب ہے کہ تم کو تمہارا رب ایسی جگہ کرے جہاں سب تمہاری حمد کریں۔

یہ آیت کریمہ بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صریح نعت شریف ہے۔اس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دو خصوصیات بیان فرمائی گئیں۔ایک تو دنیا میں دوسری آخرت میں۔خصوصیت دنیاوی تو نماز تہجد ہے اور خصوصیت اخروی مقام محمود پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جلوہ گری ہے۔نماز تہجد کا فرض ہونا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہی خصوصیت ہے۔نہ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے کسی نبی علیہ السلام کو یہ نماز عطا ہوئی اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی امتی کو ملی بلکہ امت کے لئے سنت موکدہ علی الکفایہ ہے کہ ایک شہر میں ایک آدمی نے بھی پڑھ لی تو سب بری الذمہ ہوگئے اور اگر کسی نے نہ پڑھی تو سب ہی تارک سنت ہوئے۔نماز تہجد کم از کم دو رکعتیں اور زیادہ سے زیادہ 12 رکعتیں ہیں۔نماز عشاء پڑھ کر سونے کے بعد جب آنکھ کھلے تب ہی تہجد کا وقت اور صبح صادق ہوتے ہی اس کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔یہ نماز بڑی مبارک ہے اور بہتر ہے کہ رات کے آخری چھٹے حصے میں پڑھی جائے۔

اے برادر! اولاً تو اور امتوں کو نماز پنجگانہ ملی ہی نہیں بلکہ یہ اس امت کی خصوصیت ہے۔ہاں یہ نمازیں انبیائے کرام علیہ السلام نے پڑھی ہیں۔نماز فجر حضرت آدم علیہ السلام نے صبح ہونے کے شکریہ میں کیونکہ انہوں نے جنت میں رات دیکھی تھی (شامی جلد اوّل کتاب الصلوٰۃ)۔

نماز ظہر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پڑھی اپنے فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام کی جان محفوظ رہنے اور دنبہ قربانی کے آنے کے شکر یہ میں اور نماز عصر حضرت عزیر علیہ السلام نے پڑھی جب سو برس کے بعد زندہ فرمائے گئے اور نماز مغرب حضرت داؤد علیہ السلام نے ادا کی توبہ قبول ہونے کے شکریہ میں کیونکہ ان کی توبہ بوقت مغرب قبول ہوئی تھی اور چار رکعت کی نیت کی تھی مگر درمیان میں تین ہی پر سلام پھیرا۔ نماز عشاء حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ادا کی (طحاوی شریف) تو نماز عشاء حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت اور نماز پنجگانہ بھی اور نماز تہجد کی فرضیت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاصہ مبارکہ ہے اور کسی نبی نے نہیں پڑھی۔

دوسرا۔ قیامت میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقام محمود پر تشریف فرما ہونا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اخروی خصوصیت ہے یہ وہ جگہ ہے۔ جس جگہ جلوہ گر ہو کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب کی شفاعت کبریٰ فرمائیں گے۔ تمام اولین و آخرین تلاش شفاعت میں جگہ جگہ مارے مارے پھریں گے۔ ہر دروازے پر یہ ہی آواز سنیں گے " اِذْ هَبُوا اِلٰی غَیْرِی " آخرکار حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس جگہ پائیں گے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس عزت و عظمت کو دیکھ کر سب دوست و دشمن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف کریں گے۔ اسی لئے اس کو مقام محمود کہتے ہیں۔ یعنی حمد کیا ہوا مقام۔ اذان کے بعد مؤذن کو اور اذان سننے والے کو حکم ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے مقام محمود ملنے کی دعا کریں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ جو شخص ہمارے لئے یہ دعا کرے گا ہم اس کی شفاعت فرمائیں گے۔

اس آیت کریمہ میں عَسٰی کا لفظ استعمال ہوا ہے جو عام طور پر شک کا معنی دیتا ہے مگر جب اس کی نسبت رب باری تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہو تو پھر اس

میں یقین کا معنی پایا جاتا ہے۔ رب باری تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ وہ شک والی بات کرے اُس کی ہر بات حتمی اور قطعی ہوتی ہے۔ اس لئے عَسٰی یہاں یقین کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ آئمہ تفسیر کی یہ متفقہ رائے ہے کہ قرآن پاک میں جہاں بھی عَسٰی کے لفظ کی نسبت رب باری تعالیٰ کی طرف ہے وہاں یہ لازمی اور یقینی امر کے معنی میں استعمال ہوا ہے کہ یقیناً آپ کا رب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا۔ (تفسیر ابن کثیر)

اس آیت میں ایک خاص نکتہ بھی پوشیدہ ہے کہ رب باری تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز تہجد ادا کرنے کا حکم دیا اور بطور صلہ بروز قیامت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مقام محمود پر فائز کرنے کا وعدہ فرمایا۔ ذرا غور یں کریں کہ اگر رب باری تعالیٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تہجد کی نفلی نماز کا یہ صلہ دیا کہ انہیں مقام محمود پر فائز فرمادیا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرائض کا صلہ کیا ہوگا۔ یقیناً وہ صلہ ہماری سوچ سے بھی بالاتر ہوگا اور ہے۔

اس مقام کو مقام محمود کیوں کہا گیا؟ اس کی تفصیل بہت سی کتب اور حدیث میں آئی ہے اور تمام تفاسیر میں بھی موجود ہے لیکن سب سے نفیس اور اعلیٰ بات امام ابن کثیرؒ نے مقام محمود کا معنی بیان کرتے ہوئے فرمائی ہے۔

اے محبوب! آپ پر یہ عمل (نماز تہجد) ادا کیجئے جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے تا کہ بروز قیامت آپ کو اس مقام پر فائز کیا جائے جس پر تمام مخلوقات اور خود رب باری تعالیٰ بھی آپ کی حمد و ثناء بیان فرمائے گا۔

محمود کا معنی

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ ترجمہ:۔ تمام تعریفیں اللہ رب العزت کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

محمود حمد سے ہے اور رب باری تعالیٰ کا اپنا اسم مبارک بھی محمود ہے۔ محمود کا معنی ہے۔ جس کی تعریف کی جائے، جس کے ذاتی کمالات، خصائص، فضائل اور عظمت و کمال کی حمد کی جائے اُسے محمود کہتے ہیں۔ مقام محمود حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان حمد کا مظہر ہے۔

اے برادر۔ جو وسعت، جامعیت، ہمہ گیریت اس حمد میں ہے وہی جامعیت و وسعت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان مقام محمود میں بھی ہے۔ اس لئے رب باری تعالیٰ نے کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیائے کرام مبعوث فرمائے مگر کسی کے مقام کا نام (مقام محمود) نہیں رکھا کیونکہ محمود رب باری تعالیٰ کا ذاتی نام ہے۔ حقیقی محمود چونکہ رب باری تعالیٰ ہی کی ذات بابرکت ہے اس لئے رب باری تعالیٰ نے مقام محمود کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چنا ہے۔

اے برادر! ذرہ غور تو کر کہ ادھر قرآن پاک حمد سے شروع ہو رہا ہے اور اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہہ کر اعلان ہو رہا ہے کہ محمود حقیقی صرف رب باری تعالیٰ ہے اور جب بروز قیامت انتہائے کائنات کا وقت ہوگا تو رب باری تعالیٰ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقام محمود پر فائز فرمائے گا اور پھر خود حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حمد بیان کر کے یہ واضح فرمائیگا کہ آج کا دن میرے محبوب کا دن ہے۔ یعنی رب باری تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے محبوب! تیری شان حمد کا عالم یہ ہے کہ یہاں اس دنیا میں محمود میرا نام ہے اور اس کو بروز قیامت تیرا مقام بنا دوں گا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقام کو مقام محمود کہہ دینا کوئی اتفاقیہ امر نہیں ہے بلکہ رب باری تعالیٰ نے قرآن پاک کے نزول کے وقت یہ کہہ دیا کہ محبوب! تورات کی خلوت میں میری بارگاہ میں حاضر ہوا کر۔ میں تجھے بروز قیامت جمیع مخلوق کے اجتماع عظیم میں مقام محمود پر فائز فرما دوں گا۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے مقام محمود کا جو معنی بیان کیا اس کی رو سے مقام محمود کو مقام محمود اس لئے کہا گیا کہ اُس روز ایک طرف ساری مخلوق حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف کر رہی ہوگی اور دوسری طرف خود رب باری تعالیٰ بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ثناء بیان کر رہا ہوگا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ثناء دراصل رب باری تعالیٰ ہی کی حمد ہے۔

پیچھے مثالوں سے وضاحت کے بعد پتہ چلا کہ یہ امر روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف رب باری تعالیٰ کی ناراضی کا باعث ہرگز نہیں ہے بلکہ رحمت رب تعالیٰ کا باعث ہے۔ اب اس بات کا جھگڑا نہیں رہتا کہ اگر کوئی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف کرتا ہی جائے اور کرتا ہی رہے۔ رب تعالیٰ اس کو ہزار سال کی عمر دے اور وہ ساری عمر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف کرتا رہے تو رب باری تعالیٰ کبھی ناراض نہیں ہوگا۔ اس سے بڑھ کر رب تعالیٰ کی خوشی کیا ہوگی کہ میں نے جو سرکار دو عالم بنایا ہے ساری کائنات اُس کی تعریف کر رہی ہے۔ مخلوق کی تعریف کرنا دراصل خالق کی ہی تعریف ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رب تعالیٰ کی بنائی ہوئی مخلوق ہیں اگر کوئی یہ کہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے حسین ہیں تو یہ دراصل رب تعالیٰ کی تعریف ہے کہ اُس نے حسین بنایا ہے۔

اے برادر! اُولاد کی تعریف سے ہمیشہ ماں باپ خوش ہوتے ہیں، تصویر کی تعریف سے مصور خوش ہوتا ہے، شاگرد کی تعریف سے استاد خوش ہوتا ہے۔ اگر اولاد کی تعریف پر والدین ناراض ہوں کہ میرے اولاد کی تعریف کیے جا رہے ہیں میری کوئی تعریف نہیں کر رہا۔ مصنف کی کتابوں کی تعریف کریں اور مصنف ناراض ہو جائے کہ میری کتابوں کی تعریف کر رہے ہیں میری کوئی تعریف نہیں کر رہا۔ یہ دماغ کی خرابی کا باعث ہے۔ ورنہ اولاد کی تعریف والدین کی

تعریف ہے اور کتاب کی تعریف دراصل مصنف کی ہی تعریف ہوتی ہے۔اس لئے رب تعالیٰ نے فرمایا"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" ساری تعریفیں رب تعالیٰ کے لئے ہیں۔اس سے ذہن میں یہ سوال آتا ہے کہ رب باری تعالیٰ ساری تعریفوں کا حق دار کیوں ہے۔اس کی کوئی دلیل بھی تو ہوگی۔اس کا رب باری تعالیٰ نے ساتھ ہی جواب دیا۔ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اس لیے کہ میں سارے جہانوں کا رب ہوں۔میں نے سارے جہانوں کو بنایا ہے۔جو کچھ میں نے بنایا ہے اس کو دیکھ لو کہ میں قابل تعریف ہوں یا نہیں۔اے برادر! جو کچھ رب باری تعالیٰ نے بنایا ہے اگر وہ قابل تعریف ہے تو یہ رب باری تعالیٰ کی تعریف ہے کیونکہ ہر شے میں رب باری تعالیٰ کی تعریف ہے۔اگر کسی نے رب باری تعالیٰ کے انبیائے کرام کی تعریف کی تو رب باری تعالیٰ کبھی ناراض نہیں ہوگا اور اسی طرح اگر کسی نے اولیاء اللہ کی تعریف کی تو رب باری تعالیٰ کبھی ناراض نہ ہوگا۔کہ اُس نے ہی تو ولایت دی ہے۔لہٰذا ان کی تعریف رب تعالیٰ کی ہی تعریف ہے۔اسی طرح اگر کوئی ساری عمر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہی تعریف کرتا رہے تو اس سے رب باری تعالیٰ کبھی ناراض نہیں ہوگا۔آقا دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف کوئی جس جس انداز میں کرتا رہے وہ سب (الحمدللہ) کے ضمن یعنی رب باری تعالیٰ کی ہی تعریف ہے کیونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کچھ ہیں وہ رب تعالیٰ کے بنانے سے ہیں۔حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خالق و معمار رب باری تعالیٰ ہے اس لئے ذہن میں یہ سوال پیدا نہیں ہونا چاہیے کے حمد کا لفظ صرف رب تعالیٰ کے لئے ہی جائز ہے۔

مقام محمود اور مقام محمدیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مبالغہ کا صیغہ ہے۔اس کا معنی ہے جس کی بہت زیادہ اور

بار بار تعریف کی جائے۔اور محمود کا معنی ہے کہ جس کی تعریف کی جائے۔ذہن میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ رب باری تعالیٰ! بہت زیادہ تعریف تو تیری ہے۔اسلئے کہ تو خالق ہے۔حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جتنا بھی مرتبہ ہو بہر صورت وہ تیری مخلوق ہیں۔تیرے بھیجے ہوئے رسول اور تیرے مقرب ومحبوب بندے ہیں۔ایمان اور معرفت کے بغیر عقل کے مارے یہ سوچتے ہیں کہ اے اللہ تعالیٰ! محمد تو تیرا نام ہونا چاہیے تھا کیونکہ سب سے زیادہ تو تعریف تیری ہوتی ہے۔اس کا جواب رب باری تعالیٰ بصورت معرفت یہ دیتا ہے کہ ذہن انسانی کا یہ سوال غلط ہے۔میں نے کبھی کوئی نام غلط نہیں رکھا اور میں غلطی سے پاک ہوں۔میں نے اپنا نام محمود اور اپنے محبوب کا نام محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) رکھا ہے تو درست رکھا ہے۔اس لئے کہ میری تعریف ساری مخلوق کرتی ہے۔اگر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی میری تعریف کرتے ہیں تو وہ بھی میری مخلوق ہی ہیں۔جبکہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی تعریف میں بھی کرتا ہوں۔اور ساری مخلوق بھی کرتی ہے۔جس کی تعریف میں کروں یعنی رب تعالیٰ کرے اُس کی تعریف زیادہ ہوگی یا جس کی تعریف صرف تم یعنی مخلوق کرے اُس کی تعریف زیادہ ہوگی۔

اے برادر! حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو محمدیت کا مقام اس لئے ملا کہ رب تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف بیان کرتا ہے۔اگر رب تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف نہ کرتا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقام محمدیت تک نہ پہنچتے۔یہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرائض کا صلہ ہے۔مقام محمود تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نوافل کا صلہ تھا۔مقام محمدیت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرائض کا صلہ ہے۔

اے برادر! اصل بات اس سے بھی بڑھ کر ہے کہ حمد کسی عمل کے صلہ میں نہیں ہوتی بلکہ عمل کے صلہ سے بے نیاز ہے۔اس لئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رب تعالیٰ کی حمد

کرنے والے تو بعد میں بنے لیکن رب تعالیٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اوّل دن سے ہی محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کر دیا۔ جس کی تعریف رب تعالیٰ کر دے اُس کی تعریف حد سے بڑھ گئی۔ یوں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف جب رب باری تعالیٰ نے حد سے بڑھا دی تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف حد سے بڑھانے والے ہم کون ہیں۔ ہم تو خود محدود ہیں۔ محدود کسی کو حد سے کیسے بڑھا سکتا ہے اور ہم تو خود حد میں ہیں۔ ہمارا بیان، فہم و شعور، کلام سب حد میں ہیں۔ ہم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جتنی بھی تعریف کریں حد سے آگے جا ہی نہیں سکتے ہم اُنہیں حد سے بڑھا ہی نہیں سکتے۔ حد سے تو اُس نے بڑھا دیا ہے جس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) رکھا ہے اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نام میں وہ خوبی ہے جو رب باری تعالیٰ نے اپنے نام سبحان میں رکھی ہے۔ سبحان کا معنی پاک ہے یعنی وہ ذات ہر نقص، کمی، کجی اور ہر کمزوری سے پاک ہے۔ اللہ تعالیٰ کی شان سبحانیت کا عکس حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان محمدیت پر ہے۔

یہاں ایک سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ رب باری تعالیٰ تو بروز قیامت اپنے محبوب کی تعریف کرے گا کیا تیرا یہ عمل صرف یوم قیامت کے ساتھ خاص ہے یا یہ کام تو نے پہلے بھی کیا ہے۔ فرمایا مقام قیامت کے دن عطا کروں گا۔ کام پہلے سے کرتا چلا آ رہا ہوں۔ ''وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ ۝ (سورہ نشرح۔4) ''ہم نے آپ کی خاطر آپ کا ذکر بلند کر دیا''۔ یعنی محبوب کی حمد تو میں ہمیشہ سے کرتا چلا آ رہا ہوں اور کام ایک ہی رہا ہے اور عنوان بدلتے رہے ہیں۔ کبھی اس کو وَ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ کے پردے میں سمجھا دیا کبھی عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا کے نام سے اُجاگر کر دیا کہ میں حمد تو اوّل دن سے کر رہا ہوں اور روز قیامت بھی کروں گا۔ حمد کر رہا ہے اس لئے تو نام محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) رکھا ہے اور کبھی اِنَّ

اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ط یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ؀ (تحقیق اللہ اوراس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس نبی پر اے ایمان والوتم بھی ان پر خوب درود بھیجواور خوب سلام بھیجو) کے حکم میں بیان کردیا۔

مسلمانوں کوحضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پاک پر درود شریف پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔مگرلطف یہ ہے کہ قرآن پاک نے بہت سے احکام سنائے ،نماز کا، روزے کا، حج کا،ایمان وغیرہ کا حکم دیامگرکسی جگہ یہ نہ فرمایا کہ یہ کام ہم بھی کرتے ہیں ہمارے فرشتے بھی کرتے ہیں اور مسلمانوں تم بھی کرو۔صرف درود پاک کے لئے اس طرح فرمایا۔وجہ بالکل صاف ظاہر ہے کہ کوئی بھی کام ایسانہیں جو کہ رب باری تعالیٰ کا بھی اور بندے بھی اس کو کریں۔رب باری تعالیٰ کے کام ہم نہیں کرسکتے اور ہمارے کاموں سے رب تعالیٰ بلند و بالا ہے۔رب باری تعالیٰ کا کام ہے پیدا فرمانا، رزق دینا، مارنا، زندگی دینا یہ بندے ہرگز نہیں کرسکتے۔ ہمارا کام ہے عبادت کرنا، اطاعت کرنا وغیرہ۔رب باری تعالیٰ اس سے پاک ہے۔اگرکوئی ایسا کام ہے کہ جو رب باری تعالیٰ کا بھی ہو ملائکہ بھی کرتے ہوں اور مسلمانوں کو بھی اس کا حکم دیا گیا ہو وہ صرف حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجنا ہے۔

اے برادر! جیسے کہ عید کے چاند پر سب کی نظریں جمع ہوجاتی ہیں اسی طرح مدینہ منورہ کے چاند پر ساری مخلوق کی اور رب تعالیٰ کی بھی نظر ہے۔حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات جامع ہے۔

ہے کبھی درود وسلام تو کبھی نعت لب پر سجی رہی غم ہجر میں کبھی رو پڑا کبھی حاضری کی خوشی رہی

اگرچہ رب باری تعالیٰ کا درود ہے رحمت نازل فرمانا۔فرشتوں کا درود ہے دعائے رحمت کرنا مگر تعظیم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب میں مشترک ہے۔

ایک نکتہ اس آیت میں اوّلاً تو خبر دے دی کہ ہم ہر آن اور ہر وقت رحمتوں کی بارشیں برساتے ہیں اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور پھر ہم کو حکم دیا کہ تم بھی ان پر درود پڑھو یعنی ہم سے ان کے لئے رحمت مانگو، مانگی وہ چیز جاتی ہے جو پہلے سے حاصل نہ ہو تو جب ہمارے بغیر مانگے رحمتیں اتر رہی ہیں پھر مانگنے کا حکم کیوں دیا۔

وجہ یہ ہے کہ فقیر جب کسی کے دروازے پر مانگنے جاتا ہے تو گھر والے کی اولاد اور مال کی دعائیں مانگتا ہوا جاتا ہے کہ مالک کا گھر آباد، بچے دراز عمر ہوں، مال سلامت رہے تو مالک سمجھ جاتا ہے کہ یہ تہذیب والا بھکاری ہے مانگنا جانتا ہے۔ مگر ہمارے بچوں کی سلامتی اور خیر مانگ رہا ہے اور اس آیت میں حکم دیا گیا ہے کہ اے مسلمانو! جب تم ہمارے یہاں کچھ مانگنے کے لئے آؤ تو ہم اولاد سے پاک ہیں مگر ہمارا ایک حبیب ہے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس کی اس کے اہل بیت واصحاب کی خیر مانگتے ہوئے اوان کو دعائیں دیتے ہوئے آؤ تو جن رحمتوں کی اُن پر بارش ہو رہی ہے۔ اس کا تم پر بھی ایک چھینٹا مار دیا جائے گا، تمہارا بھلا ہو جائے گا۔ درود پڑھنا حقیقتاً رب باری تعالیٰ سے مانگنے کی ایک ترکیب ہے۔

اس آیت میں مسلمانوں کو متنبہ فرمایا گیا ہے کہ اے درود پڑھنے والو یہ خیال نہ کرنا کہ ہمارے محبوب پر ہماری رحمتیں تمہارے درود پڑھنے پر موقوف ہیں۔ ہمارا محبوب تمہارے درود کے حاجت مند ہیں۔ تم درود پڑھو یا نہ پڑھو ان پر ہماری رحمتیں برابر برستی رہتی ہیں۔ تمہاری پیدائش اور تمہارا درود شریف پڑھنا تو کل کی بات ہے تم تو درود شریف کل سے پڑھ رہے ہو۔ اُن پر رحمتوں کی بارش تو جب سے ہو رہی ہے جبکہ جب اور کب بھی نہ بنا تھا۔ جہاں وہاں، کہاں سے پہلے ان پر رحمتیں ہیں۔ تم سے دعا منگوانا تمہارے بھلے کے لئے ہے۔ جب رب باری تعالیٰ ہماری حمد وثناء کا حاجت مند نہیں کہ وہ محمود ہے اور خواہ کوئی حمد کرے یا نہ کرے۔ ایسے ہی حضور نبی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کسی کی نعت خوانی کے حاجت نہیں وہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں خواہ کوئی ان کی نعت پڑھے یا نہ پڑھے۔ حمد الٰہی کے لئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کافی اور نعت مصطفیٰ کے لئے رب باری تعالیٰ کافی ہے۔

اسی وجہ سے ہر دعا کے اوّل وآخر میں درود شریف پڑھنا ضروری ہے اور اگر کوئی شخص تمام دعائیں چھوڑ دے اور صرف درود پاک ہی پڑھا کرے تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ میں اور رب تعالیٰ کے چاہنے سے کسی دعا کی ضرورت ہی نہ پڑے گی تمام حاجتیں خود بخود پوری ہوں گی۔

اے برادر! محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور محمود کے اس معنی اور اس ربط کو سب سے پہلے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت ابو طالب نے اپنے اشعار میں بیان کیا پھر اسے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اپنے اشعار میں بیان کیا ہے۔ کتب احادیث وتفسیر میں یہ شعران دونوں حضرات سے منسوب آیا ہے۔

وَشَقَّ لَهٗ مِنِ اسْمِهٖ لِيُجِلَّهٗ　　　فَذُو الْعَرْشِ مَحْمُوْدَ وَهٰذَا مُحَمَّد

(بخاری، التاریخ التفسیر۔38۔حسان بن ثابت دیوان۔ص:54)

میدانِ حشر، مقام محمود اور شفاعت کبریٰ

مقام محمود ہی درحقیقت وہ مقام ہے جہاں سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شفاعت کبریٰ فرمائیں گے۔ جملہ مخلوق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف کرے گی۔ ذرا چشم تصور میں لائیں کہ کیسا عظیم الشان مقام ہوگا۔ جب شان محمدیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کامل ظہور ہوگا اور جملہ اولین وآخرین حمد وثنائے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کر رہے ہوں گے۔ کرم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تجلیاں افزوں تر ہوں گی۔

اے برادر! تمام اہل محشر تو پل صراط سے گزرنے میں مشغول ہوں گے مگر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شافع محشر پل صراط کے کنارے کھڑے کمال گریہ وزاری سے اپنی عاصی وگنہگار اُمت کی نجات کی فکر میں ڈوبے ہوئے اپنے خالق و مالک سے دعا کر رہے ہوں گے (رب سلم، رب سلم) پروردگار عالم، پروردگار عالم۔انہیں سلامتی وعافیت سے پار لگادے۔ مولا! ان خطا کاروں کو بچالے انہیں اپنے دامن عفو وکرم میں پناہ عطا فرمادے۔اے احکم الحاکمین تجھے تیری رحمت کا واسطہ ان عاصیوں اور سیاہ کاروں اور بدکاروں کو نجات عطا فرما۔نفسا نفسی کا عالم ہوگا۔باپ بیٹے سے بھاگ رہا ہوگا اور بیٹا باپ کو نہیں پہچانتا ہوگا۔جن سے کچھ توقع اور اُمید ہوگی وہ سب بیگانے ہو چکے ہوں گے۔ہاتھ پاؤں اور جسمانی طاقت جواب دے گئی ہوگی۔ٹوٹی ہوئی کمریں اور اوپر سے گناہوں کا بوجھ عجیب ندامت کا سماں ہوگا کوئی پھسلے تو سنبھلنا کیسا۔اس کیفیت کو رب تعالیٰ نے یوں بیان فرمایا۔

فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ ○ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ○ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ ○ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ ○ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ ○ (عبس۔33 تا37)

ترجمہ:۔ پھر کان پھاڑ دینے والی آواز آئے گی۔اُس دن آدمی اپنے بھائی سے بھاگے گا۔اور اپنی ماں اور باپ سے (بھی)۔اور اپنی بیوی اور اپنی اولاد سے (بھی)۔اس دن ہر شخص کو ایسے (پریشان کن) حالات لاحق ہوں گے جو اسے (ہر دوسرے سے) بے پروا کردیں گے۔

اے برادر! اب تمام اوّلین وآخرین کا بار حضور نبی کریم شافع محشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کندھوں پر آن پڑے گا۔ایک اکیلی جان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوگی اور جہان بھر کا سامان ہوگا۔اس پورے منظر نامہ میں یوم حشر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام مقامات کا دورہ فرمائیں گے۔میزان قائم ہوگی، نامۂ اعمال کھولے جا رہے ہوں گے۔ایک ہنگامہ برپا ہوگا

اور وہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس کے اعمال حسنہ میں کمی دیکھیں گے اس کی شفاعت فرما کر نجات دلوائیں گے۔ پھر وہاں سے پل صراط پر رونق افروز ہوں گے اور گرتوں کو تھام رہے ہوں گے اور کبھی دیکھنے والے دیکھیں گے کہ حوضِ کوثر پر تشریف فرما ہیں اور پیاسے لبوں کو سیراب فرما رہے ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان تینوں مقامات پر تشریف فرما ہونے کی وضاحت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان سے ہوتی ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قیامت کے دن شفاعت کا سوال کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں شفاعت کرنے والا ہوں۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہاں تلاش کروں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سب سے پہلے مجھے پل صراط پر ڈھونڈنا۔ میں نے عرض کیا۔ اگر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پل صراط پر نہ مل سکوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پھر مجھے میزان کے پاس تلاش کرنا۔ میں نے عرض کیا اگر میں میزان کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہ مل سکوں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر تم سے میری میزان پر بھی ملاقات نہ ہو سکے تو پھر حوض کوثر کے پاس میں ہوں گا اور میں ان تین مقامات سے ادھر اُدھر نہیں ہوں گا۔ (ترمذی)

اس حدیث سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ روزِ محشر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی ایک مقام پر تشریف فرما نہیں رہیں گے بلکہ مختلف مقامات پر تشریف لائیں گے۔ کیوں؟ اس کی حکمت اور ضرورت یہ ہے کہ جن جن مقامات اور مراحل پر اُمت کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دست گیری اور نظر کرم کی ضرورت ہوگی وہاں وہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رب باری تعالیٰ کی توفیق اور رضا کا دامن تھام کر تشریف فرما ہوں گے۔ کبھی حوضِ کوثر پر اپنے چاہنے والوں کو

جام پلائیں گے، کبھی پل صراط سے گزرتے وقت گنہگاروں کا ہاتھ تھامیں گے۔ اور کبھی جہنم میں جانے والوں کو عذاب الٰہی سے نجات دلا رہے ہوں گے۔ اس نفسا نفسی کے عالم میں صرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ہوگی جو رب تعالیٰ کے خصوصی اذن سے اُس کی مخلوق میں بخشش و مغفرت اور رب باری تعالیٰ کے کرم وعطا کی خیرات تقسیم کر رہی ہوگی۔

اے برادر! اگر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ہی جگہ پر جلوہ افروز رہتے تو نہ جانے میزان پر آفت رسیدوں اور غم زدوں پر کیا گزرتی۔ کون سا پلہ بھاری ہو جائے۔ اگر کرم نہ فرمائیں تو یہ بے کس و بے چارے بے یارو مددگار رہ جائیں گے۔ غرضیکہ ہر جگہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام کی دہائی ہوگی۔ ہر شخص عام وخاص آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کو پکار رہا ہوگا کیونکہ یہاں رونے والوں کے آنسو پونچھنے والے اور دوزخ میں جلنے والوں کو آگ سے نکالنے والے صرف حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہوں گے۔ اسی پکار، فریاد اور دادرسی کے عالم میں ایک مقام ایسا بھی آئے گا جہاں رب باری تعالیٰ ابد سے ازل تک کے تمام انسانوں اور جملہ امتوں کو اُن کے انبیاء کے ساتھ اکٹھا فرمائے گا۔ سب کے لبوں پر رب باری تعالیٰ کی حمد اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف وتوصیف ہوگی اور پھر اسی منظر میں رب باری تعالیٰ اپنے محبوب اور ہمارے آقائے نامدار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے ساتھ عرش پر جلوہ نمائی کا حکم دے گا۔ یہی مقام ''مقام محمود'' ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی مقام محمود پر فائز ہو کر اوّلین وآخرین کو شفاعت سے فیضیاب فرما رہے ہوں گے۔

اولیاءاللہ کی شان

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَـآءَ الـلّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ o اَلَّـذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ o لَهُـمُ الْبُشْـرٰى فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِى الْاٰخِرَةِ ط لَا تَبْـدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ط ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ o (پارہ۔10۔آیت62تا64)

ترجمہ:۔سن لو بے شک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ غم۔وہ جو ایمان لائے اور پرہیزگاری کرتے ہیں انہیں خوشخبری ہے دنیا کی زندگی میں۔اللہ کی باتیں بدل نہیں سکتیں یہی بڑی کامیابی ہے۔

یہ آیات کریمہ اللہ کے نیک بندوں کی شان کے بارے میں ہے۔جس میں اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا میں ہی خوشخبری سنادی ہے۔

جس مضمون کے انکار کا احتمال ہو وہاں عربی میں اَلا یا اِنَّ یا ھَا وغیرہ حروف تنبیہ لائے جاتے ہیں۔چونکہ رب باری تعالیٰ کو علم تھا کہ اولیاء اللہ کے فضائل وکمالات ان کے مراتب ودرجات ان کی قدرت واختیارات ان کے مناقب کے بہت سے منکر پیدا ہونے ہیں۔لہٰذا اس مضمون کو دو حروف تاکید سے شروع فرمایا۔اَلَآ اِنَّ یعنی خبردار، بے شک، تحقیق اولیاء ولی کی جمع ہے۔ولی کے چند معنی ہیں مثلاً قریب، دوست، ناصر و مددگار۔اس جگہ ولی بمعنی قریب ہے یا بمعنی ناصر یا بمعنی دوست یعنی رب باری تعالیٰ سے قربت رکھنے والے، رب کے دوست یا اللہ کے دین کے مددگار۔اللہ کے دوست اولیاء اللہ کہلاتے ہیں۔جنہیں رب باری تعالیٰ نے منتخب فرمایا اور شیطان کے دوست جنہیں شیاطین یا ہمارے نفس نے منتخب کیا وہ ہیں اولیاء الشیاطین یا اَوْلِيَـآءُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ یا پھر حزب الشیطان کہلاتے ہیں۔قرآن پاک نے اَوْلِيَآءُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ کی

سخت مذمت فرمائی اوران کے ماننے والوں کو کافر بتایا اور اولیاء اللہ کے مناقب بیان کئے ۔ یہ آیت مبارکہ اولیاء اللہ کے مناقب ومحامد کی ہے۔اس لئے فرمایا کہ اولیاء اللہ تا کہ اولیاء شیاطین نکل جائیں۔ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ آئندہ نقصان کے خطرے کوخوف اور گزشتہ نقصان کے رنج کوغم کہا جا تا ہے یعنی اولیاء اللہ کو نہ آئندہ کا خوف ہے اور نہ گزشتہ کا غم۔وہ حضرات ان دونوں چیزوں سے دور ہیں ۔بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ اولیاء اللہ بے خوف کیسے ہوسکتے ہیں ۔خوف تو ایمان میں داخل ہے۔ایمان خوف وامید پر موقوف ہے۔رب باری تعالیٰ کا ڈر خرابی خاتمہ کا اندیشہ سب کو ہے تو اے دوستو یہ حکایت پڑھو امید ہے سمجھ آجائے گی۔

ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر میں فرمایا ہے کہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک تیلن پوچھا کرتی تھی کہ آپ کی داڑھی اچھی ہے یا میرے بیل کی دم۔تو آپ فرماتے کہ مائی اگر بوقت موت میں ایمان سے پھسل گیا تو تیرے بیل کی دم میری داڑھی سے کہیں بڑھ کر اچھی کہ پھر جہنم میرے لئے ہے کہ نہ تیرے بیل کے لئے اگر بوقت موت میرا خاتمہ بالخیر ہوگیا تو میری داڑھی تیرے بیل کی دم سے کہیں بڑھ کر اچھی ہے۔حضرت بایزید بسطامی سلطان العارفین مگر انہیں بھی اتنا ڈر ہے اور پھر اس آیت کے کیا معنی۔

جواب۔اس اعتراض کے چند جواب ہیں ایک یہ کہ خوف دوطرح کا ہے۔مضر اور مفید۔یہاں نقصان دہ خوف کی نفی ہے نہ کہ فائدہ مند خوف کی۔اس لئے عَلَيْهِمْ ارشاد ہوا نہ کہ لَهُمْ عَلٰی نقصان کے لئے آتا ہے نیز اکثر خوف الٰہی کو خشیت کہا جاتا ہے۔ لَرَءَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ (الحشر۔21) یا جیسے اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا (فاطر۔28)۔ مضر خوف زدہ جو رب باری تعالیٰ سے غافل کردے۔اگر کوئی سردی کے خوف یا دنیاوی نقصان کے ڈر سے نماز ادا نہ کرے یا مسجد میں نہ جائے یا روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ

سے دور رہے۔ ملازمت کے خوف سے داڑھی نہ رکھے یہ نقصان دہ خوف ہے اور اس کی یہاں نفی ہے۔ یعنی اولیاء اللہ پر ان چیزوں کا خوف کبھی طاری نہیں ہوتا۔ وہ کسی سے ڈریں تمام عالم کی چیزیں تو ان سے ڈرتی ہیں۔ حضرات اولیاء شیر پر سواری کریں۔ ان کے نام سے جن وشیاطین بھاگیں۔ حضرت ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام تھے۔ شیر نے انہیں راستہ بتایا اور ان کے آگے فرمانبردار کتے کی طرح دم ہلاتا ہوا چلا۔ جب عالم کی سب چیزیں ان سے کانپیں تو ان پر کسی کا خوف ہو وہ حضرات کلمہ حق فرمانے میں کسی سے نہیں ڈرتے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اکبر کے خودساختہ دین الٰہی کو پاش پاش فرمادیا۔ انہوں نے بادشاہ وقت سے خوف نہ کیا بلکہ آخرکار سب ان کے مطیع ہوئے۔ یہ اولیاء اللہ دنیا میں ایسے کام کرتے ہی نہیں جس سے آخرکار انہیں غم وحسرت ہو کیونکہ ان کا ایک ایک لمحہ یاد الٰہی میں گزرتا ہے۔ انہیں لہو ولعب یا ناجائز باتوں کے لئے وقت ہی نہیں ملتا۔ پھر انہیں غم والم کیسا۔ ایک حکایت پیش خدمت ہے جو کہ مثنوی شریف میں ہے۔

حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہ ایک دن اپنے عقیدت مندوں کے ساتھ ذکر ومراقبہ فرمارہی تھیں سارا دن ہی مراقبہ اور ذکر واذکار چلتا رہا۔ جب آپ نے مراقبہ اور ذکر کو ختم فرمایا تو آپ کے پاس کچھ ستو تھے وہ آپ نے گلاس میں یا پیالہ میں ڈال کر اُنگلی سے ہلا کر پی لئے۔ آپ کے قرب ہی ایک عقیدت مند بیٹھا ہوا تھا اُس نے عرض کیا یا حضرت آپ ستو کیوں پی رہی ہیں۔ آپ روٹی پکا کر کھائیں۔ صبح سے آپ نے کچھ نہیں کھایا۔ فرمانے لگی کے ستو پینے سے سانس کو حرکت نہیں ہوتی اس لئے ستو پیئے ہیں اگر میں روٹی کھانے میں لگ جاتی تو اُس کو تیار ہونے کے لئے ایک دو گھنٹے لگ جاتے لیکن مجھے ذکر اللہ سے ایک لمحہ بھی غافل رہنا گوارہ نہیں ہے۔ جن کو کھانے کے لئے بھی وقت نہیں ہے تو ناجائز باتوں کے لئے وقت کیسے ملے گا۔ پھر انہیں غم والم

کیسا۔

دوسرا یہ کہ یہ آیت مبارکہ قیامت کے متعلق ہے۔ یعنی اس دن سب کو آئندہ حساب کتاب کا خوف، پل صراط، جہنم، غضب الٰہی کا خوف ہوگا اور اپنی گزشتہ برباد شدہ زندگی کا غم و ندامت مگر اولیاء اللہ ان دونوں سے آزاد۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ یہاں اولیاء اللہ فرمایا گیا ہے نہ کہ انبیاء اللہ۔ کیونکہ اس دن سوائے اولیاء اللہ کے سب ہی کو خوف ہوگا۔ عام مسلمانوں کو بھی اور انبیائے کرام کو بھی۔ سب کو اپنی اپنی جان کا اور انبیاء کرام کو جہاں کا۔ ان کی امت سے جو جہنم میں پہنچے ان کا غم اور باقی امتیوں پر خوف۔ اسی لئے اس دن حضرات پل صراط پر (رب سلم، رب سلم) پکاریں گے مگر اولیاء اللہ کو نہ اپنا خوف و غم نہ دوسروں کا یہ حضرات شفاعت کے ذمہ دار نہیں

(تفسیر روح البیان)

حدیث پاک میں ارشاد ہوا کہ قیامت کے دن میری امت کے اولیاء پر انبیاء کرام رشک کریں گے۔ جیسے بادشاہ اپنی ذمہ دارانہ زندگی میں کسی آزاد غریب کی زندگی پر رشک کرے کہ اس کی کیسی آزاد زندگی ہے۔ ایسے ہی انبیاء رشک کریں گے۔ اور پھر ان حضرات کو اپنے حساب کا بھی خوف نہیں کیونکہ قیامت میں ہم لوگ تو حساب دینے جائیں گے اور یہ رب باری تعالیٰ سے اپنا حساب لینے۔ مثال کے طور پر جب مالک کی امانت سے زیادہ مالک کے کام میں خرچ کر چکا ہو تو وہ اس سے حساب لیتا ہے اور اگر برابر یا کم خرچ کیا تو وہ مالک کو حساب دیتا ہے۔ جن پر چالیسواں حصہ زکوٰۃ، پانچ نمازیں وغیرہ فرض تھیں اور انہوں نے اس قدر یا اس سے کم ادا کیں وہ تو رب باری تعالیٰ کو حساب دیں گے مگر جنہوں نے اپنا سب کچھ یعنی حضرت صدیق و فاروق و عثمان اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے راہِ خدا ہی میں لٹا دیا اور زندگی کا ہر شعبہ اس کی اطاعت میں وقف کر دیا وہ اپنا حساب رب باری تعالیٰ سے لیں گے۔ ان کے لئے حساب کا دن بڑی خوشی

کا دن ہوگا۔اس لئے ارشاد ہوا لَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ ۝ ۔وہ حضرات دامن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ایسے آرام سے سوئیں گے کہ فتنہ ہائے قیامت کی بالکل خبر نہ ہوگی۔

ڈھونڈتے ہی رہے اسے صدر قیامت کے سپاہی
جو حضور کے دامن میں چھپا وہ کسی کو کیا ملا

اے برادر! حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب کے حساب کی تمام عالم کی فکر ایک مرتبہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیامت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہاں تلاش کیا جائے۔فرمایا میزان پر، صراط یا کوثر پر۔ میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان کبھی سجدے میں رو رو کر شفاعت فرما رہے ہیں۔کبھی پل صراط پر گرتوں کو سنبھال رہے ہیں کبھی گنہگاروں کے گناہوں کے پلڑے ہلکے فرما رہے ہیں۔کوئی دامن پکڑ کر مچل گیا، کوئی بے کس پکار رہا ہے کہ محبوب خدا ادھر آیئے ورنہ میں چلا۔کوئی اُن کا منہ تک رہا ہے، کسی کو فرشتے جہنم میں لے چلے ہیں اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیچھے مڑ مڑ کر دیکھ رہا ہے۔غرض کہ ایک جان ہے اور فکر جہان ہے۔مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے قیامت کا نقشہ کچھ یوں کھینچا ہے کہ

کوئی قریب ترازو کوئی لب کوثر
کوئی صراط پہ ان کو پکارتا ہوگا
کسی کے پلہ پہ ہوئیں گے وقت وزن عمل
کوئی امید سے منہ ان کا تک رہا ہوگا
کسی طرف سے صدا آئے گی حضور آؤ
نہیں تو دم میں غریبوں کا فیصلہ ہوگا
کسی کو لے چلیں گے فرشتے سوئے جہنم
وہ ان کا راستہ پھر پھر کے دیکھتا ہوگا
عزیز بچہ کو ماں جس طرح تلاش کرے
خدا گواہ ہے یہی حال آپ کا ہوگا

اے برادر! یہ تو قیامت کا حال ہے دنیا میں کرم کا یہ حال ہے کہ سب گنہگار رات بھر سوتے ہیں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گنہگاروں کے لئے رات رات بھر نیند قربان کر کے روتے ہیں اور ایک ایک رکعت پڑھتے پڑھتے گنہگاروں کے لئے دعا مانگتے مانگتے صبح کر دیتے ہیں۔ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْلَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْم (سورۂ مائدہ۔آیت 118)

ترجمہ:۔ اے مولا اگر میرے گنہگاران امت کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر اپنی بخشش دے تو تو غالب اور حکمت والا ہے۔

ذرا غور کرو کہ جو ساری امت کے والی ہیں جن پر ہمارے ماں باپ فدا ہیں اور وہ امت کی فکر میں ہیں اور اولیاء اللہ گنہگاروں کو رب کی بارگاہ تک پہنچا کر بے فکر ہو گئے۔ اس لئے ارشاد ہوا۔ اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○ اور اس جملہ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ میں ولی کی دو پہچانیں بیان ہوئی یعنی وہ سچے مومن بھی ہوتے ہیں اور پرہیز گار بھی۔ ایمان اور تقویٰ کے تین درجے ہیں۔ اور ولائیت کے تین درجے ہیں۔ ولایت عوام، ولایت خاص، ولایت اخص الخاص۔ یہ ایمان کی حقیقت ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالیقین سے ماننا، اس میں ساری باتیں آگئیں۔ جس نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صحیح طور سے مان لیا اس نے رب باری تعالیٰ کو، قرآن پاک کو، قیامت، جنت و دوزخ سب کو ہی مان لیا۔ یقین کے بھی تین درجے ہیں۔ علم الیقین، عین الیقین، حق الیقین۔ یعنی سن کا یقین کرنا یہ علم الیقین ہے، دیکھ کر یقین کرنا عین الیقین ہے اور اپنا آپ فنا کر کے حق الیقین ہے۔ جس طرح کسی نے سن کر یقین کیا کہ آگ گرم ہے کبھی اسے دیکھا نہیں اس کا یقین کر رہا ہے۔ اس کا یقین علم الیقین ہے اور دوسرا آگ کے پاس بیٹھا ہو اور اس کی گرمی محسوس کرتے

ہوئے اس کا یقین کر رہا ہے اس کا یقین عین الیقین ہے۔ تیسرا جس نے اپنے آپ کو آگ میں ڈال کر فنا فی النار ہو کر گرمی کا یقین کیا اس کا یقین حق الیقین ہوا۔

پہلا یقین تو ہر مسلمان کو ہے کہ اس پر ایمان کا دارومدار ہے اور یہ ایمان کا پہلا درجہ ہے۔ دوسرا یقین خاص حضرات کو ہے یہ یقین حاصل کرنے کے لئے حضرت خلیل علیہ السلام نے بارگاہِ رب باری تعالیٰ میں عرض کیا تھا رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی ۔تیسری قسم کا یقین فنا فی اللہ الرسول کو حاصل ہوتا ہے۔ جب ولی اس درجہ میں پہنچ جاتا ہے تو اس کا یہ حال ہوتا ہے کہ رب باری تعالیٰ کھلاتا ہے تو وہ کھاتے ہیں پلاتا ہے تو پیتے ہیں اور وہ بلواتا ہے تو بولتے ہیں ورنہ خاموش رہتے ہیں۔ ''مشکوۃ باب الذکر'' میں ایک حدیث قدسی ارشاد ہوئی ہے کہ رب باری تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے ولی کے ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ چھوتا ہے، میں اس کی آنکھ، زبان ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا اور بولتا ہے۔

اے پیارے! اس حال میں پہنچ کر بعض حضرات اَنَا الْحَقُّ کہہ گئے اور بعض سُبْحَانِیْ مَا اَعْظَمَ شَانِیْ فرما گئے۔ اسی وجہ سے جب جنگ بدر میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خاک کی مٹھی کفار پر پھینکی تو رب باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے محبوب وہ خاک تم نے نہ پھینکی بلکہ ہم نے پھینکی وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی (الانفال 17)۔

تقویٰ کے معنی ہیں ڈرنا یا بچنا اس کے بھی تین درجے ہیں۔ تقویٰ عوام، تقویٰ خاص اور تقویٰ اخص الخواص۔ ناجائز چیزوں سے بچنا عوام کا تقویٰ ہے اور شبہات سے بچنا خواص کا تقویٰ ہے مگر ماسوائے رب باری تعالیٰ کے ہر ایک سے علیحدہ ہو جانا اخص الخواص کا تقویٰ ہے۔ جو چیز رب باری تعالیٰ سے غافل کرے اس سے دور بھاگنا، اس کو رفع کر دینا مردوں کا کام ہے۔

حکایت: حضرت ابراہیم ابن ادھم سلطنت بخارا چھوڑ کر مکہ معظّمہ پہنچے اپنے والد ادھم

سے ملاقات کی۔ محبت پدری نے جوش مارا، لخت جگر کو سینے سے لگایا تو ندا آئی کہ اے ادھم جس دل میں ہماری محبت ہو کیا اس میں کسی اور کی بھی گنجائش ہے۔ عرض کیا یارب باری تعالیٰ میرے فرزند کو موت دے دے۔ اے پیارے! اب یہ خیال نہیں کہ یہ لخت دل ہے اور بے قصور ہے اب تو یہ لحاظ ہے کہ اس وقت میرے اور محبوب کے درمیان ایک آڑ ہے اسے پھاڑ کر ہٹادو۔

سلطان الاولیاء حضرت محبوب الٰہی نظام الدین بدایونی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا کہ ایک شیخ دریا کے کنارے رہتا تھا اس نے اپنی عورت کو کہا کے دریا کے پار ایک درویش بیٹھا ہے اسے کھانا کھلا آ۔ عورت نے عرض کیا مجھے کچھ عذر نہیں مگر رات اندھیری ہے اور دریا بیچ میں ہے کوئی کشتی بھی نہ ملے گی اسے کیسے پار کروں۔ فرمایا کہ دریا سے کہہ دینا کہ میں اس کی بھیجی ہوئی آئی ہوں جو تیس سال اپنی بیوی کے پاس نہ گیا عورت کو سخت تعجب ہوا کیونکہ حضرت صاحبِ اولاد تھے مگر باادب تھی کچھ نہ بولی بلکہ چل پڑی۔ دریا سے یہی کہا۔ دریا میں قدرتی طور پر خشک راستہ نمودار ہو گیا۔ دریا کے پار جا کر بزرگ کو کھانا کھلایا۔ جب واپس ہوئی تو بزرگ نے کہا دریا سے کہہ دینا کہ میں اس کی خدمت سے آرہی ہوں جس نے کبھی کچھ نہ کھایا۔ اب تو اس عورت کا تعجب اور بھی بڑھ گیا کہ ابھی میرے سامنے کھانا کھایا ہے اور یہ فرمارہے ہیں کہ جس نے کبھی کچھ نہ کھایا مگر خاموش ہی رہی۔ دریا سے یہی کہا پھر راستہ نمودار ہو گیا۔ ایک دن عورت نے اپنے خاوند سے عرض کیا کہ اس دن آپ کے اور اس بزرگ کے کلام میں کیا راز تھا۔ فرمایا کہ ہم لوگ اپنے نفس کے لئے کچھ نہیں کرتے جو کچھ کرتے ہیں رب باری تعالیٰ کے لئے کرتے ہیں۔ اس لئے ہمارے فعل ہماری نسبت سے کالعدم ہیں۔ تقویٰ کی یہ حقیقت ہے۔ اس لحاظ سے یہ ارشاد ہوا اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ (یونس۔63) جیسا ایمان وتقویٰ ویسی ہی ولایت۔ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِى الْاٰخِرَةِ (یونس۔64) بشریٰ میں چند احتمال ہیں۔ یا تو

یہ بمعنی اسم مفعول ہے (مبشر بہ) خوشی کی چیزیں یعنی دارین میں حقیقی خوشی اولیاء اللہ کو ہی حاصل ہے۔ ان کا دل دنیاوی تفکرات کا اثر نہیں لیتا۔ ان کے لئے یہاں تفکرات مثل دریا کے پانی کے ہیں۔ اس لئے مولانا روم مثنوی میں فرماتے ہیں کہ

آب در کشتی ہلاک کشتی است　　　آب اندر زیر کشتی پشتی است

ترجمہ۔ ان کے قلوب تیرنے والی کشتی کہ اگر دریا پر کشتی رہے تو محفوظ اور اگر کشتی پر دریا غالب ہیں

اے برادر! عشق خدا اور عشق رسول نے ان کے دل میں غم وفکر کی جگہ ہی نہ چھوڑی۔ جس گھر میں مالک نہ ہوں وہاں بلائیں رہتی ہیں مگر جو گھر مالک سے آباد اور روشن ہو اس میں کوئی اور کیسے رہ سکتا ہے۔ ان کی نظروں کے سامنے تصور یار ہے جس سے ان کی نگاہ دوسری طرف اٹھتی ہی نہیں۔

تفسیر روح البیان میں ہے کہ ایک شخص نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خواب میں زیارت کی۔ عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث مبارکہ سنی ہے کہ مومن کی جان ایسی بے تکلیف نکالی جاتی ہے جیسے خمیرے آٹے سے بال کیا حدیث صحیح ہے۔ فرمایاہاں۔ عرض کیا کہ قرآن کریم نے تو جان کنی کی سخت شدت اور دشواری بیان کی ہے۔ كَلَّا اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ وَقِيْلَ مَنْ رَّاقٍ وَّظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِنِ الْمَسَاقُ (القیامہ۔ 26تا30) تو اس حدیث وآیات میں مطابقت کیسے ہو۔ فرمایا کہ سورۂ یوسف پڑھو وہاں اس کا جواب مل جائے گا۔ اس نے بیدار ہو کر بار بار سورۂ یوسف پڑھی مگر جواب سمجھ میں نہ آیا۔ مجبور ہو کر ایک عالم وقت کی خدمت میں حاضر ہوا اور سارا ماجرا بیان کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ سورۂ یوسف کی آیت 31 میں تیرے سوال کا جواب ہے۔ یعنی مصر کی عورتوں کی زلیخا نے دعوت کی۔ کھانے کے

بعدان کے ہاتھوں میں لیموں اور چھری دے دی اور پھر رخ یوسف سے نقاب اٹھا کر حسن خداداد کی جھلک دکھا کر کہا اب لیموں کاٹو انہوں نے بے خودی میں بجائے لیموں کے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے اور بولیں کہ سبحان اللہ یہ حسن انسانی نہیں بلکہ فرشتہ ہے۔ دیکھو ان عورتوں کے ہاتھوں پر چھری چلی ہاتھ کٹا، خون بہا، درد بھی ہوا مگر جمال یوسفی میں ایسی محو ہو گئیں کہ نہ تو ہائے وائے نہ کی درد کی شکایت نہ تکلیف کا احساس بلکہ حال یہ تھا کہ ہاتھ کٹ رہا ہے اور حسن یوسفی کی مداح خوانی کر رہی ہیں اور ایسے ہی مرد صالح کو بوقت نزع جمال مصطفائی کی زیارت ہوتی ہے۔ تب نقشہ کچھ اس طرح کا ہوتا ہے کہ جان نکل رہی ہے اور سامنے جمال مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اور مرنے والا دیکھ کر کہہ رہا ہے کہ تیرے جمال پر قربان، تمہارے کمال کے صدقے، تمہارے خدو خال پر فدا، تمہارے بنانے والے رب باری تعالیٰ پر قربان۔ تیری گفتار پر صدقے، تیری رفتار پر فدا۔ غرض کہ مرنے والا ان پر قربان ہوتا رہا اور جان نکل گئی۔ اسے محسوس بھی نہ ہوا۔ قرآن پاک نے اس واقعہ کی تکلیف کا ذکر فرمایا اور حدیث پاک نے احساس کی نفی کی۔ دونوں میں مخالفت نہیں ہے یہ تو زندی موت کا حال تھا کہ کچھ تو قبروں میں مر کر جاتے ہیں اور کچھ ابدی حیات لے کر جاتے ہیں۔ جو ابدی حیات لے کر جاتے ہیں وہ اولیاء اللہ ہیں جن کو رب باری تعالیٰ کھلاتا بھی ہے اور پلاتا بھی ہے۔

حضرت جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''عشرۃ الصدور بادعض موتا والقبور'' میں ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک رب باری تعالیٰ کی ولیاء جو وصال فرما گئی تو اس کے جنازہ میں ایک عادی کفن چور بھی شامل ہو گیا اور اپنی عادت کے مطابق جب قبرستان سے سب لوگ چلے گئے تو وہ بھی حسب عادت یعنی چوری کی نیت سے کفن چوری کرنے کیلئے آپ کی قبر پر چلا گیا اور جب اُس نے مٹی ہٹا کر کفن کھینچنے کے لئے ہاتھ ڈالا تو اُس اللہ کی ولیاء نے اس

کا ہاتھ پکڑ لیا تو وہ گھبراہٹ میں اپنا ہاتھ کھینچنے لگا جیسے جیسے وہ ہاتھ کو کھینچتا اُتنا ہی ہاتھ اور نیچے ہوتا جاتا۔ یہاں تک کہ قبر میں لٹک اور اٹک کے رہ گیا اور رونے لگا فریاد کرنے لگا کے اے اللہ کی ولیاء مجھے معاف کر دے۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ آج کے بعد کبھی بھی کفن چوری نہیں کروں گا۔ آپ صاحب دل ہیں میرے دل میں جو کچھ ہے وہ آپ کو پتہ ہے میں سچے دل سے توبہ کرتا ہوں آپ مجھے معاف فرمادیں۔ ندا آئی کہ معاف تو ہم نے تجھ کو اس وقت ہی کر دیا تھا جب تم نے ہمارا جنازہ پڑھا تھا لیکن یہ بھی بتانا تھا کہ ہر کوئی یہاں مر کر نہیں آتا۔ کوئی اپنے رب کو راضی کر کے بھی آتا ہے اور زندگی لے کر بھی آتا ہے۔ رہی یہ قبر یہ تو دیدار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جگہ ہے اور رہی قیامت تو یہ اولیاء اللہ اس دن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دامان امن وامان میں ہوں گے۔ اگلی خبریں ان کے لئے دنیاوی بشارت تھیں اور یہ اخروی بشارت یا دنیاوی بشارت سے اچھی خوابیں یا کشف والہام مراد ہے۔ حدیث پاک میں ارشاد ہوا۔ اچھی خوابیں نبوت کا چالیسواں حصہ ہیں کہ زمانہ نبوت 23 سال اور اس سے پہلے سچی خوابیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھ ماہ آئیں اور بشارت آخرت فرشتوں کا بشارت دینا ان کا سلام پیش کرنا ہے یا دنیاوی بشارت سے دنیا میں نیک نامی مراد ہے۔ اور اخروی بشارت سے وہاں کی خوشخبریاں۔

اولیاء اللہ بعد وفات بھی دلوں پر حکومت کرتے ہیں۔ حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ دنیاوی بشارت تو ملائکہ کا بوقت موت خوشخبری سنانا ہے اور آخری بشارت وہ ہے جو بعد موت ان کو سنائی جاتی ہے۔ اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ جسے مسلمان ولی جانیں وہ اللہ کے نزدیک بھی ولی ہے کیونکہ یہاں دنیاوی بشارت کو علامت ولایت فرمایا گیا ہے اور مسلمانوں کا کسی کو ولی کہنا یہ دنیاوی بشارت ہی تو ہے۔ حضور نبی کریم سیّد دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

فرمایا۔ اَنْتُمْ شُھَدَآءُ اللّٰہِ فِی الْاَرْضِ تم لوگ زمین پر اللہ تعالیٰ کے گواہ ہو۔ ملا علی قاری نے اس حدیث کی شرح میں فرمایا کہ خلق کی زبان خالق کا قلم ہے۔ اگر کوئی کہے کہ یہ صرف صحابہ کرام کے لئے تھا کہ جس کی وہ گواہی دیں وہ واقعی جنتی ہوا کیونکہ حدیث میں انتم سے خطاب ہے۔ تو پھر اس کا مطلب تو یہ ہے کہ ہم پر نہ فرض نماز ہے نہ روزہ، نہ حج، نہ زکوٰۃ کیونکہ ان تمام احکام میں خطاب حاضر ہی کے صیغہ ہیں اور نزول قرآن کے وقت صرف صحابہ کرام تھے۔ پھر ہم حج، روزہ، نماز، زکوٰۃ کیوں یہ سارے عمل کرتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ مسلمانوں کا کسی کو ولی کہنا یہ دنیاوی بشارت ہے اور آخرت میں نامہ اعمال داہنے ہاتھ میں ہونا، چہرہ روشن ہونا وغیرہ آخری بشارت ہے۔

ولی کی پہچان

درحقیقت یہ ہے کہ ولی اللہ کی پہچان بہت مشکل ہے۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ رحمت الٰہی کی دلہن ہیں جہاں تک سوائے اس کے محرم کے کسی کی رسائی نہیں اسی لئے کہا گیا ولی را ولی مے شناسد شیخ۔ حضرت ابوالعباس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خدا کا پہچاننا آسان ہے مگر اللہ کے ولی کی پہچان مشکل ہے کیونکہ اپنی ذات وصفات میں مخلوق سے اعلیٰ و بالا ہوتے ہیں اور ہر مخلوق اس پر گواہ۔ مگر ولی شکل وصورت میں اعمال وافعال میں بالکل ہماری طرح ہوتے ہیں لیکن اب بھی دنیا میں اولیاء اللہ بہت ہیں۔ کوئی شہر، کوئی قصبہ ان اولیاء اللہ سے خالی نہیں ہے لیکن ان کو تلاش کرنا شرط ہے۔

شریعت میں اظہار ہے اور طریقت میں اخفاء۔ جس طرح مکان کی زینت کے لئے دروازے پر سجاوٹ کی جاتی ہے اور موتی کمرے میں لگا کر۔ بعض اولیاء اللہ جو کچھ اپنے مراتب

بیان کر جاتے ہیں وہ ان کے جوش کی غیر اختیاری آواز ہوتی ہے۔ اِنَّمَا اَنَا بَشَر" مِّثْلُکُم اس درجے کی آواز تھی اور اَیُّکُمْ مِثْلِی میں شریعت کی جلوہ گری۔

لباسِ آدمی پہنا جہاں نے آدمی جانا مزمل بن کے آئے تھے تجلی بن کے نکلیں گے

''مشکوٰۃ باب فضل الفقراء'' میں ہے کہ میری امت میں بہت سے پراگندہ حال بکھرے ہوئے بال والے ہیں کہ جنہیں لوگ اپنے دروازوں سے ہٹادیں لیکن اگر وہ کسی بات پر اللہ کی قسم کھالیں تو ان کی قسم خدا پوری فرمادے۔

اے برادر! لوگوں نے ولی کی علامتیں اپنی طرف سے مقرر کر لی ہیں بعض نے کہا کہ ولی وہ جو کرامتیں دکھائے۔ مگر یہ غلط ہے۔ اس لئے کہ عجائبات کی چار قسمیں ہیں۔ معجزہ، ارحاص، کرامت، استدراج۔

معجزہ وہ عجیب وغریب کام ہے جو مدعی نبوت کے ہاتھ پر تصدیق دعویٰ نبوت کے لئے صادر ہو۔ جیسے عصا کلیم اور دم عیسیٰ۔ ارحاص وہ عجائبات جو نبی کے ہاتھ پر دعویٰ نبوت سے پہلے ظاہر ہوں۔ جیسے حضرت حلیمہ کے گھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکات۔ کرامات وہ عجائبات ہیں جو نبی کے امتی کے ہاتھ پر ظاہر ہوں۔ جیسے حضور غوث پاک کا قُمْ بِاِذْنِی کہہ کر مردوں کو زندہ فرمانا، یا حضرت سلطان الہند خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کا اُس دور میں تقریباً 90 لاکھ ہندوؤں کو مسلمان کرنا، یا حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کا بہت سے برتنوں پر اسم اللہ نقش فرمانا یہ کرامات ہیں۔ استدراج وہ عجائبات ہیں جو کافر کے ہاتھ پر ظاہر ہوں اور بہت سے عجائبات شیطان کر دکھاتا ہے۔ سنیاسی جوگی صدہا کرتب کر لیتے ہیں۔ دجال تو غضب ہی کرے گا۔ مردوں کو جلائے گا، بارش برسائے گا۔ اگر عجائبات پر ولائت کا دارومدار ہوتا تو شیطان اور دجال بھی ولی ہونے چاہئیں۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ اگر ہوا میں اُڑنا ولایت

ہے تو شیطان سب سے بڑا ولی ہوتا لیکن نہیں۔

بعض نے کہا ہے کہ ولی وہ جو تارک الدنیا ہو، گھر بار نہ رکھتا ہو۔ لوگ کہا کرتے ہیں وہ ولی کیا جو رکھے پیسہ مگر اے برادر! یہ بھی دھوکا ہے کیونکہ حضرت عثمان غنیؓ، حضور غوث الثقلین، امام ابو حنیفہ، مولانا روم رضی اللہ عنہم اجمعین بڑے مالدار تھے کیا یہ اولیاء اللہ نہ تھے۔ یہ تو ایسے ولی ہیں کہ ولیوں کے ولی ہیں۔ اور بہت سے سنیاسی کفار تارک الدنیا ہیں کیا وہ ولی ہیں ہر گز نہیں۔

بعض نے سمجھا کہ ولی وہ جو بے عقل ہو، فی زمان لوگ ہر پاگل و دیوانہ کو ولی سمجھ لیتے ہیں یہ بھی غلط ہے۔ ولایت کے مختلف درجے ہیں بے شمار مراتب۔ بعض حضرات نشہ عشق میں عقل و دانش کھو بیٹھتے ہیں جنہیں مجذوب کہا جاتا ہے۔ اس قسم کے حضرات کے اقوال و افعال پر احکام شرعیہ لاگو نہیں ہوتے اور بعض وہ حضرات ہیں جو ولایت کے اعلیٰ درجے پر بھی پہنچ کر عقل و خرد ہاتھ سے نہیں جانے دیتے انہیں سالک کہا جاتا ہے۔ خیال رہے کہ حضرات انبیاء مظہر صفات الٰہی اور حضرات اولیاء اللہ مظہر انبیاء و صفات الٰہی ہیں۔ انبیائے کرام کے حالات مختلف۔ اسی لئے صوفیائے کرام کی شانیں مختلف ہیں۔ ولایت عیسیٰ علیہ السلام رکھنے والے تارک الدنیا ہوتے ہیں۔ ولایت سلیمان رکھنے والے صاحب تخت و تاج ہوتے ہیں۔ ولایت نوح علیہ السلام والے مظہر جلال اور ولایت ابراہیم علیہ السلام والے مظہر جمال اور ولایت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والے جامع صفات یعنی ان میں ساری صفات کے مظہر ہوتے ہیں اور اس لئے کہا جاتا ہے کہ مجذوبین بر قدم موسیٰ علیہ السلام ہے۔ فَخَرَّ مُوسٰى صَعِقًا (پارہ 9۔ آیت 143) کہ ایک جھلک دیکھ کر عقل و خرد کھو بیٹھتے ہیں۔ اس لئے کہتے ہیں کہ مجذوب سے سالک افضل ہے اور ایک بات جو غور طلب ہے وہ یہ کہ مجذوب سے کسی کو فیض نہیں ملتا اور سالک فیض رب باری تعالیٰ کی بارگاہ سے لے کر دینے والے ہیں۔ مجذوب کمزور ہے کہ ایک جھلک کی تاب نہ لا سکا اور سالک قوی۔

اے دوستو! گاؤں میں آپ نے دیکھا ہوگا کہ عورتیں دور سے جب پانی بھر کے لاتی ہیں تو ایک گھڑا سر پر اور دو گھڑے بغلوں میں پھر بھی اپنی سہیلیوں سے باتیں کرتیں، راستے کو دیکھتی بے پرواہ چلی جاتی ہیں۔ ایسے ہی وہ کامل ولی ہے جس کے سر پر شریعت ہو، بغلوں میں طریقت سامنے دنیوی تعلقات ان سب کو سنبھالے ہوئے راہ خدا طے کرتا چلا جائے۔ بعض منافق ایسے بھی ہیں کہ ولایت کا دعویٰ کریں گے مگر نہ نماز پڑھیں اور نہ روزے کے پاس سے گزریں مگر کہتے ہیں کہ ہم تو خانہ کعبہ میں نماز پڑھتے ہیں یہ پورے شیاطین ہیں۔ جب تک ہوش وحواس قائم ہیں تب تک احکام شرعیہ معاف نہیں ہوسکتے۔

حضرت غوث پاک عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ ابلیس کو عجیب حالت میں دیکھا وہ زمین پر بیٹھا آہ وزاری کر رہا تھا۔ سر پر خاک ڈال رہا تھا آپ کو مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ عبدالقادر تو نے مجھے مایوس کر دیا ہے۔ آپ نے کہا ملعون میں تجھ سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں۔ بولا یہ بات میرے لئے اور بھی سخت ہے۔ پھر اس نے آپ کے گرد جال اور پھندے ڈال دیئے اور کہا کہ یہ دنیا کے جال ہیں جو ہم تجھ جیسے لوگوں کے گرد پھیلاتے ہیں۔ آپ نے ان کی طرف توجہ کی اور ایک سال تک ان پھندوں کو توڑتے رہے لیکن شیطان کا سب سے بڑا حملہ بڑے عجیب وغریب انداز سے ہوا۔ آپ نے دیکھا کہ ایک عظیم الشان روشنی ہوئی جس سے آسمان کے کنارے تک روشن ہوگئے۔ اس سے ایک صورت نمودار ہوئی جس نے آپ سے مخاطب ہو کر کہا۔ عبدالقادر میں تیرا رب ہوں میں نے سب چیزیں تیرے لئے حلال کر دی ہیں۔ آپ نے اعوذ باللہ پڑھی تو روشنی مبدل بہ ظلمت ہوگئی یعنی ختم ہوگئی۔ اس سے آواز آئی عبدالقادر! تمہارے علم وفقہ نے تمہیں میرے فریب سے بچالیا ورنہ میں اس چکر سے 70 اولیاء کو گمراہ کر چکا ہوں۔ آپ نے پھر فرمایا کہ یہ میرے مولا کا فضل ہے جو میرے شامل حال ہے۔

ایک عرصہ کے بعد آپ سے پوچھا گیا کہ آپ نے کیسے جانا کہ وہ شیطان ہے تو آپ نے کہا اسکے یہ کہنے سے کہ میں نے حرام چیزیں حلال کردی ہیں۔ (انیس المظاہر فی سیرت عبدالقادر جیلانیؒ)

بے عمل چاہے آسمان سے تارے بھی توڑ لائے اور ہو فاسق و فاجر مگر وہ ولی نہیں ہوسکتا مگر شیطان کا چیلا ضرور ہوسکتا ہے۔ اس لئے جب بھی کسی ولی کے پاس جاؤ تو یہ ضرور یقین کرلو کے وہ ولی ہے کہ حرام چیزیں حلال کرنے والا شیطان۔

حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ ولی وہ جسے دیکھ کر خدا یاد آجائے۔ (تفسیر خازن) بعض اولیاء اللہ جس جگہ بیٹھ جاتے ہیں وہاں کے جانور بلکہ در و دیوار بھی ذاکر ہوجاتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ولی وہ ہے جس کا چہرہ زرد، آنکھیں تر اور پیٹ بھوکا ہو۔ (روح البیان)۔ بعض اولیاء اللہ فرماتے ہیں کہ ولی کی پہچان یہ ہے کہ دنیا سے بے پرواہ ہو اور فکر رب باری تعالیٰ میں مشغول ہو۔ بعض نے فرمایا کہ ولی وہ ہے جو فرائض ادا کرے، رب باری تعالیٰ کی اطاعت میں مشغول رہے، اس کا دل نورِ جلال الٰہی کی معرفت میں غرق ہو۔ جب دیکھے دلائل قدرت دیکھے، جب سنے تو رب باری تعالیٰ کی باتیں سنے اور جب بولے تو اپنے رب باری تعالیٰ کی ثناء کے ساتھ بولے اور جو حرکت کرے اطاعت الٰہی میں کرے اور رب باری تعالیٰ کے ذکر سے نہ رہے (خزائن عرفان)۔ اور متکلمین فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ وہ ہیں جو سچے اعتقاد رکھیں۔ اعمال مطابق شریعت کے کریں۔ حدیث شریف میں ہے کہ اولیاء اللہ وہ جو رب باری تعالیٰ کے لئے محبت رکھیں اور رب باری تعالیٰ ہی کے لئے عداوت رکھیں۔ قرآن پاک نے ان کی مختلف پہچانیں بتائی ہیں۔ سورۂ فتح کے آخر میں ارشاد ہوا۔ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ (الفتح 29)۔ یعنی ہمارے نبی کے ساتھ (اولیاء) وہ ہیں جن میں یہ علامتیں ہوں۔ کفار پر

سخت، مسلمان بھائی پر نرم۔ رکوع وسجدہ میں رہنے والے، خدا کے فضل ورضا کے طالب اوران کی پیشانیوں پرسجدوں کے داغ۔ اسی آیت میں ارشاد ہوا کہ ولی وہ جو ایمان لائیں اور پرہیز گار ہوں۔ کہیں فرمایا کہ ولی وہ جو نمازیں پڑھیں اورزکوۃ دیں۔

اے برادر! اگر ان سب میں غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ عبادتیں مختلف ہیں مگر مضمون سب کا تقریبا یکساں ہے کیونکہ ہرایک عبادت میں ولی کی ایک ایک صفت بیان کردی گئی ہے اور جس کو قرب رب باری تعالیٰ ہوتا ہے اس میں یہ ساری صفتیں پائی جاتی ہیں۔ ان علامات سے معلوم ہوا کہ ولی کے لئے ایمان و پرہیز گاری سخت ضروری ہے۔ لہٰذا کوئی بد مذہب، ہندو، عیسائی، قادیانی کتنی ہی عبادات کریں ولی نہیں بن سکتے کیونکہ ان کے پاس ایمان ہی نہیں۔ نیز بد عمل، فاسق، فاجر اگر ہوا میں اُڑے مگر ولی نہیں۔ جب تک ہوش قائم ہے شریعت کی پیروی واجب ہے۔

درجات اولیاء اللہ

اولیاء اللہ کے درجے بے انتہا ہیں۔ جن میں سے بعض کسب سے حاصل ہوتے ہیں جیسے ایمان و پرہیز گاری وغیرہ اور بعض محض فضل رب باری تعالیٰ سے جیسے عرفان، قرب خاص، مقبولیت اور فنا۔ حدیث شریف میں ارشاد ہوا کہ میرے صحابی کا ایک مٹھی جو خیرات کرنا دوسروں کے پہاڑ بھرسونا خیرات کرنے سے افضل ہے (مشکوٰۃ باب فضائل صحابہ)۔ بات یہی ہے کہ مقبولیت خاص فضل رب باری تعالیٰ ہے۔ کوئی غوث وقطب صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درجے کو نہیں پہنچ سکتے۔

ولایت کی تین صورتیں ہیں۔ فطری، وہبی، کسبی۔ جو لوگ مادرزاد ولی ہوں وہ ولایت فطری پر ہیں۔ جیسے حضور غوث پاک اور حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ چنانچہ حضور

غوث الثقلین نے کبھی رمضان کے دن میں والدہ کا دودھ نہ پیا۔ حضور غوث پاک کا دودھ پینا یا نہ پینا چاند ہو جانے یا نہ ہونے کی علامت ہوتی تھی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پیدا ہوتے ہی اپنی والدہ کی عصمت اور اپنی نبوت کی گواہی دی۔ معلوم ہوا کہ مادرزاد ولی ہیں کیونکہ ہر نبی ولی ضرور ہوتے ہیں۔ یہ ولایت فطری ہوئی اور ولائت وہبی۔ وہ جو کسی اللہ والے کی نظر کرم سے حاصل ہو۔ جیسے غوث پاک نے چور کو قطب بنا دیا یہ ولایت وہبی ہے۔

اے برادر! جو جادوگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ کے لئے آئے وہ میدان مقابلہ میں آتے وقت کفر وفسق فجور میں مبتلا تھے مگر موسیٰ علیہ السلام کی نگاہ فیض سے وہ آن کی آن میں مومن صحابی صابر شہید ہو گئے۔ کیمیا تانبہ کو سونا بنا دیتی ہے مگر موسیٰ علیہ السلام کی نظر نے ان خاکساروں کی کیمیا بنا دیا یہ ولایت وہبی ہوئی بلکہ ہارون علیہ السلام کی نبوت بھی وہبی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے ملی۔

ولایت کسب وہ جو اپنی محنت اور عبادات وغیرہ سے حاصل ہو مگر ولائت کسبی سے ولائت وہبی یا فطری اعلیٰ ہے۔ اس کی مثال اس طرح ہے کہ جیسے چراغ اور گیس سے۔ چاند سورج افضل کہ ان میں بندے کے فعل کو دخل نہیں اور چراغ اور گیس لیمپ میں بندے کے کسب کو داخل ہے۔ ''مشکوٰۃ شریف باب ذکر الیمن والشام'' میں ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا شام میں ہمیشہ چالیس ابدال رہیں گے جن کی برکت سے زمین والوں پر بارشیں ہوں گی۔ اسی طرح ''شرح مرقاۃ'' میں ہے کہ حضور نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت میں ہمیشہ تین سو اولیاء حضرت آدم علیہ السلام کے نقش قدم پر، چالیس حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نقش قدم پر، سات حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدم پر ہوں

گے اور پانچ وہ رہیں گے جن کا قلب حضرت جبرائیل علیہ السلام کی طرح ہوگا اور تین حضرت میکائیل علیہ السلام کے قلب پر اور ایک حضرت اسرافیل کے قلب پر رہے گا۔ جب اس ایک کا انتقال ہوگا تو ان تین میں سے کوئی اس کی جگہ قائم ہوگا اور ان تین کی کمی ان پانچ میں سے پوری کی جائے گی اور پانچ کی کمی سات میں سے اور سات کی کمی چالیس میں سے اور چالیس کی کمی 300 سے پوری کی جائے گی اور تین سو کی کمی عام مسلمانوں سے پوری کردی جاتی ہے۔

ابوعثمان مغربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابدال چالیس ہیں اور راضاء سات، خلفاء تین، قطب عالم ایک۔ اس ایک قطب عالم کو سوائے ان تین خلفاء کے سوا کوئی نہیں پہچانتا۔ حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ قطب سے مرکز عالم قائم ہے۔ اس کے دو وزیر ہوتے ہیں داہنا اور بایاں۔ داہنا وزیر عالم ارواح کی اور بایاں عالم اجسام کی حفاظت کرتا ہے۔ ان کے ماتحت چار اوتاد ہیں جو مشرق و مغرب، جنوب و شمال کے محافظ ہیں اور سات ابدال اقالیم سبع (سات ولائتوں کے محافظ ہیں۔

وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنٰى عَشَرَ نَقِيْبًا (سورۂ مائدہ) اس جگہ صاحب روح البیان نے فرمایا کہ قطب کی وفات کے بعد اس کا بایاں اس کا قائم مقام ہوتا ہے اور داہنا بایاں بن جاتا ہے اور نیچے کسی کو ترقی دے کر داہنا وزیر بنادیا جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں داہنا بائیں سے افضل ہے۔ اسی نکتے کی طرف صوفیاء نے اس آیت میں فرمایا کے یہی اشارہ ہے۔ وَاَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ وَ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ مَا اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ صوفیائے کرام کے نزدیک یہ دونوں منافیہ ہیں۔ بایاں وزیر جلالی اور اہل فنا میں سے ہے اور داہنا وزیر جمالی اور اہل بقا میں سے ہے۔ (روح البیان)

اے پیارے! یہ تعداد ان اولیاء اللہ کی بیان ہوئی جو اہل خدمت اور جنہیں تکوینی ولی کہتے ہیں۔ جن کے ذمہ دنیوی انتظام ہیں باقی دیگر اولیاء اللہ بے شمار ہیں اور شمار سے باہر ہیں۔

سیّدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جہاں چالیس متقی مسلمان جمع ہوں ان میں کوئی نہ کوئی ولی ضرور ہوتا ہے۔ اسی لئے جنازے کی نماز میں چالیس مسلمانوں کی شرکت کی کوشش کی جاتی ہے انہیں تشریعی ولی کہتے ہیں۔ ان میں سے بعض ولی خود اپنی ولایت سے بے خبر ہوتے ہیں۔

فضائل اولیاء اللہ

قرآن کریم فرقان حمید نے اولیاء اللہ کے بڑے فضائل بیان کئے ہیں۔ کہیں فرمایا کہ انہیں خوف نہیں، کہیں فرمایا کہ انہیں غم نہیں، کہیں فرمایا کہ دنیا میں ان کے لئے بشارتیں ہیں کہیں فرمایا کہ کشتگان خنجر حق کو مردہ نہ کہو۔ کہیں فرمایا کہ انہیں مردہ نہ جانو یہ اپنے رب باری تعالیٰ کے پاس زندہ ہیں اور انہیں برابر رزق ملتا ہے۔

اے پیارے جیسے کشتی بغیر ملاح کے نہیں چل سکتی ایسے ہی زندگی کی کشتی کا بغیر اولیاء اللہ منزل مقصود تک پہنچنا مشکل ہے۔

تو انجانی راہ سے ناداں کیسے اکیلا گزرے گا
بن رہبر کے چلنا رے مورکھ بات تو مشکل والی ہے
منزل ہو آسان یہ تیری ساتھ کسی رہبر کا لے
جس نے اونچی نیچی راہیں ساری دیکھی بھالی رے

ہماری ضرورت یہ ہے کہ ہم نے رب باری تعالیٰ سے فیض حاصل کرنا ہے۔ یہ فیض بغیر وسیلہ کے حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ مثال کے طور پر جیسے آپ حضرات گوشت کھاتے ہیں۔ آپ نے غور فرمایا ہوگا کہ گوشت میں رگیں ہوتی ہیں اور رگوں میں خون دورہ کرتا ہے جس سے ہر جاندار کی

زندگی وابستہ ہے۔ جوخون رگوں میں چل رہا ہے اس خون سے ہڈیوں نے بھی غذا حاصل کرنی ہے لیکن ہڈی ٹھوس ہے، سخت ہے، پختہ ہے۔ ہڈی اور گوشت میں کوئی مناسبت نہیں۔ لہٰذا رب باری تعالیٰ نے ہڈیوں کے سروں پر ایسے حصے پیدا کردیئے ہیں جو شکل میں ہڈی کی طرح ہیں اور مزاج میں گوشت کی طرح۔ شکل دیکھو تو ہڈیوں کی طرح اور نرمی دیکھو تو گوشت کے ساتھ مناسبت ہے۔ نرم ہونے کی وجہ سے ہی گوشت سے غذا وصول کرتی ہے اور سختی کی بنا پر ہڈیوں سے تعلق پیدا کرکے خوراک پہنچا رہی ہے۔ اگر ہڈیوں کے سروں کو چبایا جائے یا چوسا جائے تو بخوبی چبایا اور چوسا جاسکتا ہے۔ دوسری ہڈی چوسنے اور چبانے سے دانت ٹوٹ سکتے ہیں۔

اے برادر! رب باری تعالیٰ نے ہڈی اور گوشت کے درمیان ایک وسیلہ قائم کردیا ہے جس کا تعلق نرم اور سخت دونوں کے ساتھ ہے یا یوں سمجھو کہ جیسے اعضاء اور بدن کے درمیان رگوں کے ذریعہ رشتہ قائم ہے۔ اگر یہ بیچ میں نہ ہوں تو ان سب میں بے تعلقی ہوجائے ایسے ہی اولیاء اللہ کے ذریعہ نبی اور امت کے درمیان تعلق قائم ہے۔ اگر یہ حضرات نہ ہوں تو امت اپنے پیغمبر سے بے تعلق رہ جائے۔ یا یوں سمجھو کہ جیسے جنگل میں پڑے ہوئے ہلکے پتے کو ہوائیں اڑائے پھرتی ہیں لیکن اگر وہ کسی پتھر وغیرہ یا بھاری چیز کے نیچے آجائے تو ہواؤں سے محفوظ ہوجاتا ہے۔ ایسے ہی دنیا ایک سنسنان جنگل ہے اور انسان کا دل ہلکا پتا ہے۔ اس جنگ یعنی یہاں کے مصائب وآلام اور بری صحبتیں ہوائیں ہیں اور ہمارا دل ایک ہلکا پتا ہے اور ہمارے دلوں کا کوئی اعتبار نہیں کہ انہیں کون سی ہوا اڑادے اور کونسی موج بہالے جائے۔ ضروری ہے کہ اس کو کسی ولی کے قبضہ میں رکھا جائے گویا اولیاء اللہ انسانی قلوب کے لئے سنگ استقامت ہیں۔ اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے کہ

دل عبث خوف سے پتا سا اُڑا جاتا ہے　　　پلہ ہلکا سہی بھاری ہے بھروسہ تیرا

تمام چیزیں مرتے ہی ساتھ چھوڑ دیتی ہیں مگر حضرات اولیاء اللہ کا تعلق یہاں اور قبر و حشر میں کام آتا ہے۔ ''روح البیان'' میں ہے کہ قیامت میں لوگوں کو ان کے مشائخ سلسلہ کی نسبت سے پکارا جائے گا۔ رب باری تعالیٰ فرماتا ہے۔ يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِم (اسراء۔71)۔ ہم اس دن ہر شخص کو اس کے امام کے ساتھ پکاریں گے۔ ''روح البیان'' میں ہے کہ ایسے ہی قیامت میں مختلف جھنڈے مختلف اماموں کے ہاتھوں میں ہوں گے اور ہر گروہ اپنے امام کے جھنڈے میں ہوگا۔ صبر کا جھنڈا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں ہوگا صابرین اس کے نیچے ہوں گے۔ سخاوت کا جھنڈا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں ہوگا اسخیاء اور شاکرین کا مجمع اس کے نیچے۔ شجاعت کا جھنڈا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں ہوگا اور بہادر غازیوں کا مجمع ان کے ساتھ ساتھ ہوگا۔ رب باری تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے۔

اولیاء اللہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زندہ معجزہ ہیں اور اسلام کی حقانیت کی دلیل ہیں۔ اسلام کے 73 فرقے ہوں گے سوائے اہل سنت کے کسی فرقہ میں ولی نہیں۔ کوئی قادیانی، وہابی، دیوبندی، شیعہ ولی نہیں کیونکہ یہ سب فرقے باطل ہیں۔ دیکھو دین موسیٰ علیہ السلام جب تک منسوخ نہ ہوا تھا ان میں بہت ولی ہوتے رہے۔ اصحاب کہف، آصف ابن برخیا، حضرت مریم اسی دین کے اولیاء ہیں مگر جب سے یہ منسوخ ہوا تب سے کوئی یہودی اسرائیلی ولی نہیں ہوا۔ کسی فرقہ میں علماء کا ہونا اس کی حقانیت کی دلیل نہیں مگر اولیاء اللہ کا ہونا دلیل حقانیت ہے کیونکہ عالم جو کچھ بھی کہتا ہے وہ سن کر اور پڑھ کر کہتا ہے اور اولیاء اللہ جو کچھ فرماتے ہیں وہ رخِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیکھ کر فرماتے ہیں۔

رُخِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیکھنے کے لئے ضروری ہے کہ دل میں عشق ہو، اگر دل میں عشق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں تو نہ وہ مومن ہوگا اور نہ ہی عابد ہوگا نہ ہی زاہد ہوگا۔

جب تک حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عشق نہ ہوگا تو کچھ بھی نہیں۔ کچھ ایسے بھی فرعون جو خود کو خدا بھی کہلا گئے لیکن آج سب اس کو شیطان کے نام سے یاد کرتے ہیں اور کچھ ایسے بھی ہیں جو راہِ خدا اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے سب کچھ لٹا گئے اُن کو صدیق وعثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کہتے ہیں عشق یہ ہے کہ جو کچھ بھی ہے میرا یار ہے میں نہیں بس وہ ہے۔ یا یوں سمجھ کے عشق حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ محبت کی بھٹی ہے جو اس میں جتنا جلا اتنا ہی پارسا ہوگیا یعنی۔

عشق جس دل میں نہیں وہ دل نہیں　　　یار کے رہنے کے وہ قابل نہیں

صراط مستقیم

اللہ تعالیٰ نے جس قدر اپنی عبادات اور معرفت کے احکامات صادر فرمائے ہیں ان میں سب سے زیادہ اہمیت نماز کو دی ہے اور نماز کی ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کا پڑھنا واجب قرار دیا ہے۔سورۂ فاتحہ میں آتا ہے۔ (اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْم) چلا ہمیں سیدھے راستے پر۔ صراط مستقیم کا لفظ چونکہ دو الفاظ کا مرکب ہے۔ ہر مومن کی چاہت کا خلاصہ ہے۔ ہر شخص ہی رب باری تعالیٰ سے جب سعادتوں کا طلبگار رہوتا ہے اور وہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْم کے مقدس الفاظ کی صورت میں ادا کرتا ہے کہ اے میرے اللہ! ہمیں سیدھے راستے کی ہدایت عطا فرما۔صراطِ مستقیم اپنے لفظ و معنی کے لحاظ سے نہایت ہی خوبصورت پیغام ہے۔

قرآن پاک میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے بار بار اس لفظ کو استعمال کیا ہے۔اگر اُن تمام آیات مبارکہ کا خلاصہ مرتب کریں تو قرآن پاک میں اس کے جو بڑے شعبہ جات بنتے ہیں وہ تین ہیں۔اللہ باری تعالیٰ نے صراط مستقیم کو اپنی طرف بھی منسوب کیا ہے۔صراط مستقیم کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف بھی منسوب کیا ہے۔صراط مستقیم کو اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی طرف بھی منسوب کیا ہے۔تو اس لحاظ سے قرآن پاک کی آیات کا مضمون (صراط مستقیم) تین نام متعین کر رہا ہے۔وہ تین نام یہ ہیں۔1-صراط باری تعالیٰ 2-صراط رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم 3-صراط اولیاء۔ صراط مستقیم کو جو صراط اللہ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے تو قرآن پاک میں صراط اللہ کے لفظ سورۂ ہود کی آیت نمبر 56 میں یہ ہے کہ حضرت ہود علیہ السلام اپنی قوم کو تبلیغ کر رہے تھے اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْم ''بے شک میرا رب صراط مستقیم پر ہے۔'' رب باری تعالیٰ کا صراط مستقیم پر ہونا اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف صراط کا منسوب ہونا

اس کے تقاضے مختلف ہیں۔

یقیناً رب باری تعالیٰ تو ہر چیز کا مقصود ہے وہ راستہ نہیں اور راستہ پر کسی اور کیلئے گامزن ہونا۔ یہ اُس کی شان نہیں بلکہ اُس کا تو ہر طرف سے ارادہ کیا جاتا ہے اور اُس کے دربار تک پہنچنے کی ہر طرف سے جستجو کی جاتی ہے اور ہر چاہت کا کارواں اُس کے در کی حاضری ہے۔ رب باری تعالیٰ کا صراط مستقیم پر ہونے کا کیا مطلب ہوگا۔ تو سب سے پہلا مطلب یہ ہے۔

مَنْ طَلَبَهُ فَلْيَطْلُبْهُ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْم

جس نے رب کو ڈھونڈنا ہو اُسے چاہیے کہ وہ صراط مستقیم پر چلے۔ صراط مستقیم پر چلنے سے اُسے رب مل جائے گا تو چونکہ صراط مستقیم پر چلنے سے رب ملتا ہے تو اس واسطے کہا گیا کہ رب باری تعالیٰ صراط مستقیم پر ہے۔ جو صراط مستقیم پر پہنچے گا اور جو صراط مستقیم پر قائم رہے گا اور جو صراط مستقیم سے آگے پیچھے نہیں ہٹے تو وہ شخص رب کو پالے گا۔

اِنَّ رَبِّی عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْم

صراط مستقیم کی انتہاء اللہ تعالیٰ کی ذات پر جا کر ہوتی ہے۔ صراط مستقیم کا اختتام یعنی صراط مستقیم جہاں پر جا کر ختم ہوتا ہے وہ رب باری تعالیٰ کا دربار ہے۔ چنانچہ صراط مستقیم سے رب باری تعالیٰ کے دربار کی طرف رسائی ملتی ہے اور اس کا اختتام کسی اور دہلیز پر یا کسی اور در پر نہیں ہوتا۔ صراط مستقیم کی بالیقین رب باری تعالیٰ کی ذات کی طرف انتہا ہے تو اس واسطے اس کو صراط اللہ کہا جاتا ہے۔ اس مفہوم کو ایک دوسری آیت بھی واضح کرتی ہے جس میں یہ کہا گیا ہے۔

اِنَّ اِلٰی رَبِّکَ الْمُنْتَهٰی بے شک تمہارے رب کی طرف منتہیٰ ہے۔ یعنی انتہا تمہارے رب کی طرف ہے۔ جہاں جا کے کامیابیوں کو تسلی ملتی ہے اور فلاح و کامرانی یقینی ہو جاتی ہے۔ وہ رب باری تعالیٰ کا دربار ہے۔ تو جس طرح وہاں پہ لفظ منتہیٰ کا استعمال کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے

پاس جا کر انتہا ہو جاتی ہے اور یہ وہ آخری منزل ہے اور مقام ہے جہاں رب باری تعالیٰ بندے کو پہنچانا چاہتا ہے اور اپنے دربار تک بندے کو رسائی عطا فرمانا چاہتا ہے۔

اللہ تبارک تعالیٰ کے صراط مستقیم پر ہونے کا تیسرا مطلب۔

یَحُثُّ وَ یَدُلُّ عَلَیۡہِ

رب باری تعالیٰ کے صراط مستقیم پر ہونے کا تیسرا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگوں کو صراط مستقیم کی ترغیب دیتا ہے۔ جو لوگ بھٹکے ہوئے ہیں اور مختلف راستوں میں الجھے ہوئے ہیں ان کو رب باری تعالیٰ صراط مستقیم کی طرف دعوت دے رہا ہے، بلا رہا ہے اور اُس کا پیغام مسلسل آرہا ہے تو اس بنیاد پر کہہ دیا گیا۔ اِنَّ رَبِّی عَلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡم

اے برادر! حضور نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لے کر قیامت تک جتنی بھی ہدایت بٹ رہی ہے اور بٹتی رہے گی وہ ساری کی ساری رب باری تعالیٰ کی پیدا کردہ ہے۔ میرے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے تمام صحابہ کرام کو جو جام محبت اور وحدت کے پلائے پھر انہوں نے تابعین کو انہوں نے تبع تابعین کو اور پھر آئمہ مجتہدین اور آئمہ طریقت اور آئمہ شریعت سے ہوئے آج تک جو ہدایت کا سلسلہ جاری و ساری ہے۔ یہ حقیقت میں اللہ تبارک و تعالیٰ کی چاندنی اور تجلی کا حصہ ہے جو رب باری تعالیٰ نے صراطِ مستقیم کیلئے متعین کر رکھی ہے۔ اس بنیاد پر کہا گیا۔ اِنَّ رَبِّی عَلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡم اور خود رب باری تعالیٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا۔

وَاِنَّکَ لَتَھۡدِیۡ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ صِرَاطَ اللّٰہِ الَّذِیۡ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ (سورۂ شوریٰ۔52) اے میرے محبوب یقیناً آپ سیدھے راستے کی طرف لوگوں کو ہدایت دیتے ہیں۔

وہ سیدھا راستہ کون سا ہے۔ وہ رب باری تعالیٰ کا راستہ ہے۔ وہ رب باری تعالیٰ جس کے لئے سب کچھ ہے۔ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے تو رب تعالیٰ نے اس کو صراط اللہ کہہ کر تعبیر کیا۔ اس واسطے ساری ہدایت حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

یٰسٓ o وَالْقُرْآنِ الْحَکِیْم o اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْن o عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْم o

(سورۃ یٰسین۔ آیت نمبر 1 تا 4)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ گواہی دی اور قرآن حکیم کے ذکر کے ساتھ آغاز کیا کہ بے شک آپ مرسلین میں سے ہیں اور صراطِ مستقیم پر ہیں۔

سورۃ زخرف کی آیت نمبر 43 میں اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

اِنَّکَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْم ۔ بے شک آپ صراط مستقیم پر ہیں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صراط مستقیم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود اس راستے پر گامزن ہیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے دربار کی طرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سفر جاری ہے۔ اس انداز میں کہ خود رسائی حاصل ہے اور لوگوں کو رب باری تعالیٰ کے دربار کی طرف رسائی دلوا رہے ہیں۔ خود موجود ہونے کے لحاظ سے بھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی صراطِ مستقیم کی طرف گامزن ہیں۔ اس وسطے صراط مستقیم کو آپ کی طرف منسوب کیا گیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صراط مستقیم پر ہونے کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوسروں کو صراط مستقیم کی دعوت دیتے ہیں اور پھر اُن کی انگلی پکڑ کے اُن کو چلاتے بھی ہیں اور منزل مقصود پر پہنچاتے بھی ہیں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسی منصب کو قرآن پاک کے اس مقام پر

بیان کیا ہے۔ جب فرمایا وَوَجَدَکَ ضَآلًّا فَھَدٰی (سورۃ الضحیٰ) رب باری تعالیٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو ثبات ہے اُس کو ہمیشہ کے لئے بیان کر دیا۔

امام فخر الدین رزای رحمۃ اللہ علیہ ''تفسیر کبیر'' میں اس کا معنی بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔ ضاآلا کا معنی یہ ہے

اَلْعَربُ تُسَمِّی الشَّجَرَۃَ الْفَرِیْدَۃَ فِی الْضَلَاۃِ ضَالَۃً

عرب اُس درخت کو ضالۃ کہتے ہیں جو بہت لمبے چوڑے صحرا میں ایک ہی ہو اور دور دور تک کوئی درخت اُس کے سوا نظر نہ آ رہا ہو۔ اس درخت میں دو جہتیں قابل توجہ ہیں۔

1- وہ درخت جو اتنے بڑے صحراء میں ایک ہی ہو اُس کو دیکھ کر راہوں کو متعین کیا جاتا ہے یعنی مشرق، مغرب، شمال وجنوب کا تعین کیا جانا اور منزل تک پہنچنے کے لئے اُس کو پیش نظر رکھا جاتا ہے۔ ہر طرف سے چلنے والا راہی اُس کو سامنے رکھتا ہے اور اُس کے پاس جاکر اپنے راستے کا تعین کرتا ہے۔ تو رب باری تعالیٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حیثیت کو اُجاگر کیا کہ انسانیت کو کچھ نظر نہیں آ رہا تھا اور تمام عرب جہالت کے اندھیروں میں بھٹک رہے تھے۔ ہم نے تجھے اُس دور میں بھی ہدایت کا علمبردار پایا ہے اور لوگوں کو تمہارے صدقے ہدایت عطا فرمائی۔

2- دوسری وجہ یہ ہے کہ جس وقت ساری زمینیں بانجھ تھیں کہیں اور کسی طرح کی کوئی پیداوار نہیں نظر آ رہی تھی اور کوئی درخت بھی بارآور نہیں تھا اور کسی پر بھی ایمان معرفت اور حقانیت کا کوئی پھل نظر نہیں آ رہا تھا۔ اُس وقت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جو معرفت موجود تھی اور ہدایت کا جذبہ موجود تھا۔ رب باری تعالیٰ نے بیان کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ضالاً کے ساتھ تعبیر کیا اور صراط مستقیم کے ساتھ جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پختہ تعلق ہے اُس کو

ہمیشہ کیلئے واضح فرما دیا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صراط مستقیم پر ہونا ہمیشہ کیلئے انسانیت کا ایک بہت بڑا سہارا ہے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تمام اسرار و رموز سے مطلع ہونا غمزدوں کیلئے بہت بڑی نوید ہے۔ امام اہلسنت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

راہِ عرفان سے جو ہم نادیدہ زمحروم نہیں
مصطفیٰ ہیں مسند ارشاد پر کچھ غم نہیں

اگرچہ ہمیں راہ عرفان کے نشیب و فراز سے اور اسرار و رموز سے آگاہی نہیں لیکن ہمیں کوئی غم نہیں ہے اس لئے کہ راست پر چلانے والے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ رب باری تعالیٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صراط مستقیم کا ایسا روشن مینارِ نور بنا دیا ہے کہ ہمیشہ وہ رب باری تعالیٰ کی دی ہوئی تجلیوں کو آگے بانٹ رہے ہیں اور آج بھی اُن کی وجہ سے صراط مستقیم میں چمک ہے اور چمک سے آج سینے منور اور روشن ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نور مجسم کا یہ بلند کردار ہے کہ رب باری تعالیٰ نے صراط مستقیم کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام سے منسوب کر دیا۔

صراط الاولیاء

صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ (سورۂ فاتحہ)

اللہ تعالیٰ کا راستہ ہی انعام یافتہ لوگوں کا راستہ ہے اور انعام یافتہ لوگوں کا راستہ صراط مستقیم ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہو کر سامنے آ جاتی ہے کہ خالق کائنات رب باری تعالیٰ نے کس انداز میں اپنی ہدایات کے علمبرداروں کو اپنے دربار کی علامت بنا دیا ہے۔ ایک ہی راستہ ہے اور وہ ہے صراط مستقیم۔ اس کے نام مختلف ہیں لیکن حقیقت میں سب کا ایک ہی نام ہے۔ چونکہ

جس راستے کو صراط نبوی کہا جاتا ہے یا صراط الرسول ﷺ کہا جاتا ہے وہی راستہ صراط اللہ ہے وہی راستہ صراط الاولیاء ہے۔ تو رب باری تعالیٰ نے اپنے راستے کو ان عظیم ذوات کی طرف منسوب کر کے ہمیشہ کیلئے یہ جو بعد میں جھگڑے ہونے تھے کہ تم اللہ کے ولی کی بات کرتے ہو اور صحابہ کرام کی محبت کی بات کرتے ہو یا اہل بیت اطہار کی محبت کی بات کرتے ہو یا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کی بات کرتے ہو تو اس کو کوئی بندہ رب باری تعالیٰ کی محبت سے جدا نہ سمجھے اور ان کے راستے کو کوئی رب باری تعالیٰ کے راستے سے جدا نہ سمجھے۔ اس لئے کہ اللہ نے اپنا راستہ اُن کے نام لگا دیا ہے ۔ اور اپنے راستے کا تعارف ان لوگوں کے تعارف سے کروا دیا ہے۔ صراط مستقیم کو صراط اللہ بھی کہا گیا ہے، صراط الرسول بھی کہا گیا ہے اور صراط اولیاء بھی کہا گیا ہے۔ اس انداز سے رب باری تعالیٰ نے خود تعارف کروایا ہے۔ اگر اُس کی تمام جہات کو دیکھا جائے تو اس سے ہمارے حوصلے بلند ہوتے ہیں کہ رب باری تعالیٰ نے وہ ساری نشانیاں ہمیں عطا فرما رکھی ہیں۔

اس مقام پر جو تین تقسیم صراط کی کی گئی ہیں اُن میں سے صراط اولیاء کے بارے میں ہے۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ''راستہ ان لوگوں کا جن پر تو نے انعام کیا۔'' اور خود رب باری تعالیٰ نے سورۃ النساء کی آیت نمبر 69 میں وضاحت کر دی کہ وہ انعام یافتہ لوگ کون سے ہیں۔

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ

وہ لوگ جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا وہ انبیاء کرام علیہم السلام ہیں اور وہ صدیقین ہیں اور شہید اور صالحین ہیں۔

رب باری تعالیٰ نے خود اس کی دوسرے مقام پر وضاحت کر کے اس بات کو ثابت کر دیا کہ راستہ ایک ہی ہے۔ وہ راستہ میں نے اپنی طرف بھی منسوب کیا۔ رب باری تعالیٰ کی طرف راستہ کی نسبت اور لحاظ سے ہے۔ وہی راستہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب کیا گیا اور وہی راستہ اللہ تعالیٰ نے شہداء اور صالحین کی طرف منسوب کیا ہے۔ اب اس میں یہ جو نسبت صراط مستقیم ہے۔ اس صراط مستقیم سے مراد کیا ہے۔ صراط مستقیم سے مراد ہے رب باری تعالیٰ کی محبت اور رب باری تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت، اولیاء کرام کی محبت۔

اے برادر! یہ وہ روشنی ہے جو صراط مستقیم کے راستہ کی روشنی ہے۔ یہ وہ صراط مستقیم کی روشنی ہے جو قرآن پاک نے بیان کی ہے۔ رب باری تعالیٰ نے ہم پر کتنا احسان کیا ہے کہ ہمیں یہ محبتیں عطا فرمائیں ہیں۔ جو سمٹ کے ایک نام پاتی ہیں۔ جس کو صراط مستقیم کہا جاتا ہے۔ یہ راستہ اولیاء کرام کی طرف کس لحاظ سے منسوب کیا گیا۔ اس کی بھی دو وجوہات ہیں۔

1- ایک اس لحاظ سے صراط مستقیم کو ان کی طرف منسوب کیا گیا ہے کہ وہ خود صراط مستقیم پر چل رہے ہیں اور صراط مستقیم پر گامزن ہیں اور انہیں صراط مستقیم کی ہدایت حاصل ہے۔

2- دوسری نسبت اس لحاظ سے ہے کہ وہ بھی اس ہدایت کو بانٹنے میں مصروف ہیں۔

اس ہدایت کو آگے تقسیم کرتے ہیں اور یہ ہدایت آگے عطا کرتے ہیں تو چونکہ صراط مستقیم کی ہدایت اُن سے آگے تقسیم ہوتی ہے۔ رب باری تعالیٰ نے اُن کی طرف بھی صراط مستقیم کو منسوب کر دیا اور چونکہ یہ خود بھی صراط مستقیم پر گامزن رہتے ہیں اور صراط مستقیم ہی ہر وقت اُن کے پیش نظر رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف صراط مستقیم کی نسبت فرما دی ہے۔ یہاں تک کہ اگر احادیث حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مرتب کیا جائے تو خلاصہ ان الفاظ کے ساتھ سامنے آجاتا ہے کہ اولیاء کرام کا جب تعارف کروایا گیا ہے۔ حضور نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کے الفاظ میں تو اُس فت اسی حقیقت کو واضح کیا گیا۔

اِذَا رُؤا ذُکِرَ اللّٰہ

وہ اولیاء جن کو دیکھا جائے تو خدا یاد آ جائے۔ وہ صراط مستقیم کے ایسے مینار ہیں اور صراط مستقیم کی ایسی علامت ہیں اور ایسا حوالہ ہیں جن کے اندر نور ہے اور ان کا دل تو معرفت کا خزینہ ہے۔ ان کے باطن میں تو تجلیاں اس قدر زیادہ ہو چکی ہیں کہ دل سے چہرے کی طرف منتقل ہو چکی ہیں اور وہ نور اُن کی پیشانی سے ٹپکتا ہے۔ اور ان کے دل کا چراغاں رخسار تک آ گیا ہے۔ یہاں تک کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

اِذَا رُؤا ذُکِرَ اللّٰہ

جب اُن کو دیکھا جاتا ہے اُن کا دیدار کیا جاتا ہے اور جب اُن کی زیارت کی جاتی ہے تو یہاں سے بھی ہدایت ملتی ہے۔ یہاں سے بھی رہنمائی ملتی ہے۔ دیکھا تو ان کو جا رہا ہے لیکن نور ایسا ہے کہ جس سے رب باری تعالیٰ کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف رہنمائی ملتی ہے۔ رب تعالیٰ کے دربار کا تعارف حاصل ہوتا ہے۔ اس واسطے یہ ذوات بھی مستحق ہیں کہ ان کی طرف صراط مستقیم کو منسوب کر دیا جائے۔

اسکی مثال اُس چراغ کی طرح سمجھو جو ایک کمرے کو روشن اس انداز سے کرتا ہے کہ اس چراغ کو روشن دان میں رکھا گیا ہے۔ چراغ بڑا پاورفل ہے، روشن دان میں پڑا ہے تو اس کی وجہ سے بند کمرے میں بھی روشنی ہے اور کمرے سے باہر بھی روشنی ہے۔ یہ رب تعالیٰ کے ولی کی معرفت اور اُس کی ہدایت اُس کے باطن کو بھی روشن کر رہی ہے اور اُس کے ظاہر کو بھی منور کر رہی ہے اور وہ نور اُس کے چہرے تک پہنچا ہوا ہے۔ وہ چہرے تک ہی محدود نہیں بلکہ وہ جس طرف بھی توجہ کرتا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اُس کو اتنی طاقت دے رکھی ہے کہ اُس کی کرنوں سے

اندھیرے مٹتے ہیں اور رب تعالیٰ اس ولی کے دل میں اپنا نور پیدا فرما دیتا ہے۔

جس وقت انسان کو ماحول اور ایسی شخصیات ملتی ہیں تو اُس کا سب سے بڑا مسئلہ حل ہوجاتا ہے۔ جس وقت وہ اس ماحول کو اپنا لیتا ہے تو رب تعالیٰ کے دربار کی طرف رہنمائی ملتی ہے اور جس سے رہنمائی ملتی ہے تو اُس کی ذات سے پیار ہوجاتا ہے اور اُن سے وہ منسلک ہوجاتا ہے اور اُن کی طرف متوجہ ہوجاتا ہے، اُن کے پاس بیٹھتا ہے، ان کی صحبت اختیار کرتا ہے۔ ان میں جو شخص وقت گزارتا ہے یا ادھر متوجہ ہوتا ہے تو جب اس ولی کامل کی نظر پڑتی ہے تو وہ نظر اُس کے باطن کی صفائی کرتی ہے۔ دل کی آنکھیں روشن ہوجاتی ہیں اور معرفت کے راز سے آگاہی حاصل ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ رب تعالیٰ اُس بندے کو اتنا نوازتا ہے کہ اگرچہ اُس کا آنا جانا ایک انسان کی طرف ہی رہتا ہے لیکن رب تعالیٰ کے دربار میں ہر سانس بندگی میں شمار ہوتا ہے۔ اس لئے مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

یک زمانہ صحبت با اولیاء　　　　بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

ترجمہ:۔ ان اللہ والوں کی ایک صحبت ہزار سالہ عبادت بے ریا سے بہتر ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس حدیث کو روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلی امتوں میں سے ایک اللہ کے ولی کا تذکرہ فرما رہے تھے۔ اس ولی کو ملنے کے لئے ایک محبّ صادق گھر سے نکلا ہے۔ یہ اُس سے ملنے کیلئے گھر سے نکلا ہے۔ اس کا یہ سفر رب باری تعالیٰ کے دربار میں اتنا عظیم تھا کہ ادھر سے یہ گھر سے نکل رہا ہے۔ اُدھر رب باری تعالیٰ فرشتوں کو عرش سے روانہ کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اُس راستے پر ایک فرشتے کو کھڑا کر دیا۔ وہ شکل انسان میں کھڑا تھا جب وہ مرید صادق جو مرشد کے پاس اور ایک انسان کے پاس جا رہا ہے لیکن مقصد بڑا اعلیٰ ہے جب وہ اُس فرشتے

کے پاس سے گزرا تو اُس فرشتے نے اس کو روکا اور پھر اُس سے پوچھا کہاں جا رہے ہو۔ تمہارا یہ سفر کس مقام کی طرف ہے اور تمہارے یہ قدم کس منزل کی طرف اُٹھ رہے ہیں۔ جب اُس فرشتے نے یہ پوچھا تو اُس شخص نے جواب دیا۔ اس دیہات میں میرا ایک دینی بھائی ہے۔ میں اُس کی طرف جانا چاہتا ہوں۔ فرشتے نے پھر پوچھا کیا تو اُس سے کچھ وصول کرنے جا رہا ہے۔ فرشتہ جب یہ سوال کرتا ہے تو وہ شخص اپنی حقیقت کو واضح کرتا ہے۔ کہنے لگا (لا۔نہیں) میرا اور اس کا کوئی درہم دینار کا تعلق نہیں۔ میرا اور اس کا تعلق دنیا کے مال کے لحاظ سے نہیں ہے۔ غَیْرَ اِنِّیْ اَحْبَبْتُهٗ فِی اللّٰہِ (صرف میں اُس کو دیکھتا ہوں تو مجھے خدا یاد آ جاتا ہے) اَحْبَبْتُهٗ فِی اللّٰہِ میں اُس سے پیار کرتا ہوں مگر اُس کے رنگ کی وجہ سے نہیں۔ میں اللہ کی محبت کے رنگ کی وجہ سے پیار کرتا ہوں۔ جب میں اس کو دیکھتا رہتا ہوں مجھے اللہ تعالیٰ کے جلوؤں کی نوید ملتی رہتی ہے۔ جب میں اُس کے پاس بیٹھتا ہوں تو میری غفلت کے پردے چھٹ جاتے ہیں۔ اُس وقت میں شیطان کی غلامی سے اپنے آپ کو آزاد سمجھتا ہوں اور رحمان کی رحمت میں خود کو آباد سمجھتا ہوں۔ یہ جواب جب فرشتے کو مل گیا کہ ایک انسان انسان کو ملنے جا رہا ہے۔ اگرچہ بظاہر یہ قدم کعبۃ اللہ کی طرف نہیں اُٹھ رہے۔ انسان کے قدم انسان کی طرف ہی جا رہے ہیں۔ اگرچہ وہ ایک انسان ہی ہے لیکن بات وہ رحمان کی بتاتا ہے اور پتہ اللہ تعالیٰ کا ہی دیتا ہے۔ اُس کی باتوں میں اتنی خوشبو ہے کہ جس کی وجہ سے ذہن معطر ہو جاتا ہے۔ اور دماغ منور ہو جاتا ہے۔ اس کے اس عمل کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے کتنا پسند کیا۔ (مسلم، مشکوۃ)

اے برادر! اب دیکھنا یہ ہے کہ صراطِ مستقیم جن سے ملتا ہے اُنکی طرف جانا اور اُن سے ملنا اور اُن کے پاس بیٹھنا رب باری تعالیٰ نے غیر کی طرف سفر قرار نہیں دیا۔ چونکہ وہ لوگوں کو اللہ باری تعالیٰ کی طرف پہنچا رہے ہیں تو رب تعالیٰ نے اُن کی طرف جانے والوں کو اپنے دربار کا

مسافر ہی بتایا ہے۔فرشتہ بول پڑا۔(اِنِّی رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکَ) میں انسان نہیں بلکہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے بھیجا ہوا قاصد ہوں۔ میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرشتہ ہوں آج صرف تمہارے لئے پیغام لے کر آیا ہوں۔ وہ خوشی سے پوچھتا ہے بتاؤ میرا رب تعالیٰ کیا فرما رہا ہے۔

فرشتہ کہتا ہے۔ بِاَنَّ اللّٰہَ قَدْ اَحَبَّکَ کَمَا اَحْبَبْتَہٗ فِیْہِ (مشکوٰۃ المصابیح۔ص:426)

پیغام یہ ہے کہ اے مرید صادق تم نے اس شیخ کو اللہ کے لئے محبوب بنایا تھا اللہ نے تجھے اپنا محبوب بنالیا ہے۔

رب تعالیٰ کو پہلے پتہ تھا کہ اس کے دل میں کیا ہے لیکن یہ بتانا مقصود تھا کہ جن کو دیکھ کر رب تعالیٰ کی یاد آئے اور لوگوں کو پتہ چل جائے کہ اُن کی طرف سفر کرنے والے کا کتنا بڑا مقام ہے۔

بِاَنَّ اللّٰہَ قَدْ اَحَبَّکَ

میں یہ پیغام لے کر آیا ہوں کہ رب تعالیٰ تجھ سے پیار کرتا ہے۔ رب تعالیٰ تجھ سے محبت کرتا ہے۔ اب دیکھو اس صراط مستقیم کے متوالے نے جہاں سے روشنی حاصل کی یہ وہاں محبّ بنا۔ ادھر اس کا تعلق بن گیا اُدھر رب باری تعالیٰ کی توجہ ہوگئی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے ولی کے ساتھ نسبت ہوگئی۔ سفر تو ایک انسان کی طرف تھا مگر رحمٰن کو اتنا پسند آ گیا کہ اس نے ایک بندے کو اپنا محبوب بنالیا۔

اے برادر! اللہ والوں سے محبت بڑی چیز ہوتی ہے۔ ان کے پاس بیٹھنا خدا کے حضور بیٹھنا ہے۔ یہ لوگ خدا کے ہم نشین ہوتے ہیں۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ہر کہ خواہد ہم نشینی باخد   اونشیند در حضور اعلیٰ ﷺ اولیاء

قرآن پاک پر ایمان رکھنے والا مسلمان اس حقیقت کو بخوبی جانتا اور سمجھتا ہے کہ جس قدر رب تعالیٰ نے اپنی معرفت اور عبادت کے احکام فرمائے ہیں۔ ان میں نماز کو بڑی اہمیت دی

گئی ہے اور پھر نماز کی ادائیگی میں سورۂ فاتحہ کا پڑھنا واجب قرار دیا گیا ہے یعنی تکمیل نماز بغیر سورۂ فاتحہ کے ہوتی ہی نہیں ہے۔ اس سورۂ فاتحہ میں رب باری تعالیٰ کی طرف سے یہ ہدایت ہے کہ ہم صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق مانگیں۔ اس امر کے لئے بندہ گڑگڑائے۔ اے اللہ! مجھے صراط مستقیم عطا فرما۔ اب یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ نمازی نماز میں جس چیز کی طلب کر رہا ہے وہ نماز کے علاوہ کوئی اور چیز ہے۔ ایسے ہی روزہ رکھ کر جب پڑھے گا پھر بھی صراط مستقیم کی تمنا۔ حج کے ارکان ادا کرتا ہوا نماز پڑھے گا پھر بھی صراط مستقیم کی تمنا و التجا باقی رہے گی۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر مومن نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ عبادات کرنے کے بعد بھی اپنے آپ کو صراط مستقیم کا محتاج و متمنی خیال کرتا ہے۔ لہٰذا سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر ان عبادات و احکام کی ادائیگی کا نام صراط مستقیم نہیں تو وہ اور کیا شئے ہے۔ اس کا جواب بھی اسی سورۂ فاتحہ میں موجود ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ یعنی وہ راہِ مستقیم جس کا سورۂ فاتحہ میں ذکر ہو رہا ہے ان لوگوں کی راہ ہے جن پر رب العزت نے انعام فرمایا ہے۔ صراط مستقیم کی اس تعریف سے یہ نتیجہ نکلا کہ صراط مستقیم بندگان خدا اور محبوبان الٰہی کی پاکیزہ اداؤں کا مجموعہ ہے جو کہ معبود حقیقی رب العزت کو پسند آگئیں۔ مثلاً حضرت ابراہیم علیہ السلام کا طواف کعبہ میں اپنے معبود رب کریم کو والہانہ طور پر پکارنا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ذبح کے لئے گردن جھکا دینا۔ آپ کی والدہ ماجدہ سیدہ ہاجرہ سلام اللہ علیہا کا کوہ صفا و مروہ پر آنا جانا چکر لگانا یہ وہ ادائیں ہیں جو کہ رب باری تعالیٰ کو بھا گئیں، پسند آگئیں جو کہ آخر کار فرض میں شمار کر دی گئیں۔ اب ہمارے لئے ان انعام یافتہ لوگوں کی جماعت کی تلاش ضروری ہے۔ بعض دوستوں کا خیال ہے کہ آج وہ اللہ والے کہاں ہیں۔ یہ سب کہنے کی باتیں ہیں اس زمانے میں کوئی اللہ والا نہیں سب پیٹ کے بندے نظر آتے ہیں۔ یہ میرے ان دوستوں کا مغالطہ ہے۔ یہ ضرور ہے کہ اس دور میں بناوٹی فقیروں کی بڑی کثرت

ہے جو برساتی مینڈکوں کی طرح ہر جگہ نظر آتے ہیں اور اپنے پیٹ کے دوزخ کو بھرنے کے لئے عجیب وغریب قسم کے ڈونگ رچاتے ہیں۔شعبدہ بازی کرتے ہیں اور کچھ اس قسم کی اداکاریاں کرتے ہیں کہ بھولے بھالے مسلمان ان کے دام میں پھنس جاتے ہیں۔یہ لوگ اپنا ایمان تو کھو چکے دوسروں کے ایمان کو بھی سلب کرتے پھرتے ہیں۔یہ شیطان کے پیروکار ہیں جگہ جگہ جال لگائے بیٹھے ہیں۔عقل اور آنکھوں کے اندھے ہیں۔یہ کسی کو کیا صراط مستقیم کا راستہ بتائیں گے۔

اللہ والوں کی مثل اس چراغ کی طرح ہوتی ہے جو ہر وقت یادالٰہی میں جلتا رہتا ہے اور اُس سے جتنے چاہیں چراغ روشن ہوتے جائیں اُس کی رشنی کو کوئی فرق نہیں پڑتا ہے۔اُس جلتے ہوئے چراغ سے چاہے ایک روشن ہو یا ایک ہزار اُس کی روشنی بڑھتی جاتی ہے۔یہ لوگ ڈھونگ رچائے بیٹھے ہیں ان کا تو اپنا چراغ نہیں جلتا تو دوسروں کا چراغ کیا جلائیں گے مگر اس سے یہ گمان نہیں کر لینا چاہیے کہ اب دنیا میں اللہ والے موجود ہی نہیں ہیں۔اب بھی دنیا میں اللہ کے پیارے بہت ہیں۔کوئی شہر کوئی قصبہ ان اللہ والوں سے خالی نہیں بلکہ اللہ کی طرف سے اُن لوگوں کو مختلف قسم کی ذمہ داریاں بھی دی جاتی ہیں بظاہر تو دنیا کا نظام دنیا والوں کے ہاتھ میں ہے۔ حقیقتاً دنیا کا سارا نظام انہیں صراط مستقیم پر چلنے والوں کی زیر نگرانی چل رہا ہے۔انہیں کے دم قدم سے دنیا آباد ہے۔یہ صراط مستقیم پر چلنے والے ہی تو آسمان کے ستون ہیں۔

رسالۃ اللمعات الصوفیہ جنوری 1950 صفحہ 9 پر ایک واقعہ درج ہے کہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ شہر کا انتظام کچھ سست تھا۔ کسی صاحب نے شاہ صاحب سے وجہ دریافت کی۔آپ نے فرمایا کہ جس صاحب کی ڈیوٹی ہے وہ ذرا سست ہیں۔پوچھا وہ کون ہے اور کہاں ملے گا۔آپ نے فرمایا طوائف بازار میں خربوزے بیچ رہا ہے۔وہ شخص آزمائشی طور پر اس کے پاس پہنچا اور تمام خربوزے کاٹ کر نہ پسند کر کے واپس

سالانہ محافل

(1) سالانہ محفل 12 ربیع النور شریف

ہر سال محفل ربیع النور شریف 12 ربیع الاوّل کو آستانہ عالیہ چراغیہ نقشبندیہ ساہیوال پر منعقد ہوتی ہے۔اس کے علاوہ یکم تا 12 ربیع النور شریف تک روزانہ محفل ذکر مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم منعقد ہوتی ہے اور جامعہ چراغیہ زمردیہ نقشبندیہ سے 12 ربیع النور شریف کو عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جلوس نکالا جاتا ہے۔

(2) بڑی گیارہوں شریف

ہر سال گیارہویں شریف کا سالانہ ختم جامعہ چراغیہ زمردیہ نقشبندیہ جہاز گراؤنڈ ساہیوال میں منعقد ہوتا ہے۔جس میں حافظ، حافظہ وناظرہ طلبہ اور طالبات کی دستار بندی و دوپٹہ پوشی ہوتی ہے۔

(3) عرس مبارک

ولی نعمت، مجدد دین وملت الحاج حضرت قبلہ پیر سید نذیر حسین شاہ صاحب گیلانی نقشبندی جماعتی رحمۃ اللہ علیہ اور امام الاولیاء حضرت قبلہ پیر سید چراغ النبی شاہ صاحب گیلانی نقشبندی جماعتی رحمۃ اللہ علیہ کا سالانہ عرس مبارک ہر سال 26، 27 نومبر کو دربار عالیہ نقشبندیہ چراغیہ نزد چاندنی چوک کہروڑ پکا شریف میں منعقد ہوتا ہے۔

(4) ختم پاک یاد چراغ اولیاء

امام الاولیاء حضرت قبلہ پیر سید چراغ النبی شاہ صاحب گیلانی نقشبندی جماعتی رحمۃ اللہ علیہ کا ختم پاک ہر سال جنوری میں دربار عالیہ نقشبندیہ چراغیہ نزد چاندنی چوک کہروڑپکا شریف میں منعقد ہوتا ہے۔

(5) معراج مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم

ہر سال رجب المرجب میں معراج مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلے میں جامعہ چراغیہ زمردیہ نقشبندیہ میں محفل منعقد ہوتی ہے۔ جس میں شب بیداری وسحری کا اہتمام ہوتا ہے۔

(6) شب برات وختم پاک آپا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہا

ہر سال شب برات کے موقع پر محفل میلاد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم اور ختم پاک آپا جی رحمۃ اللہ علیہا دربار عالیہ نقشبندیہ چراغیہ نزد چاندنی چوک کہروڑپکا شریف میں منعقد ہوتا ہے۔

ماہانہ محافل

ہر ماہ چاند کی دس تاریخ کو گیارہویں شریف کا ختم آستانہ عالیہ چراغیہ زمردیہ نقشبندیہ 9/W گلی نمبر 1 طارق بن زیاد کالونی ساہیوال میں منعقد ہوتا ہے۔

ہفتہ وار محافل

ہر جمعۃ المبارک کو ختم خواجگان نقشبندیہ آستانہ عالیہ چراغیہ زمردیہ نقشبندیہ ساہیوال میں بعد نماز مغرب منعقد ہوتا ہے۔

زیر صدارت

یہ تمام محافل، خلف الرشید و سجادہ نشین دربار عالیہ چراغیہ نقشبندیہ حضور قبلہ پیر سید زمرد حسین شاہ صاحب گیلانی نقشبندی جماعتی دامت برکاتہم العالیہ کی زیر صدارت منعقد ہوتی ہیں۔

نوٹ:۔ تمام محافل میں لنگر عام کا انتظام ہوتا ہے۔

دیگر کتب

1- سچی لگن-ازقلم قبلہ پیر سیّد چراغ النبی شاہؒ صاحب گیلانی نقشبندی جماعتی

(چار ایڈیشن)

2-راحیل شوق ـ مجموعہ کلام قبلہ پیر سیّد چراغ النبی شاہؒ صاحب گیلانی نقشبندی

جماعتی (پانچ ایڈیشن)

3- کرامات چراغِ اولیا-ایمان افروز واقعات ـ (دوایڈیشن)

4-اچھی زندگی ـ قبلہ پیر سیّد زمرد حسین شاہ صاحب گیلانی نقشبندی جماعتی

(پہلا ایڈیشن)

5-راہِ طریقت اور حسنِ اعتقاد ـ قبلہ پیر سیّد زمرد حسین شاہ صاحب گیلانی

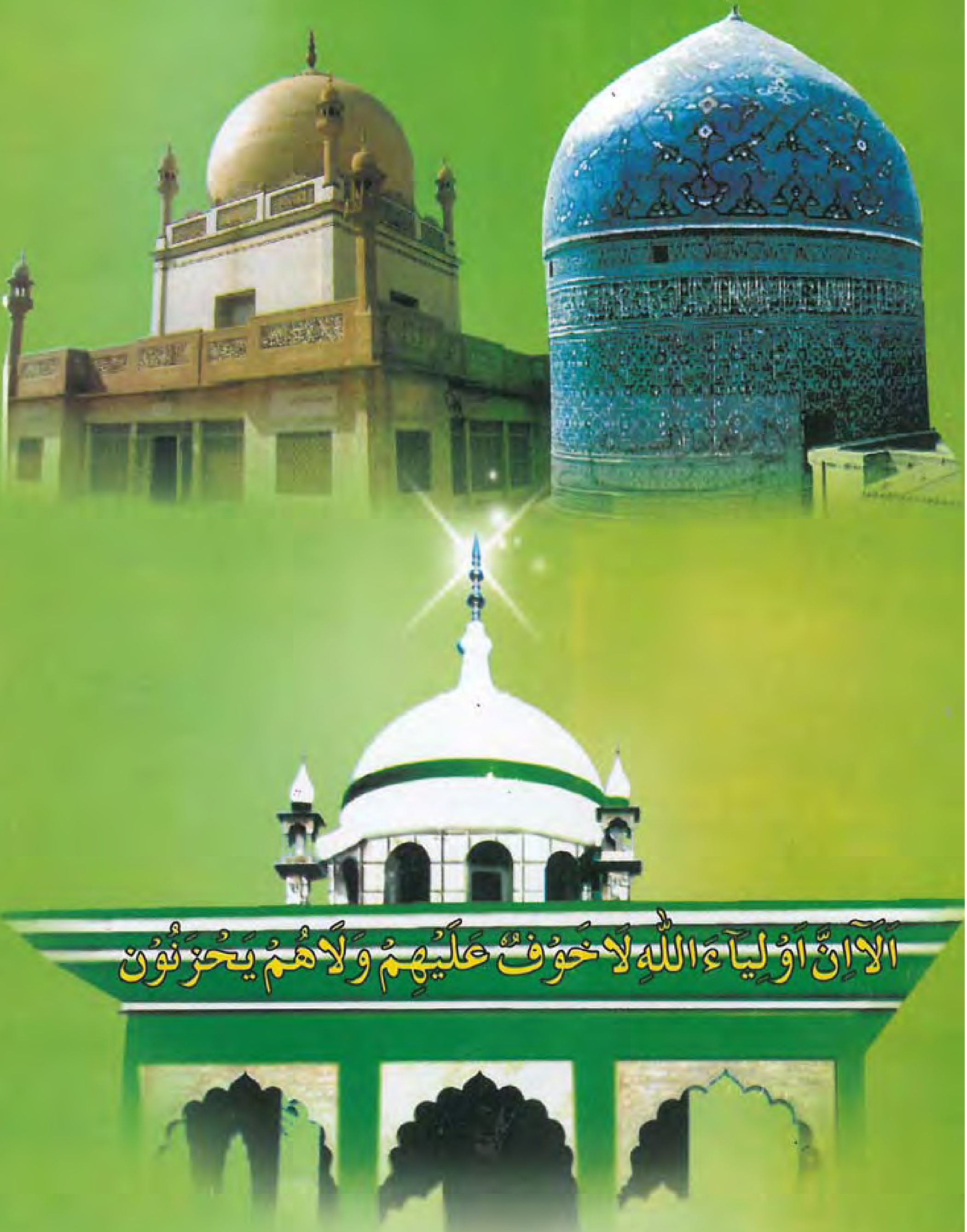
نقشبندی جماعتی (پہلا ایڈیشن)

6-اللہ والوں کے تصرفات ـ قبلہ پیر سیّد زمرد حسین شاہ صاحب گیلانی نقشبندی

جماعتی (پہلا ایڈیشن)

بدگمانی کے نقصانات- قبلہ پیر سیّد زمرد حسین شاہ صاحب گیلانی نقشبندی جماعتی

(پہلا ایڈیشن)



E-mail: zammurd92@yahoo.com
zammurd786@charaghia.com
website: www:charaghia.com